تاریخ ریختی

معہ

دیوان جانصاحب

مرتبہ

جناب مولوی سید محمد مبین صاحب نقوی الہ آبادی

عبدالواسع جعفری کے اہتمام سے

مطبع انوار احمدی الہ آباد سے چھپکر شائع ہوئی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گزارش احوال واقعی

اس کتاب کی تدوین میں جو زحمتیں پیش آئیں وہ ناگفتہ بہ ہیں مگر تائید غیبی شامل حال تھی اس لئے ان کے دور ہو جانے کا خدا ساز سامان یہ ہوا کہ اپنے محسن وہ دو بزرگ خلاف توقع ملے جو فی زمانہ بے مثل و بے نظیر ہیں کے امید بھی کہ افضل الشعرا سید فضل الحسن حسرت موہانی اپنے کتب خانے سے مستفید ہونے کی اجازت دیں گے اور یہ خیال تھا کہ افصح الفصحا سید مسعود حسن ادیب ایم۔ اے پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی اپنے مشوروں سے سرفراز کریں گے اور اپنی کتابوں سے فیض یاب ہونے دیں گے۔ اگر ان دونوں بزرگوں سے امداد کا شرف حاصل نہ ہوتا تو غالباً یہ کتاب اس صورت سے ناظرین کے سامنے پیش نہ کی جا سکتی۔ خدا ان دونوں کو جزائے خیر دے۔

چونکہ ریختی کی تاریخ نایاب ہے اور ریختی گو شعرا کا چھپا ہوا صحیح کلام آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا اس لئے ضرورت کا لحاظ کر کے یہ کتاب شائع کی جاتی ہے۔ اس میں ریختی کی مفصل تاریخ بھی ہے اور ریختی گو شعرا کا کلام بھی۔ ناظرین کو معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کی اور جو کتابیں شائع ہوتی ہیں ان سب کی کمی اس نے پوری کر دی ہے اور اس میں کوئی بات ایسی نہیں لکھی گئی جو قابل وثوق نہ ہو۔

کچھ دن ہوئے حضرت نظامی بدایونی نے جانصاحب کا دیوان شائع کیا ہے مگر افسوس ہے کہ انھوں نے اشعار ہی میں اصلاحیں نہیں دیں بلکہ جانصاحب کے صحیح حالات بھی نہیں لکھے۔

جانصاحب کے دیکھنے والے رامپور اور لکھنؤ میں ابھی موجود ہیں خدا جانے ان لوگوں سے حالات کیوں نہیں دریافت کئے گئے۔ اشعار میں اصلاح کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جانصاحب کے دیوان کے جو نہایت غلط نسخے چھپے ہیں ان سے مدد لی گئی ہے اور جو لفظ سمجھ میں نہیں آیا اس کی جگہ دوسرا لفظ لکھوا دیا ہے۔ جیسا ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے۔

(نظامی) نہ جھینکا ڈھیلا نہ کھنکارے جب چلے آئے — کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا

(صحیح) نہ جھینکا ڈھیلا کھنکارے نہ جب چلے آئے — کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا

نوٹ۔ کھنکارے میں نون کا اعلان بالکل غلط ہے۔

(نظامی) سب ہستی بھی سیفو کی جس وقت کھلے جوہر — اک اس کی حماقت پر فولاد بہت رویا

(نظامی) سب سنتے تھے سیفو کو جس وقت کھلے جوہر — اک اس کی حماقت پر فولاد بہت رویا

(صحیح) سب ہنستے تھے سیفو کو جس وقت کھلے جوہر — اک اس کی حماقت پر فولاد بہت رویا

نوٹ۔ رویا اور ہنستے تھے کا تقابل ظاہر ہے۔ اور ہستی بھی بے معنی ہے۔

(نظامی) کھلا جنگل میں آگے حال ان چڑیوں کے بچوں کا — ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پرسا نے مجنوں کا

(صحیح) کھلا جنگل میں آگے حال ان چڑیوں کی جوں جوں کا — ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پرسا نے مجنوں کا

نوٹ۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ بچوں کو کیوں زحمت دی گئی ہے۔ وہ عاشق کو پرسا کیونکر دے سکتے ہیں۔ اس کا خیال بھی نہیں کیا گیا کہ غزل میں جتنے قافیے ہیں

سب واو معروف سے ہیں۔ واؤ مجہول سے کوئی نہیں۔ اس لئے **بیچوں** ۔ جو واو مجہول سے ہے قافیہ نہیں ہو سکتا۔

(نظامی) مصری اجی لائی ہے مزا چکھ کے تو سمجھو　　بھیجوں گی رساول ہی اسے کھیر نہ کہنا

(صحیح) مصری اجی لائی ہے مزا چکھ کے تو سمجھو　　بیچوں کی رساول ہے اسے کھیر نہ کہنا

نوٹ۔ غالباً بیچوں کی رساول سے واقفیت نہیں اس وجہ سے شعر مہمل ہو گیا۔

(نظامی) ماں کا لازم ہے تم کو باپ کا پاس　　میں ہوں جورو کرو نہ میرا پاس

(صحیح) تمکو لازم ہے باپ ماں کا پاس　　میں ہوں جورو کرو نہ میرا پاس

نوٹ۔ پہلے مصرع میں کا کے دب جانے سے قافیہ غلط ہو گیا اور کپاس نے فصاحت کا خون کردیا۔

(نظامی) جب سے عاشق ہوں تجھ نگوڑی کو　　کیا بڑے مولوں بیچتا ہے عشق

(صحیح) جب یہ عاشق ہوں بی نہ گوڑی کو　　کیا بڑے مولوں بیچتا ہے عشق

نوٹ۔ پہلے مصرع میں نگوڑی غلط ہے۔ نہ گوڑی چاہئے۔ بڑے مولوں کے مقابلے میں گوڑی کہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب گوڑی کو بھی نہیں پوچھتے اگر اس پر عاشق ہو جاتے ہیں تو اس کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

(نظامی) دیکھوں گی تماشا کہو دربانوں سے جا کر　　آنے دو نہ لوگو انھیں زنہار نہ ٹوکو

(صحیح) دیکھوں گی تماشا کہو دربانوں سے جا کر　　آنے دو نٹوں کو انھیں زنہار نہ ٹوکو

نوٹ۔ شاید نٹوں کا تماشا نہیں دیکھا اس لئے یہ اصلاح دی ہے۔

(نظامی) آج کیا جانے نہ دیکھی ہے دنیا　　تجھ تو چونڈے پہ ہے کرم ٹھہرے

(صحیح) آج کیا جانی دیکھی ہے دنیا　　تجھ تو چونڈے پہ ہیں کرم ٹھہرے

نوٹ۔ غالباً یہ معلوم نہیں کہ آج کیا جاتی دنیا دیکھی ہے ایک محاورہ ہے۔

(نظامی) بی ستارہ نے پہیلی کیا کہی نایاب ہے
چاند تو بگلا ہے اور سورج بوا سُرخاب ہے

(صحیح) بی ستارہ جان نے پھبتی کہی نایاب ہے
چاند تو بگلا ہے اور سورج بوا سرخاب ہے

نوٹ۔ پہلے مصرع میں پہیلی کے کچھ معنی نہیں پھبتی چاہئے۔

طول کے خیال سے انھیں چند اغلاط پر اکتفا کی جاتی ہے۔ اگر جملہ اصلاحیں لکھی جائیں تو ایک پوری کتاب ہو جائے۔

ان نقائص کے اظہار کے بعد اس کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ نسخہ نظامی سے جا بجا ہم نے مدد لی ہے اور اسی کے اغلاط دیکھ کے ہمارے دل میں تصحیح اور اس کتاب کی تدوین کا خیال پیدا ہوا تھا۔ مجالس رنگین کے جو اقتباسات اس کتاب میں دئے گئے ہیں ان کے واسطے افصح الفصحا سید مسعود حسن ادیب کا شکریہ پھر ادا کیا جاتا ہے کیونکہ اگر وہ مجالس رنگین شائع نہ کر دیتے تو ریختی کے متعلق بعض نہایت ضروری باتیں معلوم نہ ہو سکتیں۔

حقیر محمد مبین نقوی

الہ آباد۔ محلہ چک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ریختی کی تاریخ

اللہ اللہ وہ بچّہ بھی کیسا بلند اقبال ہوگا جو شاہجہانی بازار میں پھرتا ملے۔ شعرا اُسے اُٹھالیں۔ علما اُس کے اتالیق بنیں۔ شاہ اور وزیر اس کی ناز برداری کریں۔ سب عورت مرد اسے ایسا چاہنے لگیں کہ دونوں اپنے اپنے طور پر بولنا سکھائیں اور جب زبان صاف ہو چلے تو اسے اپنی تصنیف و تالیف کا مالک قرار دیں۔ پردیسیوں سے سابقہ پڑے تو وہ بھی ایسے فریفتہ ہو جائیں کہ تُتلا تُتلا کے اسی کی بولی بولیں اور نئی نئی چیزیں دکھا کے اسے نئے نئے نام نئی نئی باتیں بتائیں۔ یہ وہی بچّہ ہے جس کا نام پہلے تو ریختہ رکھا گیا تھا مگر اب اُردو ہو گیا ہے۔ میر و سودا کے زمانے تک شاعر یہ سمجھتے تھے کہ اس کی نشو و نما مردوں میں ہوئی ہے عورتوں نے اس کی پرورش نہیں کی مگر بعد کو سعادت یار خاں رنگین نے اپنے دوست انشاء اللہ خاں انشا کے مشورے سے اس غلط فہمی کا پردہ فاش کر دیا اور شاہوں شہزادوں کے بھرے درباروں میں کھلم کھلا راز کی وہ باتیں کہہ دیں جن سے صاف ثابت ہو گیا کہ اگر اس کی تعلیم مردوں میں ہوئی ہے تو تربیت عورتوں میں۔ بعضوں کا یہ خیال بھی تھا کہ اس پر عنایتیں

صرف دہلی والوں نے کی ہیں مگر جاننے والوں نے پتے کی کچھ ایسی باتیں بتائیں جنھوں نے ظاہر کر دیا کہ اُن سے بڑھ کے اِس کے مربی لکھنؤ والے ہیں بلکہ رامپور اور حیدرآباد دکن کے سرپرستوں نے بھی اس پر کچھ کم مہربانیاں نہیں کی ہیں۔ یہ باتیں کسی کے چھپائے چھپ نہیں سکتی تھیں اس لئے کہنے والے نے کہہ دیا:۔

جسے کہتے ہیں اُردو ہے وہ لشکر — سنی باتیں جو لشکر کی زباں سے
اسی کا نام اُردو ہو گیا ہے — کوئی منکر نہیں میرے بیاں سے
ہوئی جب چھاونی دہلی میں آ کے — وہاں لوگ آ گئے سارے جہاں سے
ہوا ہر قوم کے لوگوں کا مجمع — کوئی کابل کوئی مازندراں سے
عرب تھا کوئی اور کوئی عجم تھا — کوئی شیراز کوئی شیرواں سے
جو کیں آپس میں ان لوگوں نے باتیں — تو اُردو کی زباں نکلی یہاں سے
زباں یا سست بچا بچھونا ہوا تھا — کہ گرما گرم آیا ہو دُکاں سے
نمک مرچیں لیں وہ لکھنؤ میں — کہ اب تک رال بہتی ہے زباں سے
وہ اُردو تھی کہ اک لکڑی کا چھیلا — نہ نکلے جس کے کانٹے باغباں سے
خرادا لکھنؤ والوں نے اس کو — تمھیں کیوں فخر تم لائیں کہاں سے
مری جاں لکھنؤ والوں کے آگے — بہت مشکل ہے کچھ کہنا زباں سے
زباں کے خلد کی ہے حور عورت — اگر ہو لکھنؤ کے بوستاں سے
زباں کے ملک کا سکہ ہے عورت — انوکھا ہے چلن سارے جہاں سے
زباں کا فیصلہ ہے عورتوں پر — یہ باتیں مرد لائے کہاں سے
زباندانی ہے حصہ بیگموں کا — نرالے گیا زباں کوئی زباں سے

(عابد مرزا بیگم لکھنوی)

جب یہ بات متحقق ہوگئی کہ ریختے پر عورتوں کے حقوق بھی ہیں تو سب سے پہلے ۱۷۹۶ء اور ۱۸۱۳ء کے درمیان رنگین نے زنانے خیالات عورتوں کے مخصوص الفاظ میں نظم کیے اور ایسے اشعار کا نام ریختی رکھا بعضوں کا خیال ہے کہ ریختی کا موجد ہاشمی تھا جو عادل شاہی زمانے کا ایک پرانا شاعر ہے مگر یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ اس نے ہندی شاعری کے تتبع میں عورت کو مرد کا عاشق قرار دے کے اظہار عشق کیا ہے اس کے یہاں نہ تو عورتوں کے مخصوص خیالات ہیں نہ الفاظ اور محاورات جیسا اس کے اس شعر سے ثابت ہوتا ہے

رضا گر مجھکوں دیتے ہو کروں گی گھر میں جا وارد
اگر مجھ ہووے گی فرصت صبح پھر آؤں گی چھوڑ دو

رنگین کی تقلید انشا نے بھی کی۔ انھوں نے صرف وہی معاملات نظم کئے اور وہی الفاظ و محاورات استعمال کئے جو عورتوں کے لئے مخصوص ہیں۔ چونکہ رنگین اور انشا دونوں اپنے سرپرستوں کے واسطے مذاق کا سامان مہیا کرنا چاہتے تھے اس لئے اصول شاعری کو تو مد نظر رکھتے تھے مگر اخلاق سے اکثر و بیشتر قطع نظر کر لیتے تھے۔ یہی سبب ہوا کہ اعلیٰ طبقے کے خیالات کم اور ادنیٰ طبقے کے زیادہ نظم ہوئے۔ جیسا ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے۔

رنگین

آج فرصت نہیں کل رات کی ٹھہرا کے اٹھو
بات ہندی سے ملاقات کی ٹھہرا کے اٹھو

صبح کو اُٹھ کے جو تم گھر کو اجی جاؤ گے　　یہ تو فرماؤ بھلا پھر بھی کبھی آؤ گے

میں تو وہ اوڑھنے کی نہیں کل کی اوڑھنی　　باجی مجھے اوڑھا دو جھلا جھل کی اوڑھنی
برسات اس کو کہتے ہیں جی جس بہار میں　　سر پر ہوا کے ہوتی ہے بادل کی اوڑھنی
پہنچی لچک کمر کو اری لوگو دوڑیو　　کولے تلک جو سر سے اجی ڈھلکی اوڑھنی
بھاری نبت منگا دے کہ رنگین لگاؤں میں یا　　سر پر مرے ٹھہرتی نہیں ہلکی اوڑھنی

انشا

چبھتی ہے یہ نگوڑی مسلسل کی اوڑھنی　　لا دے وہی دوا مجھے ململ کی اوڑھنی
بن سر ڈھپے ہوئے تجھے کیا چاہئے بھلا　　بوٹے سے قد پہ بس پڑے آنچل کی اوڑھنی
کوکا جی دیکھو میری دوگانا یہ کیا بھبی　　پشواز اودی اور جھلا جھل کی اوڑھنی
اس اودی اوڑھنی کی تو گاتی نہ باندھیو　　بن جائے گی یہ کوٹھری کاجل کی اوڑھنی
انشا کے سونگھنے کے لئے اُن نے بھیج دی　　جالی کی کرتی اور وہی ہلکی اوڑھنی

یہ اتفاق ہے نہ بنے یا بنی رہے　　ہر آدمی کو چاہئے دل تو غنی رہے
روٹھی ہوئی ہے وہ تو گئی پر یہ سوچ ہے　　یہ کیونکہ ہو کہ یوں ہی منے تو منی رہے
مانگوں گی آدھی رات کو سر کھول کر دعا　　آمین کے کہنے کے لئے اور اک جنی رہے
نواب دولھا شیر بہادر وزیر کی　　جم جم سے ملکوں ملکوں میں نت روشنی رہے
دولت بنی ہے اور سعادت علی بنا　　یارب بنے بنی میں ہمیشہ بنی رہے
قائم رہے وہ چاند سا مکھڑا جہان میں　　اس کا بُرا جو چیتے اُسے جانکنی رہے

جم جم وہ آنکھ اس کی جو برچھی سی تیز ہے
دشمن کے دل میں چبھتی اسی کی انی رہے

ہمت کبھی نہ ہاریئے انشاؔ یہ چاہیئے
جو بات دل میں ٹھن گئی بس وہ ٹھنی رہے

رات بھر اپنا ترستا ہی رہا جی باجی
اب تو نوبت بجی اُٹھوا جی باجی باجی

صدقے آواز کے تیرے جو پکارا میں نے
تو عجب شان سے کچھ تو نے کہا جی باجی

ہے سلیقہ تجھے اتنا کہ نظر آتی ہے
یاد شہزادی ترے سامنے پاجی باجی

لے لو اس کوٹھری میں میرے ڈرانے کے لئے
اک عبا اوڑھ کے بن بیٹھے ہیں حاجی باجی

کر دیا تو نے خفا مجھ سے مرے انشاؔ کو
تیری یہ لاج کرے شوخ مزاجی باجی

اللہ کرے سلامت جم جم رہے یہ بیڑا
ہے جس کے دم قدم سے دنیا کا سب بکھیڑا

بندی کی دُشمنی میں ناحق جو ہوں اُلٹی
لگ جائے اِن کے مُنہ پر از غیب کا تھپیڑا

باجی سے اپنی ہنس کر کل وہ پری یہ بولی
کیوں تم نے میرے انشاء اللہ خاں کو چھیڑا

انشاء نے یہ اشعار کہہ تو دئے مگر جس بد اخلاقی کی تعلیم ان سے ہوتی تھی اس کا علم بھی اُنھیں تھا کیونکہ دریائے لطافت میں مزاحاً لکھتے ہیں کہ طہماس بیگ خاں کے بیٹے سعادت یار خاں نے ریختے سے ریختی نکالی ہے تاکہ اسے پڑھ کے بہو بیٹیاں مشتاق ہوں۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ دہلی میں عالی گوہر شاہ عالم عالمگیر ثانی شہنشاہ اور لکھنؤ میں یمین الملک سعادت علی خاں نواب وزیر تھے۔ شاہ عالم بوڑھے ہو چکے تھے اور

ان کو غلام قادر روہیلے نے نابینا کر دیا تھا اس لئے وہ محض برائے نام بادشاہ تھے۔ نہ دولت رکھتے تھے نہ حکومت مگر شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے ان کا یہ قطعہ بہت مشہور ہے۔

صبح اُٹھ جام سے گزرتی ہے　　شب دلِ آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے　　اب تو آرام سے گزرتی ہے

نوبت یہ پہنچی تھی کہ جس جگہ سیکڑوں ناامیدوں کی امیدیں بر آیا کرتی تھیں اب وہاں ہزاروں زن و مرد بیکار بیٹھے اللہ سے مرادیں مانگ رہے تھے۔ جہاں پہلے ہُن برستا تھا اب وہاں حسرت برس رہی تھی۔ ملک پر تو ایسٹ انڈیا کمپنی قابض ہو گئی تھی۔ اب اگر بادشاہ بے ملک کا قبضہ کہیں تھا تو صرف رعایا کے دلوں پر تھا۔ قلعہ کی حالت ابتر تھی۔ نونہالانِ سلطنت کو گل و بلبل اور سرو و قمری کی خیالی داستانوں سے عشق تھا۔ چونکہ یہ بات ذہن نشین تھی کہ عشق مجازی عشق حقیقی کا زینہ ہے اس لئے وہ اپنی زندگی کا مقصد صرف یہ سمجھتے تھے کہ ہر ممکن طریقے سے حسن پرستی کریں۔ بہتیرے مردوں اور عورتوں نے یہ پیشہ اختیار کر رکھا تھا کہ دور دراز ملکوں سے خوبصورت لڑکیاں لاتے اور محل کی عیش پرستیوں کا لطف بڑھاتے۔ تعلیم کا کوئی معقول انتظام نہ تھا۔ عربی صرف انھیں بچوں کو پڑھائی جاتی جن کے والدین دیندار ہوتے۔ مگر اس تعلیم میں ایک بڑا نقص یہ تھا کہ قواعد عربی کی طول طویل کتابیں پندرہ سولہ برس تک رٹانے کے بعد فقہ و حدیث و منطق و فلسفہ پڑھانے کی نوبت آتی جس کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا کہ طلبا قواعد پڑھتے

پڑھتے اُکتا جاتے اور ادب کی کتابیں شروع کرنے سے پہلے ہی مکاتب کو خیرباد کہہ دیا کرتے اور ان پر شیخ سعدی کا یہ قول صادق آجاتا۔

نہ محقق شد و نہ دانشمند چارپاے برو کتابے چند

جو طلبا استقلال سے تحصیل علم کر لیتے تھے وہ اکثر اپنے علم و فضل کے اعتبار سے ملک و قوم کے فخر ہوا کرتے تھے۔ ان سے جہاں تک ہو سکتا تھا احقاقِ حق و ابطال باطل میں ساعی ہوتے تھے مگر ان بیچاروں کی سعی زیادہ تر ناشکور رہوتی تھی۔ البتہ فارسی خوب پڑھائی جاتی تھی۔ چونکہ سرکاری دفاتر فارسی میں تھے اور خط و کتابت بھی فارسی ہی میں ہوتی تھی اس لئے لوگ ضرورت وقت کا لحاظ کر کے مجبوراً یہ زبان حاصل کرتے مگر مصیبت یہ تھی کہ سوا گلستاں و بوستاں کے جتنی کتابیں درس میں داخل تھیں قریب قریب سب حُسن و عشق کی داستانوں سے مملو تھیں۔ ان کتابوں میں شاعرانہ تخیل نے جو سحر سازی کی ہے اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ شروع ہی سے وہ عاشق مزاج بن جاتے تھے اور حُسن و عشق کے خلاف قیاس معاملات کو بالکل ممکن الوقوع سمجھنے لگتے تھے اور جب فارغ التحصیل ہو کے مکتب سے نکلتے تھے تو انہیں فوق العادت باتوں کے خواہشمند رہتے تھے بعض گھروں میں یہ دستور بھی تھا کہ علم مجلس حاصل کرنے کے واسطے کمسن بچے زنان بازاری کے کوٹھوں پر بھیج دیے جاتے تھے جہاں وہ یہ علم تو حاصل کر لیتے تھے مگر ایسی باتیں بھی سیکھ جاتے تھے جو ہمیشہ علم اخلاق کی جانی دشمن ثابت ہوئی ہیں۔ یہ کیفیت خواص کی تھی عوام کی مذہبی اور اخلاقی حالت بہت اچھی تھی۔ باوجود اس کے کہ بادشاہ

کی شان و شوکت اور عظمت کا خاتمہ ہو چکا تھا پھر بھی عوام کی نظروں میں ان کی وقعت کم نہیں ہوئی تھی وہ انھیں اپنا اسلامی سردار۔ قومی پیشوا اور ظل اللہ سمجھتے تھے۔ یہ لوگ مذہبی مراسم نہایت خلوص اور عقیدت سے بجالاتے تھے اور ضرورت کے وقت مذہب پر جانیں قربان کر دیا کرتے تھے اگرچہ ان میں علم کی کمی تھی مگر علما کی قدر و منزلت جیسی چاہئے ویسی کرتے تھے۔ اُس وقت اُردو میں نہ تو کتابیں زیادہ لکھی جاتی تھیں نہ اُردو میں لوگ خط و کتابت کرتے تھے مگر عوام و خواص دونوں اسے اپنی زبان سمجھنے لگے تھے اور اس کو ترقی دینے کے واسطے پوری پوری کوششیں کر رہے تھے۔ ان کے نزدیک زبان کی اصلاح و توسیع صرف مشاعروں سے ہوتی تھی جن میں مشکل طرحیں کی جاتی تھیں۔ شاعروں کا دل بڑھانے کے واسطے بُرے سے بُرے شعر پر بھی تعریفوں کا پُل باندھ دیا جاتا تھا اور محفل میں کوئی کسی پر اعتراض کرتا تو اُسے سخت بدتہذیبی سمجھتے تھے۔ مشاعرے عوام بھی کرتے تھے اور قلعے میں بادشاہ اور شہزادوں کے یہاں بھی ہوتے تھے۔ اُس وقت دہلی کا بچّہ بچّہ شاعر تھا۔ شاعری میں فارسی کا تتبع کیا جاتا تھا اور فارسی کی نازک خیالیاں اُردو میں پیدا کرنے کی کوشش ہو رہی تھی میر محمد تقی میر۔ مرزا محمد رفیع سودا اور خواجہ میر درد اُستاد مانے جا رہے تھے۔ میر صاحب کے دردناک عاشقانہ اشعار اور میر درد کے تصوف سے لوگ متاثر تو ہوئے تھے مگر سوسائٹی کا مذاق کچھ اور چاہتا تھا اس لئے مرزا سودا نے محفلوں کا رنگ دیکھ کر ہجویں کہیں۔ ان سے کچھ دیر کو چہل پہل تو ہو گئی مگر ذاتی حملوں کی وجہ سے

لوگ انھیں کھلم کھلا پڑھ نہ سکتے تھے۔ اِس کا لحاظ کر کے بعض لوگ مطائبات کی طرف متوجہ ہو گئے اور اپنی نظم کو ہزل بر وزن غزل کہنے لگے حالانکہ یہ لفظ ہزل بر وزن فصل ہے اس رنگ میں جعفر زٹل پہلے مشہور ہو چکے تھے جن سے یہ اشعار یادگار ہیں ؎

دیکھئے اس فلک کی بیدادی پہلے دادا مرا تو پھر دادی
گھر کو جعفر کے کر دیا ویران ایک بڑھیا تھی وہ بھی لڑھکا دی

کشتیِ جعفر زٹلی در بھنور افتادہ است ڈگمگو ڈگمگو می کند بایک توجہ پار کن

جو آشنا وعدہ کرے وعدے سے وہ جھوٹا پڑے للّو پتّو کا دم بھرے بر روئے او پھٹکار بہ
جو نار لچکے چال میں سسکی بھرے ہر حال میں کالا تو کچھ ہے دال میں گردنش تلوار بہ
جس کی لڑاکی ساس ہو پر بغض چوں خناس ہو کب نیند اس کے پاس ہو اس گھر سے گنگا پار بہ

اب زبان کے کسی قدر صاف ہو جانے سے وہ باتیں تقویم پارینہ ہو چکی تھیں اس لئے میر غلام حسین ضاحک نے اصول شاعری کو مد نظر رکھ کے ہزل میں ایک خاص کیفیت پیدا کی، ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے ؎

یا ایہا التلانگہ کرّو جھلانگہ کل تو پچی پر ابیہ فرد بکا سرہ

مگر اس قسم کے اشعار میں تخیل کی شان ایسے تکلف سے دکھائی جاتی تھی کہ دل کے اصلی اور حقیقی احساسات اور جذبات جیسے ظاہر ہونا چاہئے ویسے نہ ہوتے تھے۔ لوگ تو یہ چاہتے تھے کہ اشعار دل کی ترجمانی کریں مگر تصنع مانع

آسان تھا لہذا یہ دیکھ کے کہ عورتوں کی زبان میں لوچ ہوتا ہے اور ان کے اکثر خیالات مردوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں اور یہ تسلیم کر کے کہ ان کی زبان بھی ٹکسالی ہے اور ان کے مخصوص محاورات کو بھی جزو زبان بننے کا حق حاصل ہے۔ شاعروں کو شگوفہ ہاتھ آیا۔ میاں رنگین نے بسم اللہ کی اور ریختی کا ایک دیوان کا دیوان مرتب کر ڈالا جس میں قصیدہ و مثنوی و فرد و رباعی و قطعہ و مخمس و مستزاد وغیرہ سب ہی کچھ ہے جیسا وہ خود مجالس رنگین میں تحریر کرتے ہیں کہ

در عظیم آباد کہ میلہ کھاٹون می شود و آن تمام مردم وضیع و شریف و زن و مرد در باغہا رفتہ چند روز می مانند در قص و تماشا می بینند۔ بندہ را کہ از چندیں صاحبان آنجا ربط شدہ بود باہم در سیر کھاٹون بہ باغہا رفتہ گلگشت می نمودم ہمکانیکہ نواب شجاع قلی خاں ولد نواب منیر الدولہ نشستہ بودند۔ رو بروے اوشان امام بخش بھانڈ کہ در شوخی رقص و خواندن آفت زمانہ بود و نقلہاے عجیب عجیب می کرد۔ بھانڈ مذکور بخدمت نواب عرض نمود کہ غزل ریختہا بسیار شنیدہ اند۔ اگر حکم شود ریختی بخوانم۔ فرمودند ریختی چہ معنی دارد۔ عرض کرد کہ رنگین نام شاعرے در شاہجہان آباد دریں ایام ایجاد کردہ است یعنی بزبان بیگمات غزلہا گفتہ ریختی نام نہادہ است۔

مت ستا مجکو دگانا ترے قربان گئی ٹیس پیڑو میں اٹھی اوہ مری جان گئی

اشخاصان کہ دراں تماشا ہمراہ بندہ بودند پرسیدند کہ ایں تصنیف ایشان است۔ گفتم بلے یک دیوان گفتہ ام مع قصیدہ و مثنوی و فرد و رباعی و قطعہ و مخمس و مستزاد۔ بسیار خندیدند۔ القصہ نظر نواب صاحب بر ما افتاد و طلبیدہ بہ تواضع پیش آمدند و نزد خود جا دادند و از بندہ فرمودند کہ ایں ریختی ایجاد

ایشان ست۔ گفتم بلے امام بخش را طلبیدہ بہ بندہ گفتند کہ کدام غزل ریختی دیگر بخوانید۔ غزل خواندم ؎

مجھ پہ طوفان نہ سے چاوہ کا چل دور ددا — جھوٹ سے منہ کا ترے جائے گا اُڑ نور ددا

ایں غزل نویسانیدم امام بخش عرض کرد اعتبار نیست شاید کسے دیگر باشد غزل تازہ ہمیں وقت بگویند فی الفور ایں غزل گفتم ؎

شکل جو آپ کی یاد آتی ہے — تو اجی روح نکل جاتی ہے

وہ تو ہوتی نہیں ہے ہے کمبخت — بات جو دل کو مرے بھاتی ہے

تعجب ہوتا ہے کہ تذکرۂ گلستان سخن میں جو ۱۲۷۰ھ میں مرزا قادر بخش بہادر صابر نے اپنے نام سے چھپوایا تھا اور جس کی بابت بعضوں کا یہ خیال ہے کہ ستر روپیہ دے کے شیخ امام بخش صہبائی سے لکھوایا تھا۔ رنگین کے حال میں یہ تحریر کیا گیا ہے۔

"دیوان دوم کے دیباچے میں کہ زبان اُردو میں اس رنگین نگار چابک رقم کا لکھا ہوا ہے۔ ریختی کو اپنا ایجاد بیان کیا ہے۔ راقم کے عندئے میں تو ادعائے محض ہے اس واسطے کہ انشاء اللہ خاں سے بہت سی ریختیاں مشہور اور السنہ عوام پر مذکور ہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ اس ظریف الطبع شوخ مزاج نے ابیات ریختی کو ریختے کا قصر تصور کر کے اسی شبستان میں اپنا گھر بنا لیا تھا اور اس کی ریختی نے اس قدر شہرت پائی تھی کہ انشاء اللہ خاں کی ریختی اہل روزگار کی خاطر سے فراموش ہو گئی تھی۔ اگر راقم سے پوچھئے تو انشاء اللہ خاں نے ریختی کی اوّل بنا ڈالی۔ اس معمار سخن نے اس کو بلند بلکہ تمام کیا۔"

اور اسی تذکرے میں مرزا علی بیگ نازنین کے حال میں یہ لکھا گیا ہے۔

"زبانِ اُردو میں اوّل ریختی کا رواج انشاء اللہ خاں انشا تخلص نے دیا ہے اور اس کے بعد سعادت یار خاں رنگین نے خواہ اس سبب سے کہ ان کی طبیعت کو خود اس صنف کلام کی طرف التفات[۱] تھی خواہ انشاء اللہ خاں کے اثر صحبت سے اس نظم میں ایسی زبان آوری کی کہ گویا اس کو اپنا شعار کر لیا۔"

جب رنگین خود ریختی کو اپنا ایجاد قرار دیتے ہیں جیسا مجالس رنگین کی عبارت منقولہ بالا سے ثابت ہوتا ہے اور انشاء اللہ خاں انشا بھی انہیں کے دعوے کی تائید کرتے ہیں جیسا دریائے لطافت کی اُس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جو غفر غلینی و یائی کے جواب میں اس طرح لکھی گئی ہے۔

سعادت یار خاں رنگین نے "غیختے کی تیئں چھوغ کغ ایک غیختی ایجاد کی ہے اس واسطے کہ بھغے آدمیوں کی بہو بیٹیاں پڑھغ مشتاق ہوں۔"

(یعنی ریختے کی تیئں چھوڑ کر ایک ریختی ایجاد کی ہے اس واسطے کہ بھلے آدمیوں کی بہو بیٹیاں پڑھ کر مشتاق ہوں)۔

تو مؤلف گلستان سخن کی رائے قابل اعتنا نہیں بلکہ اس پر مدعی سست و گواہ چست کا قول صادق آتا ہے۔

رنگین نے صرف ریختی کا دیوان ہی مرتب نہیں کیا تھا بلکہ ریختی کہنے والے شاگرد بھی بنا لئے تھے جیسا مجالس رنگین کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

شخصے از عالم نسا بیگم تخلص (آدم بیگم نام) دارد در مزاج آں شوخی بکمال است روزے چند غزل برائے اصلاح فرستادہ و چند غزل ریختی از یں جانب

---

[۱] التفات مذکر ہے۔

طلبیدہ بود۔ بندہ ایں غزل فرستادے

ٹیس پڑی دل میں اُٹھی اوہی مری جان گئی ... مت ستا مجکو دگانا ترے قربان گئی

تجھ سے جب تک نہ ملی تھی مجھے کچھ دکھ ہی نہ تھا ... ہاتھ ملتی ہوں تری بات کو کیوں مان گئی

و جملہ غزل در دیوان ست - در جواب ایں غزل از راہ شوخی نوشتہ فرستادے

کبھو کہتا ہے تو دل اور کبھو جان گئی ... جھوٹی باتیں ہیں یا مری جان یہ میں جان گئی

بیسجر ملا بن کو ذرا چھوڑ کے مردی پکڑو ... کچھ یہ بولی ہے کہ اے اوہی مری جان گئی

جی میں کچھ اور نہ لے جائیو واری تیرے ... تو تو شاعر ہے بڑا میں تجھے پہچان گئی

تیر کی طرح تری بات مرے جی کو لگی ... تری رنگینی پر ان شعروں کے قربان گئی

جان بیگم کو تو بس اپنی ہی لونڈی رنگین ... صدقے ہر دم ترے واری ترے ہر آن گئی

ہر گاہ ایں غزل نوشتہ بہ بندہ فرستاد ہماں وقت بر پشت آں در جواب نوشتہ فرستادم

کس نے لکھا تھا تمھیں دل گیا و جان گئی ... مجکو کیوں لکھتی ہو تم میں تجھے پہچان گئی

بیسوا مجکو جو کہتی ہو خبردار رہو ... وقت پر کیونہ لبس کر ترے قربان گئی

جس کو کہتا ہوں اسے دیتا ہوں سارا ذرا خرچی ... نخرا پھر کر کے میں کہتا ہوں مری جان گئی

پڑھ کے اس شعر کو تیرے تو ہوا تھا میں خفا ... کچھ بھی بولی ہے کہ اے اوہی مری جان گئی

بر وہیں ہنس پڑا جب میں نے پڑھا یہ مصرع ... تیری رنگینی پہ ان شعروں کے قربان گئی

رنگین شاہ حاتم کے شاگرد تھے ۔ ایسے مشاق تھے کہ شعر برجستہ کہتے تھے ۔ اگر کسی کے کلام میں غلطی دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے بلکہ اصلاح بھی دیدیتے تھے ۔ ایک دن اُن کے اُستاد نے اپنے شاگردوں کے سامنے اپنا یہ مطلع پڑھاے

سر کو ٹپکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے ... رات ہم ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے

رنگین نے سُنا تو کہا استاد دوسرا مصرع یوں کہیۓ

ع

ہم نے شب ہجر کی دولت سے مزہ لوٹا ہے۔

شاہ صاحب کی بزرگی کے لحاظ سے اِن کی یہ گستاخی لوگوں کو اچھی نہ معلوم ہوئی مگر شاہ صاحب نے بڑی تعریف کی اور کہا میں اپنے دیوان میں یہ مطلع اُسی طرح لکھاؤں گا جس طرح تم کہتے ہو۔ رنگین گھوڑے کی سوداگری میں مختلف مقامات کا سفر کرتے رہتے تھے۔ کلکتہ تک پہنچ جاتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ نقصان ہوا تو سوداگری چھوڑ کے شاہزادہ مرزا محمد سلیمان شکوہ سلیمان کی سرکار میں ملازمت کرلی۔ یہ شہزادے محمد اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے سگے بھائی تھے۔ دہلی سے جب لکھنؤ آئے تھے تو نواب آصف الدولہ نے ان کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت بڑے پس و پیش سے دی تھی اور نواب گورنر جنرل کے بہت کہنے سننے سے چھ ہزار روپیے ماہوار ان کے واسطے مقرر کردئے تھے۔ ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے

دل اب تو عشق کے دریا میں ڈالا ۔۔۔ توکلت علی اللہ تعالےٰ
نفخت فیہ من الروحی کے دم سے ۔۔۔ ہمیں دم آپ نے دے کر نکالا

جان دی راہِ محبت میں الٰہی صد شکر ۔۔۔ بات جو ہم نے کہی تھی سو نباہی صد شکر

زخم کھا کر جو میں تڑپا تو لگا یوں کہنے ۔۔۔ اچھا اچھا تو تڑپ کر مری تلوار کو توڑ
ہر شب گر دل ہی پڑا اُس کی تو سلیماں دے ڈال ۔۔۔ ایک دل کے لئے مت خاطر دلدار کو توڑ

جبہ سائی کا نشاں جائے جبیں سے کیونکر ۔۔۔ کوئی تقدیر کے لکھے کو مٹا سکتا ہے

انھیں کی ملازمت میں انشاء اللہ خاں انشا اور شیخ قلندر بخش جرأت بھی تھے۔ کچھ دن نوکری کرنے کے بعد رنگین ملازمت سے کنارہ کش ہو کے دہلی واپس چلے گئے۔ انشاء اللہ خاں انشا ان کے بڑے دوستوں میں تھے شہزادۂ موصوف کے خوش کرنے کے واسطے دونوں شاعر ریختی اکثر کہا کرتے تھے اس ملازمت کی بابت مجالس رنگین میں وہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ

درلکھنؤ بندہ و برادر انشاء اللہ خاں درسرکار مرشد زادہ آفاق مرزا محمد سلیمان شکوہ کہ سلیمان تخلص می فرمایند ملازم بودیم۔ باہم آں قدر دوستی و اخلاص داشتیم کہ در تحریر نمی آید۔ چنانچہ ایں شعر انتخاب است کہ درحق بندہ فرمودہ بودند ؎

عجب رنگینیاں ہوتی تھیں جب باتوں میں اے انشا
ہم مل بیٹھتے تھے جب سعادت یار خاں اور ہم

کلام رنگین

قطعہ ۱

جب کہا میں نے کہ میرے گھر چلو — تب مری گوئیاں نے اے رنگیں پکار
گال پہ انگلی کو دھر کر یوں کہا — میں ترے گھر جاؤں گی اے دور پار

قطعہ ۲

کل جو میں نے کہا زناخی سے — جی میں آتا ہے تجھ سے کیجے عیش
تو لگی کہنے یوں وہ اے رنگین — بس بس اب مجھ کو مت دلا دے طیش

قطعہ ۳

تو نے دھمکا کے جو رنگین مجھے کل — لب کا بوسہ نہ دیا جانی ایک

میں نے اس سر کی قسم ہے اپنا کیا رو رو کے لہو پانی ایک

لکھنؤ میں یمین الملک نواب **سعادت علی خاں** کا زمانہ تھا۔ ابھی تک حکمرانان اودھ شاہ نہیں سمجھے جاتے تھے۔ **نواب وزیر** کہے جاتے تھے وہ شہنشاہ دہلی کے ماتحت نہ تھے۔ خود مختار تھے۔ ان کی مسند نشینی سے پہلے ان کے بڑے بھائی نواب **آصف الدولہ** نے اپنے زمان حکومت میں خزانہ تو قریب قریب خالی کر دیا تھا مگر سخاوت کے ایسے کرشمے بھی دکھائے تھے کہ لوگ حاتم کو بھول گئے تھے۔ داد و دہش میں کشش تو ہوتی ہی ہے دور دور کے باکمال لکھنؤ میں کھنچ آئے تھے۔ جب دہلی کے مشہور شاعر **میر و سودا** پہنچے تو نواب **آصف الدولہ** نے ان کے گزارے کا معقول انتظام کر دیا۔ اُس وقت لکھنؤ میں دولت کی وہی افراط اور علم و فضل کی وہی قدر و منزلت تھی جو لوگ قصے کہانیوں میں کبھی سنا کرتے تھے۔ چیزوں کی ارزانی اور اہل شہر کی قدر دانی میں تسخیر کی کیفیت تھی۔ جو **لکھنو** پہنچتا تھا وہ یہ سمجھتا تھا کہ گویا جنت میں آگیا علما اور شعرا کی جو قدر **لکھنؤ** کر رہا تھا اس سے بڑھ کے بقول **آزاد** مرحوم بہشت ہی میں ہو تو ہو۔ حُسن پرستی اور عاشق مزاجی عام تھی مگر دولت کی کثرت اور خیر خیرات کی برکت بد اعمالیوں پر پردہ ڈالے ہوئے تھی۔ نواب تھے تو شیعہ مگر سُنّی علمائے **فرنگی محل** سے ایسی عقیدت رکھتے تھے کہ نزاعی امور میں انھیں کی رائے کو اکثر ترجیح دیا کرتے تھے۔ **آصف الدولہ** کے بعد جب **سعادت علی خان** حکمراں ہوئے تو انھوں نے سلطنت کے انتظام کی طرف خاص توجہ کی۔ دفاتر میں قابل اشخاص مقرر کئے اور سلطنت کی آمدنی اور خرچ کا باقاعدہ انتظام کیا۔

چونکہ علم دوست تھے اس لئے ان کے مصاحب بھی وہی لوگ ہوئے جو اہل علم وصاحب استعداد تھے۔ دہلی کے مشاہیر لکھنؤ چلے آئے تھے اس لئے یہاں کی رونق زیادہ بڑھ گئی تھی۔ شہر علوم وفنون کا مرکز بن گیا تھا اور لکھنؤ کی زبان بھی بجائے خود مستند ہوگئی تھی۔ اس وقت شاعروں میں شیخ قلندر بخش جرأت اور شیخ غلام ہمدانی مصحفی اور میر انشاء اللہ خاں انشا بہت مشہور تھے۔ جرأت معاملہ بندی کے شاعر تھے اور مصحفی قادر الکلامی کی داد دیتے تھے۔ مگر یہ دونوں نہ تو انشا کے سے قابل تھے نہ ان کے کلام میں وہ چاشنی تھی جس کے جویا لکھنؤ کے اہل مذاق تھے اس لئے انشا بہت مشہور ہوئے اور وہ مرزا سلیمان شکوہ کے یہاں سے نواب سعادت علی خان کے دربار میں آرہے۔ یہاں تمسخر کی اور باتوں کے ساتھ اپنی ریختی بھی نواب ممدوح کو سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ نواب موصوف نے روزہ رکھا اور حکم دے دیا کہ کوئی ہمارے پاس آنے نہ پائے۔ انشا کو ضروری کام تھا۔ پہنچے۔ پہرہ دار نے کہا کہ آج حکم نہیں آگے آپ مالک ہیں۔ باوجود انتہائے مرحمت کے یہ بھی مزاج سے ہشیار رہتے تھے۔ تھوڑی دیر تامل کیا آخر کمر کھول دستار سر سے بڑھا۔ قبا اُتاری اور دوپٹا عورتوں کی طرح اوڑھ کر ایک ناز و انداز کے ساتھ سامنے جا کھڑے ہوئے جوں ہی نواب کی نظر پڑی آپ انگلی ناک پر دھر کر بولے ؎

میں ترے صدقے نہ رکھ اے مری پیاری روزہ
بندی رکھ لے گی ترے بدلے ہزاری روزہ

نواب بے اختیار ہنس پڑے اور جو کچھ کہنا سُننا تھا وہ کہا اور ہنستے کھیلتے چلے آئے۔

انشا کی ریختی کا انتخاب یہاں درج کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ بعد کو لکھنؤ اور دہلی میں اس صنف نظم میں کیا ترقی ہوئی۔

مجھ سے نہ اڑ زناخی[1] تورات گو کہیں تھی
ہے رنگ کوئی چھپتا ایسی ملی دلی کا
ہاتھوں سے تیرے میں تو کمبخت عاجز آئی
جو کام ہے نگوڑا تیرا سو ہلبلی کا
کیونکر قدم رسولوں[2] جا کر بھروں نہ چوکی[3]
رکھیئے جو آسرا تو ایسے مہابلی کا

کروں بستار[4] کیا اپنی دگانا کی رکھائی کا
دماغ آگر انہیں میں ٹھس رہا ساری خدائی کا
نیا یہ سو ہلا سنیئے لگا ہے ٹوہ میں میرے
موا دربان کا لڑکا تلینڈو[5] منجھلے بھائی کا

چوٹی پہ تری سانپ کی ہے لہر دگانا
کھاتی ہوں تیرے واسطے میں زہر دگانا
بن بیٹھے ہیں دولھا دلہن اس وقت جو ہم تم
تو لاکھ روپیہ کا تو بندھے مہر دگانا

تم نے یہ بیتی کہانی تو نبیڑی[6] انا
آپ بیتی تو کوئی بات نہ چھیڑی انا
بلیلا ٹھیکری اک ڈھونڈ کے لادے جس سے
اپنی رگڑا کروں میں پاؤں کی ایڑی انا

---

[1] زناخی اُس عورت کو کہتے جو ہمدم اور ہمراز ہو۔ [2] قدم رسول دہلی میں ایک جگہ ہے جہاں رسول کے قدم مبارک کا نشان ہے [3] چوکی بھرنا۔ ولیوں یا شہیدوں کے مزار پر جا کے منت ماننا اور نیاز دلوانا [4] بستار یعنی تشریح [5] تلینڈو یعنی مطیع و مغلوب و ملازم [6] نبیڑنا، دوہرانا یا کہہ کے سنانا۔

گُٹّے زناخی سے ہوئی دوستی اچھا تو ہوا ‏ کٹ گئی یعنی مرے پاؤں کی بیڑی اتّا

✣

تھام تھام اپنے کو رکھتی ہوں بہت سا لیکن ‏ کیا کہوں تھم نہیں سکتا مرا اندر والا

✣

اُڑ گئی[1] فاختہ کیوں سرو پہ دم دیتی ہے ‏ اجی اس کا نہ کچھ اچھا مجھے کھٹراگ لگا

✣

ہے یہ بجتی کون سی منزل انشا اس کا نام بتا ‏ ڈر سا میرے دل کے اندر اس منزل میں بیٹھ گیا

✣

اپنا جو جتاتا ہو ہمیں زور نگوڑا ‏ صدقے اسے کر ڈالئے در گور نگوڑا
سوتی تھی مزے میں کہ گئی نیند اچٹ ہائے ‏ کیا جانئے کیسا یہ ہوا شور نگوڑا
بن چیخ پڑوں کیوں نہ جو لے چٹکی مری انی ‏ ڈالے مسل انگلی کی مری پور نگوڑا
ہمسائے میں کونبھل[2] ہوئی کل رات کو انشا ‏ گھس اس کے زنانے میں گیا چور نگوڑا

✣

کمبخت ہے وہ کام دگانا بہت برا ‏ صدقے کیا تھا ہے یہ زمانا بہت برا
دلسوز ہے دَدا مری پر اس کا ہر گھڑی ‏ لگتا ہے انگلیوں کا نچانا بہت برا
بھر آئی میری آنکھ تو انشا نے یہ کہا ‏ لگتا ہے مجکو ٹسوے[3] گھلانا بہت برا

✣

تو تو ادکٹی نہیں جائے گی مرے عیبوں میں ‏ ارے میں عیب بھری ہوں تو بھلا تجکو کیا

---

[1] اُڑ گئی ایک کلمۂ نفرت ہے جیسے غارت گیا [2] کونبھل ۔ نقب سیندھ [3] ٹسوے گھلانا ۔ آنسو بہانا ۔ اب یہ متروک ہے

چبھتی ہے یہ تو نگوڑی مجھے بھاری انگیا — کوئی سادی سی مرے واسطے لاری انگیا
گوکھرو لہر بنت ڈاک ستارے کیا چیز — اس سے ہو جاتی ہے کمبخت گنواری انگیا
اوڑھنی مجھ سے جو بدلی تو اجی باجی جان — وہ بھی اک دیجے جو ہو بھاری سے بھاری انگیا
تھی عجب کوئی سگھڑ جس نے یہ کاڑھی بوٹی — واچھڑے[1] بن گئی اک پھولوں کی کیاری انگیا

⁂

تو قیامت ہے سری بے حد برا تیرا گلا — خوش نہیں آتا ہمیں بی فاختہ یہ چوچلا
روپ آتو کا پکڑ بیٹھی کوئی کالی بلا — تب تو بے سٹے پڑھیں کالو بلا کالو بلا
سیل[2] کے کونڈے اسی کے آج ہیں کیا اے ددا — ہے چموٹا سا جو لڑکا تیری گودی کا پلا

⁂

کیا کروں جانتی ہوں چاہت میں — لاکھ طرحوں کی ہے اکھاڑ پچھاڑ
جب تلک ہو سکے دوگانا جان — کیجے اپنے طرف سے دوڑ دھپاڑ[3]
ق
آگے پھر یا نصیب یا قسمت — جو بدا ہو سوار یا کہ بگاڑ
لے چل انشا مجھے کھجور تلے — یہ تو ہے مرد نام اس کا تاڑ

⁂

دن میں سو بار بچھا بیٹھے گر جا ے نماز — اپنے کرتوتوں سے پر ہم کوئی آتے ہیں باز
بیگما نے جو کیا جھک کے سلام آتو کو — آغا مینا نے سنائی اسے یوں ہی آواز

---

[1] واچھڑے کلمہ تعجب تھا۔ یہ اب متروک ہے [2] سیل کا کونڈا ایک نذر ہے۔ جب لڑکے کی مسیں بھیگنے لگتی ہیں تو عورتیں اس خوشی میں سویاں دودھ شکر ڈال کر پکاتی اور کونڈے میں رکھ کر اللہ میاں کی نیاز دلواتی اور سب کو کھلاتی ہیں [3] دوڑ دھپاڑ یعنی دوڑ دھوپ۔

۲۱

گل چمن یہ جو چمک ساتھ پڑی پھرتی ہے ۔۔۔ شاید اب اس کا کوئی یار ہولے زر دوز

باجی کی باس میں جو رچی اک جنے کی باس ۔۔۔ تو ٹھیک ٹھیک ہو گئی دولہن بنے کی باس
جنا نگوڑا کہنا بھی کچھ لفظ ہے بھلا ۔۔۔ ہم تو یہی کہیں گے اجی اُبٹنے کی باس
چاہت کی آگ سے یہ بُھنا دل کسے دوں ۔۔۔ گودی میں اپنے بھر گئی بھونے چنے کی باس

گود پھولوں سے بھری میری دگانا شاباش ۔۔۔ تیری کھیتی ہو ہری میری دگانا شاباش

یوں ہی میں غش ہوئی دگانا پر ۔۔۔ راجہ نل جیسے تھا دمن پر غش
کیا ہی سَنَّاٹے کی ہوا آئی ۔۔۔ ہو گئی جان اس کے سن پر غش

باجی تم چاہتی ہو بندی سے جیسا اخلاص ۔۔۔ اجی ہو کوارے پول میں تو جو ہو ایسا اخلاص
نہ بتورے دو مجھے یاں سے اُڑنچھو ہو جاؤ ۔۔۔ کس کو کہتے ہیں محبت اجی کیسا اخلاص
اوپری دل سے نہ مل ان سے جو کھیلیں حرفت ۔۔۔ جیسے مُنہ ویسے تھپیڑ ایسے کو ویسا اخلاص

اوروں کے سر جا چڑھو مجھ سے نہ بولو ددا ۔۔۔ رکھو نہ اُجڑی ہوئی بختوں جلی سے غرض

مت دیا کرنت نئے ہر روز یونہی دم غلط ۔۔۔ چال وہ چل بگیا ہو جس میں اپنا غم غلط

۱؎ اُجڑی ہوئی بختوں جلی کلمات تحقیر ہیں۔

چار دن کی چاندنی[1] ہے پھر اندھیرا پاکھ ہے
سچ تو یہ ہے یہ سارا حسن کا عالم غلط

❖

کب زنا خی مرے پاس آئی تھی کل رات غلط
مجھ سے اُس سے ہوئی کس طرح ملاقات غلط
چار پائی وہ لگا پھاند کے آئی کس راہ
ایسی دیوار بڑی سے اجی یہ بات غلط

❖

شرط ہے رکھنا لحاظ اتنی بھی مت ہو بے لحاظ
سانس مت بھرا و دگانا چپ لئے اے بے لحاظ
سمدھنیں آویں گی تیرے دیکھنے کو بیگما
اُن کو تو یاں سے اُٹھائے ہو دیں جوب بے لحاظ
موتے سو توں سے کہو اپنے چہ خوش لے وا چھڑے
دال[2] فے ہو یاں بھلا کہتے ہو کس کو بے لحاظ
ٹمن[3] مُتنی اس قدر بن جائیے کیا فائدہ
تار سب جاویں گے بی اتنی بھی مت رو بے لحاظ

❖

نہیں یاں کسی آشنا کی توقع
ہمیں ہے بس اپنے خدا کی توقع
اُڑ بچھو ہوئیں دائی جی تو کبھی کی
رہی اب نو بڑھیا دوا کی توقع
ارے بی بی سیدانی صدقے گئی تھی
مجھے ہے تمھاری دعا کی توقع
جنھیں برف و شورہ میسر نہ ہووے
انھیں ہو تو پنکھوا ہوا کی توقع
نہ صاحب یہ جھوٹوں کے سروار نکلے
نہ رکھے کوئی ان بچا کی توقع
بڑی ہے جو مشکل تو کیا ڈر ہے انشا
کہ رکھتی ہوں مشکل کشا کی توقع

---

[1] چار دن کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھ یعنی چار دن کا عیش ہے اور پھر وہی تکلیف ہے یا چار دن کی جوانی ہے پھر وہی بڑھاپا ہے [2] دال فے ہو یعنی دفان ہو [3] ٹمن مُتنی یعنی ذرا سی بات میں رونے والی۔

نہیں جاتی کہیں مہمان مرے دل کا شوق — تم کو کیا اس سے دوا جان مرے دل کا شوق

ہم سے کیا اڑ سکے کوئی پیاری — لاکھ تاڑوں میں اپنی تاڑ ہے ایک

تم نے جو میرا اوڑھا دوپٹا ہے یہ دگانا بات کڈھب — لگتا ہے اس میں دونوں کو بٹا ہے یہ دگانا بات کڈھب
خط پڑھنے کو ڈیوڑھی کے اوپر چاہئے کوئی بوڑھا سا — انشا تو ہے ہٹا کٹا ہے یہ دگانا بات کڈھب

لہر میں چوٹی کی تیری ڈر کے مارے کانپ کانپ — چونک چونک اٹھتی ہوں میں ارا تو کوئی کہہ کر سانپ سانپ
نوج تم کوٹھے پہ آتیں اے بڑی دائی الو — لوگ سب سوتے ہوئے تم نے جگائے ہانپ ہانپ
لو جو کہتی ہے کہ تجکو بھانپتا ہے اک جبنا[1] — کیا ڈرانے مجکو لگتی ہے یہ تیری بھانپ بھانپ
ہے بڑا جگرا ترا انشا ارے تو تہر سہے — کب تلک میں تیری کرتوتوں کو رکھوں ڈھانپ ڈھانپ

بس بلائیں مری نہ لے چٹ چٹ — اے دگانا تو ایک ہے نٹ کھٹ
دم دلاسا نہ دے عبث اتنا — چل چخی دور ہو پرے بھی ہٹ

تجھے کچھ شرم بھی ہے ہٹ پرے او کمبخت — تاڑ جاویں گے برے لوگ ارے او کمبخت

سارے بھو تو نے لیے ہے یہ ہوا خوجا خبیث — مجکو گھورا ہی کرے ہے یہ موا خوجا خبیث

---

[1] جنا یعنی مرد۔

رات بھر کھانسا کرے ہے نیند آتی ہی نہیں — موت کے اب دن بھرے ہے یہ موا خوجا خبیث
توتیے[1] کیا جوڑتا ہے اس کو مجھ تک کھینچ لا — دیکھیو کوکا[2] ارے ہے یہ موا خوجا خبیث

کوئی چاہت میں کسی شخص کے بدنام ہو نوج — اے ودا جان وہ کمبخت برا کام ہو نوج
آگیا تیری رضائی میں پسینا مجھکو — گرم ایسا بھی نگوڑا کوئی حمام ہو نوج

باجی کہتی ہیں کہ اک مردوے پر غش ہے تو — مفت ایسا بھی کسی شخص پہ بہتان ہو نوج

کان کی لو میں گھسے موٹی سی بالی کیونکر — جس کا ہو سوئی کے ناکے سے بھی ننھا سوراخ

بلائیں میں نے جو لیں اُن کی کل چٹاخ چٹاخ — تو کس مزے سے کہا بیگما نے چل گستاخ

شب برات جو آئے تو دیکھیو انشا — کہ مچ رہی پٹاخوں کی کیا چٹاخ چٹاخ

میں ترے صدقے گئی اے مری پیاری مت چیخ — مت جگا نیند بھرے لوگوں کو واری مت چیخ
کیوں مرا مغز پھراتی ہے اری مینا چپ — اڑ گئی دور بھی ہو جیسے گنواری مت چیخ

میں نے جو حوض میں ایک موم کی چھوڑی بطخ — تو لگی دھوم مچانے یہ نگوڑی بطخ

---

[1] توتیے جوڑنا یعنی تہمت لگانا [2] کوکا دودھ شریک بھائی یا بہن کو کہتے ہیں۔

ہے تو سہی اجی یہ نکیلا ازار بند — لیکن کسی کا نوج ہو ڈھیلا ازار بند
ہے ظالم اے دگانا ترے ڈھیلے پائنچے — نیفہ گلابی اور وہ نیلا ازار بند

جا کے کیلوں میں چھپو سب سے اکیلے ہو کر — تاڑے کوئی تو تن جائیو کیلے ہو کر
یوں سے دور جا کے دلا ٹھکے ادھر سے چپکے — انھیں حمّام میں لے جاؤ طویلے ہو کر

خانمی جاہ ہے وہ جھاڑ پہاڑ — سیکڑوں گھر کیے ہیں جن نے اُجاڑ
جو مجھے لڑ کے سوا الٰہی کرے — ہوتے سوتے کو اپنے کھاوے پچھاڑ
ٹوٹ جاوے کہیں یہ تیری چول — ارے اُو بے سرے نگوڑے کواڑ
کس لئے اپنے ساتھ لاتی ہیں — آپ ان لونڈیوں کی دھاڑ کی دھاڑ

ہے جو دروازہ وہ دگانا کا — اس میں بن چول کا کواڑ ہے ایک
اس کی زنجیر بھی نہیں لگتی — آگے پھر شرم ہی کی آڑ ہے ایک

میں نے دیکھی ہے اس کے کان میں لونگ — کیوں نہ خوش آوے مجھکو پان میں لونگ
ہے جگائی ہوئی دوالی کی — قہر ایک اس کے پاندان میں لونگ

بات آ تو جی کی ہے ہرگز نہیں کچھ مانتی — سچ تو یہ ہے بگیا تو نے بُرے سیکھے ہیں ڈھنگ

سینہ پہ میرے اپنے کھلے سر کے بال ڈال — بے ریشمہ ہیں یہ آم ارے ان کی پال ڈال
کیا چیز ہے جو دھیان میں اپنے نہیں ارے — ہیں پات پات میں بھی اگر تو ہے ڈال ڈال
جس دم چڑھائیں دائی کے سر پھول پان لوگ — اس وقت میرے ہاتھ پہ اپنا اُگال ڈال
تکیوں کو دم کے اپنے بدل اُٹھ پلنگ سے — اپنا لحاف ان پہ اُڑھا ان پہ شال ڈال
یارب لگائی آگ جو جس نے یہ بیر کی — پانی کے دیگ میں اسے لے کر اُبال ڈال
ہولی میں جوگن ایسی بنی وہ کہ جس کو دیکھ — آزاد لوگ بھول گئے اپنی چال ڈھال
میں پھنک گئی ہوں چاہ میں اک مردوے کے ہٹ — اس میلے سر کو میرے دگانا کھنگال ڈال
ہرگز غبار دل میں کچھ انشا سے تو نہ رکھ — سینہ کی آرسی کو زناخی اجال ڈال

اری بی ایک ہی عیار ہو تم — ناک چوٹی میں گرفتار رہو تم
سچ نہ بولے کبھو انشا سے چلو — اجی سب جھوٹوں کے سردار ہو تم

ہے ان دنوں میں ان کی جو آواز ڈوک میں — تو کھردھراہٹ اور ہی ہے نوک جوک میں
باجی نکالے ہاتھ دوشالے سے کون اب — پانی پلا دے تو ہی مجھے اپنے اوک میں
تیزی گٹھلی آنکھ میں ہے بیگما کی جو — سو دھار میں چھری کی نہ چاقو کی نوک میں
دربان ہے وہ ایک نگوڑا سو عمر بھر — میری اصیل ہی کی رہا روک ٹوک میں
باہمن کے لڑکے کھول کے پوتھی بچار تو — مجھ سے پری بھی ہوگی کوئی اندر لوک میں

میں تو کچھ کھیلی نہیں ہوں ایسی کچی گولیاں — جو نہ سمجھوں گی زناخی جان تیری بولیاں

منہ بنائے بیگما ہے تو پڑی پھرتی ہیں آج — ٹھنڈی سانسیں بھرتیاں اس کی گئی ہمجولیاں
بس کہیں چپکی بھی ہو ایسے کہیں نوے کرڑور — جیب میں میری بھری ہیں بولیاں اور ٹھولیاں
کیا کسی کی درد سمجھیں رنڈیاں یاں کی اجی — ٹھوس ہیں اوپر سے اور اندر کے دل سے پولیاں
پائنیچے ڈھیلے قبائیں سب نے کیں اب ٹھیک ٹھیک — اُڑ گئے وہ لمبے دامن اور اونچی چولیاں
کچھ نہیں معلوم پوچھو کونسا میلا ہے آج — جا تیاں ہیں جو گھچا گھچ ڈولیوں پر ڈولیاں
مطلب انشا کا سمجھتیں ہی نہیں اے واچھڑے — بیگمیں اور خانمیں ہیں ایسی ہی تو بھولیاں

تھیں تو پردہ والیاں مجکو پرے ہٹ بولتیں — اُنگلیاں تھیں پر سبھوں کی دل سے چٹ چٹ بولتیں
بیگما نے لیا شیشہ تو ساری گائین — کیا ھراجی ہن کے ہیں اس سے غٹا غٹ بولتیں

کیا ترے سر آ چڑھے چاروں کے چاروں الاماں — شاہ دریا شیخ سدو زین خاں ننھے میاں

سوتیں کمبخت وہ جو بیسر دد ٹراتی رہیں — اُن سے آخر کیا ہوا اپنا کیا پاتی رہیں

کیا یہ چھڑ کھانی کی باتیں آکے ہم سے چھیڑیاں — سیکڑوں تم سے یہاں رگڑا گئے ہیں ایڑیاں

مدہ میں جوبن کے بھری ہیں یہ جو لونڈوں گھیریاں — لیتیاں ہیں صحن اور کوٹھوں پہ سو چک پھیریاں

لفظ آدے ہیں اس میں پڑھنے کے گُن — جیسے کھیل میں بھی لگی ہو یہ دُھن
الف دو زبر اَ دو زیر اِ دو پیش اُ — سو نام خدا بیگما ہے ارے سُن
سُنی تھی کسی سے جو بحر تقارب — اسے کر لیا گھنگھروؤں کا تفنُّن

کہ تولے ہے اپنے سبق پر یہ گھگر   فعولن فعولن فعولن فعولن

بلا سے اگر آئی ہولی کہارو   نہ مجھ سے کرو بولی ٹھولی کہارو
کٹے پیسے صدقے کئے کیا بلا ہیں   روپے دوں گی میں بھر کے جھولی کہارو

نگوڑی چاہت کو کیوں سمیٹا غضب کے جھکڑ تجھ پہ جھیلنے کو   دگانا پڑ جائے پٹکی ایسے تمہارے اٹھکھیل کھیلنے کو
ہزار فوجوں کو جو کہ ریلیں کہیں گے ہم تو نہ مرد ان کو   اری تو جگرا سراہ ان کا کہ جاویں پریوں کے ریلنے کو
ڈھکیل دینے سے تیرے کو کا لچک سی ان کی کمر میں آئی   بلا سمیٹے اور آگ لگ جائے ایسے تیرے ڈھکیلنے کو
نصیب جاگیں گے بیگما جی تو میں بھی اک رتجگا کروں گا   ابھی تو انشا کے ساتھ سے یاں ترے پہ میں پاٹ پیلنے کو

بات وہ لائیے کمبخت جو جیت چاہی ہو   اجی بس جاؤ بھی کچھ تم تو بڑے واہی ہو
پھر جو بولا اٹھوں گی کچھ میں تو یہ طعنے دو گی   قہر ایسا نہ کرو تم ابھی بن بیاہی ہو
دیکھ لینا تو مجھے آج سے انشا اللہ   ضد سے آ تو کے وہاں بیٹھوں جہاں باہی ہو

تم بڑی قہر ہو اے باجی جان   نوج تم سی کوئی چھتیسی ہو

ہے ترے منہ کا اگال اس پیٹ کا میرے ادھار   میرے خاطر کیوں منگاتی پان کی ڈھولی ہے تو
سنسنا جاتا ہے جی اپنا دگانا اس گھڑی   گھر کے جانے کو منگاتی جس گھڑی ڈولی ہے تو

ارے موتی ادھر آ تو — کہ سکھائے ہنر آ تو
مار یئے کیا ہی گدگے — جاوے اپنے جو گھر آ تو
کوئی کمبخت نہ ہوگی — کہیں تجھ سے کٹر آ تو

❖

نہ کہیو پھر نہ کی اللہ اللہ [1] — اجی اُستاد جی اللہ اللہ
الو تم نے مری کیا جڑ نکالی — یہ کیا ہے ہر گھڑی اللہ اللہ
تمھاری دولت [2] ابتو ہو گئی ہے — نہ تھی جن سے کبھی اللہ اللہ

❖

یہ گھٹا رات کو چھائی کہ الٰہی توبہ — مینہ نے وہ آنکھ دکھائی کہ الٰہی توبہ

❖

دگانا مدھ میں جوبن کے بھری وہ وقت آ پہنچا — کہ کوئی بھول اُس کی گود میں کوئی لا کے پھل ڈالے
ارے تو ابلی ہی پڑتی ہے مارے جھل کے اے رنڈی — خدا ایسے بھی دے دل میں کسی کے نوچ جھل ڈالے
بھلا ہوتا نہیں دُنیا میں رسموں کے بدلنے سے — جو اپنی خیر چاہے سو تری نیت بدل ڈالے
گھڑی جیسے فرنگی بولتی ہے دل بھی ہے یونہی — یہ خطرہ ہے کہ تو کوئی بگاڑ اس کی نہ کل ڈالے

❖

کل ایک گھر میں خوب سے چھوٹے بڑے لڑے — ہاتھوں سے ہاتھ اور کڑوں سے کڑے لڑے
چھلنی سے چھاجھ چھاجھ سے چھلنی اُلجھ گئی — مٹکوں سے مٹکے ٹوٹے گھڑوں سے گھڑے لڑے
لڑکوں سے لڑکے چمٹے جوانوں سے سب جواں — بڈھوں سے بڈھے کڑ بڑوں سے کڑ بڑے لڑے

---

[1] اللہ اللہ نہ کی یعنے سلام نہ کیا۔ [2] دولت ان معنوں میں اب متروک ہے۔ اسی جگہ بدولت بولتے ہیں۔

جھونٹوں سے جھونٹے گتھ پڑے جوتوں سے جوتیاں
جیٹھوں سے بیٹھے پیٹے کھڑوں سے کٹرے اڑے
حُقّوں سے حُقّے چلموں سے چلمیں بھی ٹوٹیاں
پیچوں سے نیچے گڑگڑوں سے گڑگڑے اڑے
جب تل گئی لڑائی ترازو کے تول میں
باٹوں سے باٹ ٹوٹے دھڑوں سے دھڑے اڑے
انشایہ دیدے اپنے بھی اس دھوم دھام سے
دیدوں سے ایک شخص کے ہو کر کڑے اڑے

جو ہم کو چاہے اس کا خدا نت بھلا کرے
دودھوں نہائے اور وہ پوتوں پھلا کرے
روٹھے ہوئے کو کس لئے جا کر منائیے
منّت کسی نگوڑی کی اپنی بلا کرے
جُھلسائے اُس کے مُنہ کو جو چاہت کا نام لے
اس دل کی آنچ میں کوئی کب تک جلا کرے

کیا نیند آئے اس کو یہ پھولوں کی پنکھیا
جب تک نہ زوری زوری سے مُنہ پر ہلا کرے
بندی کی وہ جو توہ میں ہوں لے مرے خدا
اک مست ہاتھی غیب سے ان پر پلا کرے

پوچھو ہے کچھ نہ چھیڑا ہے کسی نے اب تلک ان کو
ابھی سے بیگماجی نے بھلا کیوں مُنہ بگاڑا ہے
جو سوچا خوب سا میں نے تو اُن کے دوست کا ڈھب بھی
نہ سیدھا ہے نہ ترچھا ہے نہ ٹیڑھا ہے نہ آڑا ہے

کیا چڑھے دھیان کسی شخص کی کنگھی چوٹی
ہے مرے پاؤں تلے لال پری کی چوٹی

وہ تو کسی میں نہیں آپ میں جو بات ہے
جھوٹ جو بولوں تو یہ تاروں بھری رات ہے
تم بھی کوئی ہو اجی کن نے کہا آدمی
واچھڑی کیا پوچھنا آپ کی جو ذات ہے

یوں جھکا مجھ پہ کوئی رات کا جاگا جیسے تم تو وہ چاہتے ہو سوئی میں دھاگا جیسے
یوں ہی ہر بات میں بولا کرو سکر سُردا ابھی آغا کو بھک کر کہا آگا جیسے
گائینیں گاویں امیروں کے گھروں میں کیوں وہ فائیں قاں آگے کریں صبح کو کاگا جیسے

یہ اتفاق ہے نہ بنے یا بنی رہے پر آدمی کو چاہئے دل تو غنی رہے
روٹھی ہوئی ہے وہ تو گنتی پر یہ سوچ ہے یہ کیونکہ ہو کہ یوں ہی منے تو منی رہے
مانگوں گی آدھی رات کو سر کھول کر دعا آمین کے کہنے کے لئے اور اک جنی رہے
نواب دولھا شیر بہادر وزیر کے جم جم سے ملکوں ملکوں میں نت روشنی رہے
دولت بنی ہے اور سعادت علی بنا یارب بنے بنی میں ہمیشہ بنی رہے
قائم رہے وہ چاند سا مکھڑا جہان میں اس کا بُرا جو چیتے اسے جانکنی رہے
جم جم وہ آنکھ اس کی جو برچھی سی تیز ہے دشمن کے دل میں چبھتی اسی کی انی رہے
ہمت کبھی نہ ہاریئے انشا یہ چاہئے جو بات دل میں ٹھن گئی بس وہ ٹھنی رہے

دنیا ادھر کی گو اودھر ہو جائے بڈھے خوجہ کی کس طرح خو جائے
وہ ہی اب تجھ سے کھیلے بیچیسی جان ٹیا سی اپنی جو کھو جائے
کہہ کہانی تو ایسی ہی انشا جس میں آ تو نگوڑی یہ سو جائے

آہ کی لَو جو مرے جیوڑے سے نکلے باجی شمع یہ بختوں جلی کیوں نہ بھلا جل جل جائے
اسے قربان کروں جو مجھے چھیڑے انشا میری چھاتی جو چھوے اس کی ہتھیلی جل جائے

پڑ گیا نیل مرے گال میں کیا قہر ہوا — ارے کمبخت نگوڑے پڑے تجھ پر بجلی
میں نے لی اتنی سی سبزی کہیں پیچھے جا کر — پہلے باجی ہی نے معجوں کی کھائی غٹکی
ہو گئی ران تو سب لوہو لہان اے انشا — دیکھ میں چیخ پڑوں گی نہ مرے لے چٹکی

کیا وہ پنجری سیلی بیلی اجی — جو کہ ہونٹھوں میں بھربھری نہ لگے
آغا مینا اُجڑ گئی تجھ کو — چاہئے کوئی بے سری نہ لگے
چودھری جی چلے وہ کیا گاڑی — کبھی پہیوں میں جودھری نہ لگے
ڈر یہی ہے کہ میرے پیچھے دوا — یہ نگوڑی اکل کھری نہ لگے

رات بھر اپنا ترستا ہی رہا جی باجی — اب تو نوبت بجی اُٹھو اجی باجی
صدقے آواز کے تیرے جو پکارا میں نے — تو عجب آن سے کچھ تو نے کہا جی باجی
ہے سلیقہ تجھے اتنا کہ نظر آتی ہے — بادشہزادی ترے سامنے پاجی باجی
اے لو اس کوٹھری میں میرے ڈرانے کے لئے — ک عبا اوڑھ کے بن بیٹھے ہیں حاجی باجی
کر دیا تو نے خفا مجھ سے مرے انشا کو — تیری یہ راج کرے شوخ مزاجی باجی

چبھتی ہے یہ نگوڑی سلس کی اوڑھنی — لا دے وہی دوا مجھے ململ کی اوڑھنی
بن سنرڈ چھے ہوئے تجھے کیا چاہئے بھلا — بوٹے سے قد پہ اس بڑے آنچل کی اوڑھنی
کونکا جی دیکھو میری دوگانا پہ کیا بھبی — پشواز اودی اور جھلا جھل کی اوڑھنی
اس اودی اوڑھنی کی تو گاتی نہ باندھیو — بن جائے گی یہ کوٹھری کاجل کی اوڑھنی

کیا غضب ہے تری چتون میں بری آگ بھری　　تو بھی کچھ قہر ہے اللہ ارے بھاگ بھری

رباعی

اے بی بی ہیں شاندار بھائی تیرے　　صدقے قربان جائے دائی تیرے
وہ چال نہ چل کہ نام رکھے کوئی　　بے ڈول ہیں یہ دیدہ ہوائی تیرے

انشا کے بعد آتش و ناسخ کے زمانے میں لکھنؤ کا کوئی ریختی گو شاعر مشہور نہیں ہوا ۔ دہلی میں تفنن طبع کے واسطے اہلِ مذاق نے ایک مکتب کے مولوی صاحب کو بہادر شاہ کے دربار سے ہدہد الشعرا کا خطاب دلوا کے حکیم آغا جان عیش کی طفیل میں بڑی شہرت دی ۔ ہدہد الشعرا کے کلام کا نمونہ یہ ہے ؎

راست آئینوں کو نفرت ہے کج آئینوں سے　　تیر نکلا جو کماں سے تو گریزاں نکلا
آشیاں سے جو غزل پڑھنے کو ہدہد آیا　　غل پڑا پیش رو ملک سلیماں نکلا

جو تیری مدح میں میں چونچ اپنی وا کردوں　　تو رشک باغ ارم اپنا گھونسلا کردوں
جو آکے ریز کرے میرے آگے موسیقار　　تو ایسے کان مڑوڑوں کہ بے سُرا کردوں
جو سرکشی کرے آگے مرے ہُما آکر　　تو اس کے نوچ کے پر شکل نیولا کردوں
میں کھانے والا ہوں نعمت کا اور میرے لئے　　فلک کہے ہے مقدر میں باجرا کردوں

جز ترے شاہنشہا کہ کس کے آگے روئیے　　کس سے کہئے جا کے یہ غم کو ہمارے کھوئیے
تجھ کو ہے حق نے کیا ملک سخن کا شہسوار　　ہیں بجا کرنے سمند طبع کو یاں پوئیے
حیف آتا ہے کہ فن شعر میں کیوں کھوئی عمر　　کاشکے ہم سیکھتے اس سے بنانے بوئیے

سنگ لاخ ایسی زمیں ہے سوچ اے دل تا کجا | فکر کیجیے صَرف اس میں اور پتھر ڈھوئیے
رشتۂ عمر شہنشاہِ جہاں ہووے دراز | یا خدا کھُلتے رہیں جب تک جہاں میں موئیے[۱]
دیدے اس کو بھی زمین تھوڑی کہ بن گھر گھوسلے | مارتا پھرتا ترا ہدہد ہے ٹاپک ٹوئیے

جہاں میں آج دیبی سنگھ تو راجوں کا راجا ہے | خدا کا فضل ہے جو قلعہ میں تو آبراجا ہے
سلیماں نے ہے تیرے ہاتھ میں دی رزق کی کنجی | تو سرداروں کا سردار اور مہاراجوں کا راجا ہے
شکم اہلِ جہاں کے سب ہیں شکرانے بجا لاتے | دمامہ تیرا جا کر گنبدِ گردوں پہ باجا ہے

جسے کہتے ہیں ہدہد وہ تو نر تیتروں کا دادا ہے | مقابل تیرے کیا ہو کوئی ایک چڑے کی مادا ہے
گر اب کے بازی میدان میں آئے سامنے تیرے | تو دُم میں پر نہ چھوڑوں گا یہی میرا ارادا ہے
ادب اے بے ادب اب تک نہیں تجھ کو خبر اس کی | کہ ہدہد سب جہاں کے طائروں کا پیرزادا ہے

جون[۲] آیا ہے بدل اب کے عدو کوّے کی | اس کی ہے پاؤں سے تا سر وہی خو کوّے کی
وہی کان کان وہی کیں کیں وہی ٹاں ٹاں اس کی | بات چھوڑی نہیں ہاں ایک سرِ مو کوّے کی
پہلے جانا تھا یہی سب نے کہ کوّا ہو گا | پھر جو معلوم کیا۔ یہ ہے بہو کوّے کی
بن کے کوّا جو یہ آیا ہے تو اے ہدہد شاہ | دُم کتر دینے کو کچھ کم نہیں تو کوّے کی

رباعی

ہدہد کا مذاق ہے نرالا سب سے | انداز ہے اک نیا۔ نکالا سب سے
سر دفترِ لشکرِ سلیماں ہے یہ | اڑتا بھی ہے دیکھو بالا بالا سب سے

۱؎ سوت کے چھوٹے لچھے۔ ۲؎ قالب۔

مرکز محور گردوں بہ لب آب نہیں　　ناخن قوس قزح شبہ مضراب نہیں

اخیر شعر بے معنی ہے۔ لوگوں کو حیران کرنے اور ہنسانے کے واسطے اس کی بابت بد بد نے کہا تھا کہ غالب کے رنگ میں ہے۔ چونکہ ریختی کی داغ بیل ڈالی جا چکی تھی اور لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ہزل سے زیادہ ریختی میں اصلیت۔ اثر اور سامان تفنن ہے اس لئے بعد کو کسی نے ہزل کو مستقل صنف شاعری بنانے کی کوشش نہ کی اور لکھنؤ میں کوئی ہزل گو شاعر مشہور نہ ہوا۔ چونکہ زبان نے کافی ترقی کر لی تھی اور اظہار خیال کا دائرہ کافی وسیع ہو چکا تھا اس لئے بعض شعرائے کچھ ثقیل اور غلط لفظیں اور ترکیبیں جنھیں اب تک استعمال کرتے آئے تھے ترک کر دیں جن کی تفصیل یہ ہے

متروک	رائج	متروک	رائج
آسا جیسے تیغ آسا	مثل جیسے مثل تیغ	پانوں بروزن فاعل	پانوں بروزن فعل
آئیاں۔ جاتیاں	آئیں۔ جائیں	پی و پتیم	صنم
آئے ہے۔ جائے ہے	آتا ہے۔ جاتا ہے	تنک	زرا
		تیں	تو
اپنے تئیں	اپنے کو	ٹسوے گھلانا	آنسو بہانا
ازغیب کا تمانچہ	غیبی مار	جوں	جیسے
ایدھر۔ اودھر	ادھر۔ اُدھر	جھک جھورا جھیلنا	سختی سہنا
بالنا	جلانا	خوبوں یا خوباں	حسینوں یا حسیناں
بچن	بات	سجن	پیارا
بسان جیسے بسان تیغ	مثل تیغ	کبھو	کبھی

متروک	رائج	متروک	رائج
کسو	کسی	مُکھ	مُنہ یا مُکھڑا
کنے	پاس	نپٹ	بہت زیادہ
کھلانا	کاہل ہو جانا	نت	ہمیشہ
مَت	نہ	واچھڑے (کلمۂ تعجب)	واہ رے

ناسخ نے یہ قید بھی لگائی کہ الفاظ ہندی و اُردو کے ساتھ الفاظ عربی و فارسی کو مرکب نہ کرنا چاہئے جیسے بالائے کوٹھا اور شور و غل ہیں۔ ان میں اضافت و عطف فارسی ہیں۔ ان کی جگہ بالائے بام اور شور اور غل بولنا چاہئے کیونکہ کوٹھا اور غل فارسی یا عربی الفاظ نہیں ہیں غُل عربی و فارسی میں بمعنی طوق ہے۔ ناسخ کے اکثر اور بیشتر قیود کی پابندی ریختی گو شعرا نے بھی کی۔ چنانچہ سید احمد علی نسبت ریختی گو کا جو کلام آج کل ملتا ہے اُس سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ جان صاحب سے کچھ پہلے ہوئے ہیں کیونکہ جان صاحب کہتے ہیں ؎

وہ تھے اُستاد تجھ کو جان صاحب ان سے کیا نسبت
کیا پر نام روشن ریختی نے تیری نسبت کا

نسبت کے کلام کا نمونہ یہ ہے ؎

جب سے اس پر مری پڑی ہے آنکھ — تب سے اتنا یہ دُکھ رہی ہے آنکھ
ہر کسی سے جو بل یہ کرتی ہے — کسی بانکے سے کیا لڑی ہے آنکھ
واہ کیا کہنا ہے نرا چھپا — تیری تو آنکھ نرگسی ہے آنکھ

دل ہر اک کا لبھائے لیتی ہے　　تیری کیا کوئی موہنی ہے آنکھ
اے دوگانا وہ اگلی آنکھ نہیں　　مجھ سے تیری یہ پھر گئی ہے آنکھ
اے دوا شور کیوں مچاتی ہے　　ابھی نسبت کی تو لگی ہے آنکھ

مستورات کی زبان میں نثر کی کوئی کتاب اس زمانے کی لکھی ہوئی نہیں ملتی۔
ہاں طلسم ہوشربا جلد اوّل سے اُس وقت کی زبان کا نمونہ یہ ملتا ہے۔

۱۔ یہ جو ملکہ نے سُنا اپنا حال تباہ کیا اور جواب دیا کہ مجھ سے یہ قید فرنگ نہ اُٹھی ہے نہ اُٹھے گی لو صاحب دائی مجھ پر گردراہ ہوں گی میں تو ماں کا دباؤ سہتی نہیں دائی جو میرے ساتھ رہیں گی اور ہر بات میں پٹ پٹ بولیں گی پھر مجھے کہاں تاب ہوگی۔ میں بھی کچھ کہوں گی تو نگوڑماری بدنام ہوں گی اس سے میں درگزری۔ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ ایسی بے اعتبار میں ہوں کہ دائی کو لئے لئے پھروں۔ بھاڑ میں جائے سیر جو ٹھے میں جائے تماشا میں اپنی جان دوں گی کہیں نہ جاؤں گی اور جاؤں گی تو اس بڑھیا نگوڑی کو نہ لے جاؤں گی۔ ماں نے جو یہ باتیں سنیں کہا اگر تو اکیلی جائے گی تو مار مار کے تیرا کچومر نکالوں گی۔ لو موئی مجھ سے نخرے بگھارنے لگی ایسی خود مختار ٹھہری کہ کوئی بڑا بوڑھا واقف کار اس کے ساتھ نہ رہے خواہ تیرے لئے کچھ ہی کیوں نہ ہو تو جئے یا مرے مگر دائی ضرور ساتھ رہے گی۔

۲۔ حنظل تڑق کر بولی کہ جو کوئی اس کو بدکہتا ہے وہ جھک مارتا ہے۔ بچی میری سیدھی بات تو کرنا جانتی نہیں وہ نگوڑی یاری آشنائی کیا جانے اور سنو صاحب جو تمھیں شادی کرنا ہے تو وہ خرابوں کی خراب ہے۔ گوں ہو تو کرو نہیں میں گلے تو لگاتی نہیں کچھ مچھلیاں تو ہیں نہیں جو سڑی جاتی ہیں۔ جب تم لوگوں نے دہلیز کی خاک نے ڈالی تب میں نے منگنی کی اور اب یہ باتیں ہیں۔ مگر اب بھی کچھ بندی کو ایسی پرواہ نہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ میری لڑکی کو کوئی نہ پوچھے گا اور نہ پوچھے تو

بلا سے نہ پوچھے اُس کو کسی بات کی کمی ہے۔ یہ کہکر کوسنا شروع کیا کہ یا سامری
جس طرح میری بچی کو لوگوں نے بدنام کیا ہے ان کی کنواریوں کے آگے آئے۔
ان کی بھی نِھی بڑی یوں ہی بکھانی جائیں۔

اس وقت لکھنؤ کی شاعری میں تصنّع۔ تکلف اور بناوٹ سے کام لیا جاتا تھا
وہاں شاعری کا کمال صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ الفاظ با معنی نظم کئے جائیں۔ قافئے
اور ردیف مربوط رہیں اور شعر کے دونوں مصرعے دولخت نہوں۔ قریب قریب جملہ
شعرا دور از کار تشبیہیں اور استعارے۔ خلاف قیاس مبالغے۔ فوق العادت
واقعات۔ مُنافی فطرت معاملات نظم کیا کرتے تھے۔ مشاعروں کی طرحیں اکثر
مُقیّدہ قافیوں کے ساتھ ہوتی تھیں۔ شعرا یہ قافئے بطور خود اپنے اشعار میں لاتے
تھے۔ اور طباعی و نازک خیالی کی داد پاتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُردو کی شاعری
لفظی رہ گئی۔ لفظ کے واسطے مضمون تلاش کئے جانے لگے اور مضمون کے واسطے الفاظ
کی فکر چھوڑ دی گئی۔ دوسرا مصرع پہلے کہا جاتا اور اس کے لفظ لفظ بلکہ حرف حرف پر
نظر کر کے پہلا مصرع لگایا جاتا یہی اب تک ہو رہا ہے۔ رعایت لفظی شعر کا جزو لاینفک
خیال کی جاتی تھی جس کی وجہ سے پیش پا اُفتادہ مضمون کبھی کبھی پس افگندہ سے
بدتر ہو جاتا۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے جان صاحب نے کہا ہے ؎

اے جان پہنوا نگر کھا ہاتھی کے تھان کا ... معنی کے بدلے رہ گئی اب شعر میں حُجّت

عام طور پر شعرا کتابی شاعری کرتے تھے۔ مشاہدے سے بالکل کام نہ لیتے تھے۔ یہ
خرابیاں ایسی نہ تھیں جن سے نواب عاشور علی خاں عاشور کا سا قابل شخص واقف
نہ ہوتا۔ کیونکہ معلومات کے اعتبار سے وہ اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ سُنا گیا ہے

جب خواجہ وزیر نے یہ غزل کہی تھی ؎

سیدھی ہوجائے ابھی تقدیر پشتِ آئینہ　　گر اُلٹ کر دیکھئے تصویر پشتِ آئینہ

تو اس میں تسخیر پشتِ آئینہ بھی کہا تھا۔ **نواب صاحب** نے سنا تو کہا آپ نے ان غیر معتبر شعرا کے واسطے اور قافیے چھوڑ دئے ہیں انھیں کے واسطے تسخیر[1] بھی چھوڑ دیجئے کیونکہ یہ لفظ بظاہر تو عربی معلوم ہوتا ہے مگر عربی میں مستعمل نہیں اس پر خواجہ وزیر نے وہ شعر غزل سے نکال دیا۔ یہ بھی سُنا گیا ہے کہ جب آتش و ناسخ دونوں کا انتقال ہوگیا تو شعرا کی طباعیوں کا اندازہ کرنے کے واسطے لکھنؤ میں ایک مشاعرہ کیا گیا جس کے حَکَم **نواب صاحب** موصوف قرار دئے گئے۔ مشاعرے کے بعد آپ نے فرمایا کہ قوتِ نظم تو خواجہ وزیر کی زیادہ ہے مگر معلومات کے لحاظ سے میر وزیر علی صبا افضل ہیں۔ نواب صاحب سے یہ چند شعر یادگار ہیں ؎

عالم علم خفی مخزن اسرار دل　　کعبۂ صدق و صفا مشرقِ انوار دل

برق تجلی طور طالب دیدار دل　　خضر طریق وفا۔ عیسےٰ معجز نما

آئینہ حق نما شمع شبِ تار دل　　خاکی و قدسی سرشت۔ نو گل باغ بہشت

کشتہ گلگوں قبا بزم عزادار دل　　نالۂ قلب سقیم گوہر اشک یتیم

جان صاحب نے انھیں کی شاگردی اختیار کی۔ جہاں تک پتا لگتا ہے **جان صاحب** کی ولادت فرخ آباد میں غالباً ۱۲۳۴ھ میں ہوئی تھی نام تو اُن کا میر یار علی تھا مگر والدین پیار سے **جان صاحب** کہتے تھے اس لئے ریختی کی مناسبت سے اسی عرف کو تخلص قرار دیا۔ ان کے والد میر امَن تو فرخ آباد

---

[1] تسخیر عربی میں مستعمل ہے۔ یمین

کے رہنے والے تھے لیکن یہ بچپن ہی میں لکھنؤ پہنچ گئے تھے۔یہیں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔یہ تو نہیں دریافت ہو سکا کہ علمی استعداد کتنی تھی مگر ۱۲۷۰ھ میں لفظ اتبشار کی صحت کے متعلق لکھنؤ میں ایک بحث چھڑی تھی اور اس کے بارے میں بہت سے محققین اور اہل علم سے استفتا کیا گیا تھا۔جو جواب وصول ہوئے تھے وہ سب اس استفتے کے ساتھ ایک رسالے کی شکل میں شائع کر دے گئے تھے۔رسالے کا نام معارضۃ النثر ہے اور یہ ۱۲۷۰ھ میں مطبع نولکشور میں چھپا ہے۔اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو استفتا جناب سلطان العلما سید محمد صاحب مجتہد و جناب مفتی میر عباس صاحب و مرزا غالب و مرزا دبیر و میر عشق کے پاس بھیجا گیا تھا وہی جان صاحب کے پاس بھی بھیجا گیا تھا۔اس کے جواب میں جان صاحب نے دو مختصر نظمیں کہی ہیں جو یہ ہیں

مثنوی

نہ تاج المصادر میں آیا کہیں
نہ یہ منتخب میں ہے پایا کہیں

نہ اس لفظ کا چھوڑا ہے صحاح
یہ ہے بے گھر الفظ بولی صراح

میاں لفظ یہ جمہری میں نہیں
نہ قاموس والے نے لکھا کہیں

کہ ہو جس معانی پہ دیتے قرار
غلط ہے غلط ہے غلط اتبشار

یہ تازی میں کرتی ہوں تم سے کلام
ہوئی آپ کی ساری ترکی تمام

گدھا وہی کس طرح گھوڑا بنے
بنانے سے کیونکر نگوڑا بنے

چھری لوگ دیتے ہیں بولے جو بد
بھلا بانگ مرغی کی کب ہے سند

جو مشہور ہے اقصرائی کتاب
وہی چیرے والوں کا نسخہ جناب

اسی قول پر متفق ہیں فصیح
غلط بیشتر ہے مبشر صحیح

بشارت تو کیا او ہی دے گی شراب
سر و راس کا ہے فعل سنیئے جناب

ہیں مقصود کے اعتراض ایسے سب
نظامی و سعدی سے اٹھیں وہ کب

نہیں مار سکتی کرے لاکھ گھات
حماقی کی گھوڑی عراقی کو لات

مرے مُہری یہ شعر ہیں لا کلام
نہ للّو سے مطلب نہ جگدھر سے کام

جو معلوم تھا میں نے روشن کیا
جبیں بن ہوا میں نے یہ لکھ دیا

قطعہ

جناب مجتہد العصر قبلہ و کعبہ
اُنھوں نے مُہر کی فرمایا ابتشار غلط

مدرسی میں یہ اکمل ہیں مدرسے میں جناب
غلط وہ ہے جو کرے ان کا اعتبار غلط

جناب مولوی احمد علی وہ فاضل ہیں
نہ ہو گا قول کبھی ان کا زینہار غلط

عرب میں جا کے ہوئے فخر عالموں کے جناب
ہے اس معانی پہ یہ بولے انتشار غلط

جناب قبلہ و کعبہ کے ہیں اخی ہمنام
جب ایسے لوگ کہیں کب ہوا اشتہار غلط

بیان کرتے ہیں لوشینوں کے بھی فضلا
ہے افتعال کے یہ باب میں شمار غلط

بشارۃُ کو مجرد یہاں نہیں پایا
پڑھے وہ کیسے ہیں لکھتے ہیں بار بار غلط

عروض داں ہیں جو مفتی جناب سعد اللّٰہ
صحیح لفظ کو کرتے ہیں آشکار غلط

جناب ایسے ہی ہیں مولوی تراب علی
غلط جو ہو تو کہیں یہ ہزار بار غلط

محقق ان کو سمجھتے ہیں شاعری میں کمال
یہ جن جناب نے فرمایا ابتشار غلط

سری ہے مہر انھیں کی انھیں کا قول یہ ہے
جو جہل کرتے ہیں کرنے دو ہے یہ زار غلط

دبیر عشق - زکی اور ظہیر اور اسیر
نہیں ہے ان میں سے کوئی رقم نگار غلط

یہ وہ ہیں مردود شاعر ہر ایک منشی ہے — کرے نہ نظم کبھی لفظ زینہار غلط

ہے شاعروں کو سواریتی لفظ کی تحقیق — نہ ہو سکے گا کبھی ان کا اعتبار غلط

ہے شیر دہلی کا غالب کا قول غالب ہے — غلط نہ کیوں ہو کہے جب یہ باوقار غلط

ہے لاکلام سند حق ہے حسرتی کا کلام — ہمارا ہو نہیں سکتا ہے انحصار غلط

ہیں یہ بھی دہلی کے مفتی جناب صدرالدین — یہ بولے لفظ کا اچھا کیا شکار غلط

غلط کو لکھے اگر مدعا علیہ صحیح — بنے گا وہ نہیں بگڑے گا لاکھ بار غلط

صحیح کہتے ہیں جو اتبشاریوں ہی بھی — ہزاروں لکھے پڑے لکھتے ہیں گنوار غلط

وہ دسے کے کو دول پڑے ہیں کبھی نہ سمجھیں گے — جو کوئی بولے تو کیا اپنا اختیار غلط

جو اتنے لوگوں کو جھوٹا کرے میاں مقصود — یہ سمجھو پیدا ہوئے پانچویں سوار غلط

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جان صاحب کا شمار اس زمانے کے اہل علم میں تھا اور دیوان سے یہ بھی بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ریختی کے لئے جس معلومات کی ضرورت ہے وہ پوری پوری تھی۔ عروض بھی بقدر ضرورت جانتے تھے۔ میانہ قد۔ اکہرا جسم۔ گیہواں رنگ تھا۔ داڑھی منڈاتے تھے۔ شاہی زمانے کی وضع اخیر عمر تک رکھی۔ پچ گوشیا ٹوپی۔ بندوار انگرکھا (جس کے نیچے کبھی کرتہ ہوتا تھا کبھی نہ ہوتا تھا) اور جیتلی جوتی پہنتے تھے۔ چلتے تھے تو سر جھکا لیتے تھے۔ مشاعرہ میں کبھی اصرار ہوتا تھا تو عورتوں کا دوپٹا اوڑھ لیتے تھے اور عورتوں ہی کی طرح بنا بنا کے شعر پڑھتے تھے۔ چنانچہ وہ خود کہتے ہیں ؎

ریختی کہہ کے بڑھاپے میں مٹکتا ہے بوا — جان صاحب کی ابھی دیکھو حماقت نہ گئی

مگر عبداللہ خاں محشر ریختی گو کے پڑھنے کے انداز کو اپنے انداز سے بہتر سمجھتے تھے

کہتے ہیں ؎

ڈھاتا ہے حشر پڑھتا قیامت ہے ریختی
فتنہ غضب کا آیا تھا محشر ہمارے پاس

فرزند ہے رئیس کا عبداللہ خاں ہے نام
محفل میں ہو کے بیٹھا نہ ہمسر ہمارے پاس

دلّی کے خانموں میں بھلا آدمی بنا
بیٹھا بہو کی طرح سے جھک کر ہمارے پاس

شاگرد ہوں میں آپ کی اُستانی آپ میں
یہ لفظ کہتا آیا وہ اکثر ہمارے پاس

وہ بولا گھر یہ آؤں گی میں بولی شوق سے
جب چاہے آئیو میاں بہتر ہمارے پاس

دعوت کی اس کی ہم نے ہیں اس نے نذر دی
خورشید کی طرح رہا دن بھر ہمارے پاس

کہنے سے اس کے پڑھنا بہت خوب ہے اجی
جو اس میں ہے وہ ہے نہیں جوہر ہمارے پاس

ستھری زبان نظم میں گردیتے اس کی ہم
عیاش مردوانہ رہا پر ہمارے پاس

بی جادی صاحبہ نے بھی کی پرورش بڑی
مداح ان کا وہ ہوا اکثر ہمارے پاس

ان اشعار سے ظاہر ہوتا ہے کہ محشر بعد کے ریختی گو ہیں۔ جان صاحب کی شہرت پہلے ہو چکی تھی محشر کی بابت سخن شعرا میں نساخ یہ لکھتے ہیں۔

محشر تخلص۔ عبداللہ خاں باشندہ رامپور ریختی پڑھنے میں کمال رکھتے ہیں یعنی ریختی پڑھنے میں اس طرح پر تبلاتے ہیں کہ دیکھنے سے علاقہ رکھتا ہے۔ بیان سے باہر ہے۔ دہلی سے ڈھاکہ تک بیشتر شہروں میں رہے ہیں اور ہر جگہ کے لوگ ان کو پہچانتے ہیں۔ ان میں ایک بڑا عیب ہے کہ اوروں کے شعر اپنے نام سے پڑھتے ہیں۔ راقم کے ملاقاتی ہیں۔ ریختی میں خانم جان تخلص کرتے ہیں۔ ان کے اشعار یہ ہیں ؎

مجھ کو قسمت سے میسّر یار بھی اُلّو ہوا
مفت میں مٹھے بٹھائے جان کا لاگو ہوا

یہ اٹنگا اٹنگا پاجاما
نوج جیسے غریب کی ماما

اندھیرے منہ جو اٹھا گھر سے ہو گیا چمپت
ملا ہے یار موا صبح خیز یا کیسا

ہوائی دیدہ ہے باندی نہیں جھکاتی آنکھ
شلنگے مار کے کرتی ہے کھو جبڑا کھوبا

کیا مردؤں سے آنکھ لڑاتی ہے بیسوا
نرگس تری تو آنکھ کا پانی ہی ڈھل گیا

بے طور گھورتی ہے جوانان باغ کو
نرگس نے جب سے آنکھ کا پردہ اٹھا دیا

دونوں آنکھیں چٹ کر دیدے پٹم ہو جائیں گے
چھوٹی دانی گر پڑی روٹی اٹھائی جھوٹ سچ

کام چوری کے لئے دیدہ و دانستہ ضرور
آنکھوں میں تیل لگا لیتی ہے باندی مردار

کھلا ہے سینہ دوپٹے تلک کا ہوش نہیں
کنواری بالی ہے آنچل کو دیکھ بھال کے چل

دوپہریا کو کھلی آنکھ جو سونے سے کبھی
کھا کے افیون کا انٹا وہ ہوئے اینٹا غفیل

سٹرن ہے چھوکری چلتی ہے آنکھ بند کئے
مجھے یہ ڈر ہے نہ پڑ جائے اونچ نیچ میں پانوں

ٹھنڈیاں نکلی ہیں بچے کے پڑا پھرتا ہے
کچھ کسی بات کی بھی آن[1] ہے گوئیاں تم کو

آشنائی کر کے کیا خوش تھی جو کر لیتی نکاح
توبہ توبہ باز آئی میں نگوڑے کام سے

باندی نرگس کیا ملاتی تم سے آنکھ
باجی آنکھوں ہی سے وہ معذور ہے

صاف بجلی سی یہاں آنکھوں کے آگے چمکی
مسکرا کر جو دوگانا نے دکھائی تجلی

بلا کی ڈھیٹ یہ باندی چڑیل ہے مردار
نہ خوف دل میں ہے جس کے نہ آنکھ میں ڈر ہے

دے کے کاجل یہ ندیدی موئی اتراتی ہے
آنکھیں کس ناز سے نرگس مری مٹکاتی ہے

چڑھاؤں گی آنکھیں میں درگاہ میں
جو نرگس کے دیدے سلامت رہے

کیا طعنے دے گی مجھکو وہ درزن کی چھوکری
گوئیاں میں سات پشت کو رکھ دوں ادھیڑ کے

---

[1] آن یعنی روک ممانعت ہے۔

دائی پسلی کو دبانے ترے قربان گئی
ٹیس پہلو میں اُٹھی او ہی مری جان گئی

کھسکئے یہاں سے نہ چھل کیجئے
یہ پُتّے کسی اور کو دیجئے

کیا بُرے ہیں یہ جلے دل کے جلانے والے
اور یہ آگ میں آگ آئے لگانے والے

ہاتھ باندھا کرو مہندی نہ لگاؤں گی کبھی
پانوں پڑ پڑ کے یہ ہیں رنگ جمانے والے

جاؤگے ٹنڈیاں کسوا کے زرا چھو دیکھو
لوٹ رے آئے مرے ہاتھ لگانے والے

سر مرا ڈھانکو گے اس مُنہ سے زبردستی تم
جوتیاں کھاتے ہیں ٹانگوں کے اُٹھانے والے

کہیں سُننے یہ کسی کے نہ تم آنا خانم
آگ پانی میں لگاتے ہیں لگانے والے

جب تک لکھنؤ میں شاہی رہی **جان صاحب** نوابوں اور امیروں کے یہاں ریختی سنانے کو اکثر طلب ہوتے اور خوب انعام پاتے ۔ ولی عہد اور شہزادے بھی اپنے درباروں میں انہیں بُلاتے اور ان کے کلام کی قدر کرتے جیسا ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے ؎

جانصاحب کا اجی ہو گیا کچھ اور دماغ
جب سے جانے لگے دربار میں شہزادوں کے

ثریا جاہ عادل ہیں سراسر قدر دانی ہے
مری گیا اصل ہے مہتاب اُن کی مہربانی ہے

جان صاحب مرا دل شاد نہ کیونکر ہووے
ہے ولی عہد بہادر نے کیا یاد مجھے

ایسی ہی اک ریختی کہہ **جان صاحب** اور بھی
حکم آیا ہے مرے نواب کی سرکار سے

مگر بعض تذکروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب **جان صاحب** کے کلام کی پوری پوری قدر لکھنؤ میں نہ ہوئی تو وہ دہلی چلے گئے اور وہاں بھی جب زمانہ موافق نہ دیکھا تو بھوپال کا سفر کیا۔ وہاں بھی ناکام رہے تو پھر لکھنؤ واپس آئے ۔ اپنے پہلے دیوان میں ناقدری کی شکایت انھوں نے اس طرح کی ہے ؎

اے جان لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب — اوقات مجھ نجبختی کی ہوتی بسر نہیں

۱۸۵۷ء میں جب غدر ہوا تو وہ لکھنؤ ہی میں رہے اور بھاگ کے کہیں باہر نہیں گئے۔ کہتے ہیں ؎

وہ سورمی رنڈی ہوں نہ گوروں سے ڈری میں — بھگدڑ میں قدم شہر سے باہر نہ نکالا

بھگدڑ کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں ؎

اس انقلاب نے ہر ایک کو کیا محتاج — زمانہ ہو گیا بھگدڑ سے اے بوا محتاج

جو لوگ بھگدڑ میں نہیں بھاگے تھے اُنھوں نے خالی پا کے محلہ لوٹ لیا تھا اس لئے شکایت کرتے ہیں کہ ؎

نگوڑے مرد جو بھگدڑ میں بھی نہیں بھاگے — اُنھوں نے لوٹا محلے کو کر دیا محتاج
لُٹے ذرا بھی نہیں کہتے ہیں کہ خوب لُٹے — یہ اُن کی لکھتا ہے خستؔ کا ماجرا محتاج

عوض میں دینے کے دلوائیں دھکے گالیاں دیں — جو اُن کے در پہ کوئی جا کے ہو گیا محتاج
کہیں کہ تجھ سے سوا ہم فقیر ہیں چل دور — یہاں نہ کوڑی ملے گی ہوا ہو جا محتاج

غدر کے بعد جب سرکار نے ہتھیار چھینے ہیں اور بعض مکانوں کی تلاشی لی ہے تو نصیحت کرتے ہیں کہ ؎

چاقو تک رکھنا نہ اب گھر میں بہادر مرزا — حکم سے ہوتے ہیں سرکار کے ہتھیار تلاش
سیسا شورہ اچی گندھک ہو کہ گولا بارود — رات دن کرتی ہے ان چیزوں کی سرکار تلاش

جب امن اور انگریزوں کا تسلط ہو گیا اور ملکہ وکٹوریہ نے معافی کا اعلان کیا اور لوگوں کو تنخواہیں اور وثیقے ملے تو خوش ہو کے کہا ؎

۱؎ سورما مذکر ہے سورمی مؤنث ہے۔

کیا ہر ایک کو ملکہ معظمہ نے نہال　　امیر چھوٹا بڑا اک نہیں رہا محتاج
تصدق اپنا عطا کچھلی سب کو کی تنخواہ　　وثیقے والوں میں ہے کونسا بھلا محتاج
رحیمہ ایسی کریمہ ہیں عادلہ ملکہ　　خطا معاف کی کُل کی غنی ہو یا محتاج

بعضوں نے پرامیسری نوٹ خرید سے تھے اُنھوں نے اُن کو اس طرح متنبہ کیا ہے

انگریزی رہے قیامت تک　　دے نہ اک دن کہیں خسارا لوٹ

جان صاحب نے اپنا پہلا دیوان مطبع مرتضوی لکھنؤ میں ۱۲۶۲ھ (۱۸۴۵ء) میں چھپوایا تھا اور اس کی تاریخ یہ کہی تھی ہے

میں صدقے گئی آ کے یہ قطعہ دیکھو　　مرے جان صاحب نے لکھا ہے باجی
بچھی نبض بیمار کی مل گئی ہے　　اگر دور سے شعر دیکھا ہے باجی
کہا سچ یہ نرگس نے ہر شعر اس کا　　مسیحا کا عالم دکھاتا ہے باجی
بھرے اس کے مضموں میں معجزے ہیں　　کیا مجھ سے مردے کو زندا ہے باجی
دوا کی ہے تاثیر ہر لفظ رکھتی　　جو ہے حرف وہ قرص گویا ہے باجی
غذا قافیہ بحر ہر ایک پانی　　ردیفوں کو پرہیز باندھا ہے باجی
اجی اس کی تاریخ بیت الشفا ہے　　یہ دیوان چاہت کا نسخا ہے باجی
۱۲۶۲ھ

مگر یہ بہت غلط چھپا تو اس خیال سے کہ کہیں اغلاط کتابت ان کے اغلاط نہ سمجھے جائیں صاف صاف کہہ دیا ہے

پہلا دیوان سب غلط میرا　　اس میں ظاہر ہیں تین چار میں عیب
شعر موزوں تو قافیے مہمل　　سب یہ چھپنے کے آشکار ہیں عیب

جب دوسرا دیوان تیار ہوا اور اُنھوں نے یہ دیکھا کہ پہلے دیوان کی قدر جیسی چاہیئے ویسی نہیں ہوئی تو کہا ؎

قدر کیا پہلے کی ہے اس کو جو پوچھے گا کوئی
جان صاحب یہ کہا دوسرا دیوان عبث

دوسرا دیوان مطبع بلیغی صاحب میں حافظ محمد باقر معروف بہ اچھے صاحب کے اہتمام سے ۱۲۷۹ھ میں چھپا تھا چنانچہ کہتے ہیں ؎

لیتے آنا چوک سے مرزا کروں گی سیر میں
جان صاحب کا چھپا ہے دوسرا دیوان بہ

اس میں پہلا دیوان بھی شامل تھا۔ اس لئے تاریخ یہ کہی ؎

اک ہفتے میں بک جائیں گے ہیں از رشنی ہنڈی
مطبع سے تو نکلیں یہ ارے صاحبو دونو

منشی جی ہیں مطبع کے بجا مہتمم اچھے
تجویز یہ نسخے وہ کئے صاحبو دونو

بی جان کہی جان نے تاریخ بھی البتہ
دیوان بہت خوب چھپے صاحبو دونو

اس زمانے میں لکھنؤ شاہی کا لکھنؤ نہیں رہا تھا۔ انگریزی عملداری ہو گئی تھی۔ واجد علی شاہ کلکتہ چلے گئے تھے۔ اہل فن و کمال مارے مارے پھرتے تھے۔ تھوڑی بہت جو قدر پہلے ہوتی تھی وہ بھی اب نہ رہی تھی۔ اس واسطے جان صاحب نے جل کے کہا ؎

ہم ہوئے بڑھیا جواں اپنا ہوا جس دم کمال
قدرداں ملتا نہیں اب کوئی بھڑوا بدنصیب

وہ یہ دیکھتے تھے کہ ؎

قلی ہو پاجی ہو بھڑوا ہو مسخرا یا ہو
ہے ان کے لکھنؤ میں روزگار کی صورت

یہ پوچھے جاتے ہیں چاروں کی قدر ہوتی ہے
شریف کے ہے نہیں اعتبار کی صورت

ذلیل سب سے سوا اب ہے شاعری کا فن
نہ شاعروں کے رہی کچھ وقار کی صورت

اس لئے بیزار ہو کر کہہ دیا ہے

یہاں سے جان چل آ کر بلا مُصلّے کو — خدا دکھائے نہ پھر اس دیار کی صورت

وہ بھی اسے جانتے تھے اور سخن فہم بھی مانتے تھے کہ لکھنؤ اور دہلی میں کوئی ریختی کہنے والا اُن کا ہم پلہ نہیں لہٰذا وہ برسرِ مشاعرہ اکثر اپنے کمال پر فخر کرتے تھے جیسا ان اشعار سے ثابت ہوتا ہے

کو شاعروں میں نہیں ہے آج جان صاحب — ہے ملکوں ملکوں شہرہ اجی ترے سخن کا

اے جان لکھنؤ میں تو ریختی ہے پڑھتا — بلبل چہک رہا ہے اُجڑے ہوئے چمن میں

اے جان خوب کہتا ہے تو ہر زمین میں — تیرے ہی شعر سب کے ہوئے دل پذیر ہیں

مزہ ہے ریختی میں مردوں کے شعر کہنے کا — مُوا اپنے موافق جان صاحب خوب کہتا ہے

کیا ریختی کہہ کے کیا نام ہے پیدا — اے جان ترا عیب بھی بہتر ہے ہنر سے

جان صاحب تو رہے جم جم سلامت سچ تو ہے — نام روشن ہو گیا میرا ترے اقبال سے

کبھی اپنی کس مپرس حالت دیکھ کے دل کے پھپھولے اس طرح پھوڑتے تھے

بھڑوے بے فیضوں کے آگے جان صاحب نہ پڑھ — قدر کچھ کرتے نہیں ہے ریختی کہنا عبث

قدر کیا نامرد جانیں مردوے جو مرد ہیں — جان صاحب شاد ہوتے ہیں وہی سُن کر مجھے

کبھی معاصرین پر حملے بھی کر جاتے تھے

ہزار ریختی گو جان منہ چڑھائیں مرا — ملے گا ایسا نہ اُن کے فرشتے خاں کو شرف

جیسا تمہارا نام ہوا ہے نہ ہوئے گا — اے جان کوئی لاکھ کہے اس زبان میں

اے جان یہ زبان میں وہ ریختی کہی — سُن سُن کے ہوش پریوں کے باختہ ہوئے

تمام عمر نہ آئے گی یہ زبان اسے
کہے وہ ریختی اے جان اس کا منہ کیا ہے
مرے وہ چور ہیں جواب ہیں ریختی پڑھتے
کہانی بن گئے کچھ فقرے داستاں کے لئے

ان کے حملوں اور تعلّیوں سے اکثر لوگ رنجیدہ ہو گئے تھے اس لئے محمد علی خاں
اخبار نویس شاہی نے امجد علی خاں عصمت اور ہداتن کو ریختی میں مقابلہ کرنے کے
واسطے تیار کیا وہ دونوں ان پر مشاعروں میں آوازے کسنے لگے۔ سنتے سنتے جب
یہ تنگ آ گئے تو کہا ؎

شیخانی کی یہ پوتیاں اگر ہمارے پاس
چھانٹیں رموزیں بیٹھ کے دہلہ ہمارے پاس
گھن آئے گتے کوّوں کو جن گالیوں سے جی
سُر کھ سنائیں سَوت وہ بن کر ہمارے پاس
سو تمیں نہیں فروغ نہ پایا کسی نے بھی
بیٹھیں چٹک مٹک کے برابر ہمارے پاس
کیا جائیں او ہی ریختی کہنا چڑھائیں منہ
ایسی پڑی ہیں جیب میں ستر ہمارے پاس
خضر و ہداتن اور بے عصمت بھی مال کیا
سب آئیں زہر کھا کے یہ ہم پر ہمارے پاس

اسی زمانے میں نواب غضنفر الدولہ بہادر نے مشاعرہ کیا جس کی طرح کا
مصرع آغا حجو ہندی کے مشورے سے یہ ہوا۔

ع۔ پھولوں میں تُل رہا ہے کانٹا مرے چمن کا

انھوں نے جو غزل کہی اس میں عصمت اور ہداتن پر دل کا بخار خوب
نکالا مگر اتنی مدت کے بعد اب یہ پتا نہیں لگتا کہ چوٹیں کیا کی تھیں۔

جب ان کا پہلا دیوان چھپا تو لوگوں نے اس پر اعتراض کئے۔ ایک جگہ مشاعرہ
تھا اس میں کسی نے کہا کہ اس شعر میں ؎

پروانے باجی صبح سے مرتے ہیں شام تک
روتی ہے شمع رات بھر عاشق کے گور پر

عاشق کا عین گر گیا ہے یہ خود تو موجود نہ تھے اِن کے طرفداروں نے جواب دے

ور ایک صاحب نے اپنی غزل میں یہ شعر بھی بڑھا دیا ؎

جان صاحب نے ریختی کہہ کے
شاعری کا کمال دکھلایا

اس پر بڑی قال و قیل ہوئی۔ جان صاحب نے یہ سُنا تو کہا ؎

شاعری میں ہوا ہزار ہیں عیب
ایک دو کیسے بے شمار ہیں عیب

پہلا دیوان سب غلط میرا
اس میں ظاہر یہ تین چار ہیں عیب

شعر موزوں تو قافیہ مہمل
سب یہ چھپنے کے آشکار ہیں عیب

واچھڑے ایسے اب رہے شاعر
شعر میں ایک حُسن چار ہیں عیب

دھوتیا پرشاد لکھنی چند تلک
یہ سمجھنے لگے گنوار ہیں عیب

معترض دل میں گھاؤ ڈالتے ہیں
اِن کی چُھریاں ہمیں کٹار ہیں عیب

نابلد ہیں محاورے میں وہ
علم سے جن کو آشکار ہیں عیب

گو کتابیں پڑھی ہیں حکمت کی
فکر کے سر یہ پر سوار ہیں عیب

ہو نسا[1] کے محاورے میں صحیح
ہوں غلط اپنے افتخار ہیں عیب

عیب اُستادوں کے ہنر کے ہیں ساتھ
کھونے اِن کا نہیں وقار ہیں عیب

جس جگہ زور ہی نہیں چلتا
جبر سے کرتے اختیار ہیں عیب

بی بُرائی کی خوبشر میں ہے
اس بشر کے ہوا حصار ہیں عیب

دونوں بچے یہ سوت کے بھابھی
جان کے کرتے بار بار ہیں عیب

نظم کے ہے چمن میں ساتھ ان کا
گُل اگر حُسن ہے تو خار ہیں عیب

---

[1] نسا کے محاورے ہیں یعنی عورتوں کے محاورے ہیں۔

حُسن کا اک زمانہ عاشق ہے
سب کو بے شبہ ناگوار ہیں عیب
جوتی پیزار ان پہ چلتی ہے
محفلوں میں عجب چمار ہیں عیب
جان صاحب کسی کو کیا ڈر ہے
ایک اس میں ہی نو ہزار ہیں عیب

ایسے ہی اعتراضوں کے جواب میں جان صاحب نے یہ اشعار بھی کہے تھے ؎

کرتے بہت ہیں غیر کے کہنے پر اعتراض
اپنا کلام سو جھتا ہے جان کم غلط
مردوں کا بھی ہیں جانتی ہوں کام سنو جان
تم رنڈی سمجھ کر مرے اشعار نہ ٹوکو
اعتراضوں سے ارے او ہی تجھے کیا مطلب
جان صاحب ہو چکے تو بھی کوئی شاعر ہے

اور جب قدر دانوں کی کمی اور اپنی بُری حالت دیکھی تو یہ اشعار کہے ؎

جو قدر دان اپنے تھے اے جان چل بسے
جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا
جان صاحب رہا وہ تنگ سدا
جس کو حاصل کوئی کمال ہوا
لکھنؤ سے شہر میں دیکھا نہ پنپا آج تک
جان صاحب سے نہیں کوئی زیادہ بدنصیب
جان صاحب نہ رہی جب کہ کسی بات کی قدر
جو ہنر یاد مجھے تھے وہ ہنر بھول گئے
اے جان بسر ہو گی یہ کس طرح سے اوقات
پیرا کہیں منصب ہے نہ جاگیر تمھاری

عصمت اور ہدایت تیار تو اس غرض سے کئے گئے تھے کہ جان صاحب سے مقابلہ کریں مگر اتفاق سے دونوں آپس میں لڑ گئے۔ جان صاحب نے سُنا تو اسے اس طرح نظم کر دیا ؎

سنا ہے میں نے ہدایت سے اور عصمت سے
چلی یہ جوتی رہیں جوتیاں نہیں باقی
ہماری جوتی سے نخاس میں ہوئے بدنام
ہیں زمانے کی رسوائیاں میں باقی

نہیں حماقی کی گھوڑی تھیں سوکنیں اے جان
رہیں اب ان کی بھی مُنہ زوریاں نہیں باقی

اس وقت دہلی کے ریختی گو شعرا میں مرزا علی بیگ نازنیں بہت مشہور تھے۔ اُن کی بابت مرزا قادر بخش بہادر صابر نے تذکرۂ گلستان سخن میں لکھا ہے کہ

راقم ہیچدان صابر کم استعداد نے اُن تینوں (یعنی رنگین و انشا و جان صاحب) کی ریختی کو نظر غور سے دیکھا اور چشم انصاف سے ملاحظہ کیا ایسا مقام کم پایا کہ زبان ریختی کو لطف شاعری کے ساتھ انضمام دے کر ایک مفرح دلنواز تیار کی ہو۔ بیشتر صرف عورتوں کی گفتگو اور اُن معاملوں کے سوا کہ مرتبہ شناسان سخن کے نزدیک فضول اور نازک دماغوں کے آگے نامعقول ہیں اور کچھ نہیں اور نامعقولیت سے نہ یہ مراد ہے کہ کلام فحش آمیز یا کلمات شہوت انگیز سے قلم کو آلودہ کیا ہے۔ یہ تو اس نظم کے گوش و گردن کا پیرایہ بلؔ اس طرز کا خمیر مایہ ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ باتیں جو عورتوں کو اثنائے خانہ داری میں پیش آتی ہیں مثلاً کسی بہن بھیلی کے گھر مہمان جانا یا کسی بھائی بند کا اپنے گھر بلانا خصم سے ٹوم چھلے کے گھڑوانے کی تمنا اور کرتی انگیا رنگوانے کا تقاضا اسی طرح خرچ کی ہیں کہ اُن سے کچھ لطیفہ یا نکتہ کہ شاعر خوش مذاق کو لذت دے حاصل نہیں ہوتا اور مرزا ے مرزا منش (یعنی نازنین) نے اُن معاملات کو اس لطافت سے ادا کیا ہے کہ سامع کا جی نکل جاوے اور سننے والا کلیجہ پکڑ کے بیٹھ جاوے۔

مگر اس تحسین میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ ہے جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ نازنین مرزا صابر کے شاگرد اور دوست تھے اور نساخ نے نازنین کی بابت سخن شعرا میں جو یہ لکھا ہے کہ برخلاف جان صاحب کے ان کی شاعری میں کچھ مزہ بھی ہوتا ہے۔ تو اس ترجیح کا سبب یہ ہے کہ لکھنؤ والوں نے نساخ کے

لے بل یعنی بلکہ۔

اشعار پر بہت سے بجا اعتراضات کئے تھے جن کے جواب میں اُنھوں نے ناسخ و آ[...]
صبا و وزیر و منیر و امیر و انیس و دبیر کی تنقیص کی اور لکھنوی ہونے کی علت میں جا[...]
کو نازمین سے بغیر ثبوت بیّن کے گھٹا دیا۔ سخن فہم اس کا اندازہ کلام سے خود ہی کر [...]

انتخاب کلام نازنین

ہوئی عشاق میں مشہور یوسف سا جواں نناکا — ہوا ہم عورتوں میں تھا بڑا دیدہ زلیخا کا
میں اپنے سر کو دھوتی ہوں ہوا اور یہ تماشا ہے — موا بیٹھا ہے کیا خوش خوش کہ دن آیا تقاضا[1] کا
مجھے کہتی ہیں باجی تو نے نناکا چھوٹے دیور کو — نہیں ڈرنے کی میں بھی ہاں نہیں نناکا تو باپ کا
اگر اے نازنیں تو دبلی پتلی کامنی سی ہے — چھریرا سا بدن نام خدا ہے تیرے دولہا کا
رو گئے کو مستعد کیا رات درباں ہو گیا — جان کر یہ مردوا دیکھو تو انجان[2] ہو گیا
صحبت اب مردوں کو ہے ان شوخ دیدوں سے بلا — چھوڑنا گھر والیوں کا کیا ہی آساں ہو گیا
کوئی بیٹھا ہو تجھے ہے کام اپنے کام سے — اے نگوڑے آدمی سے تو تو حیواں ہو گیا
میں نے تو رکھا نہ تھا منہ پر ولیکن آپ ہی — سوچ کر کچھ مردوا دل میں پشیماں ہو گیا
کیونکہ چاہیتی نے چھوڑا جو ہمارے دن پھرے — آج آنا مردوے کیونکر ترا یاں ہو گیا
بدزبانی چھوڑ اب تو کھو جڑے پیٹی کہیں — چاہنے والا خصم تجھ سے گریزاں ہو گیا
سونا کبھی شوہر[3] کو میسر نہیں ہوتا — عورت انھیں باتوں سے کبھی گھر نہیں ہوتا
اب کے وہ خصم ہی نہیں ہوتا ہے گھر اس کا — کچھ پلے پھنچتی کے اگر زر نہیں ہوتا
کیا جلنے کیا کسبیوں میں شہد گھلا ہے — گھر والیوں سے خوش کوئی شوہر نہیں ہوتا

۱؎ لکھنؤ میں تقاضا کا کی جگہ تقاضے کا بولتے ہیں ۲؎ چونکہ انجان ہندی لفظ ہے اس لئے اسے بتخفیف نون نظم کرنا غلط ہے۔ مبین ۳؎ منشی منیر نے اعتراض کیا ہے کہ اس شعر میں شوہر غلط ہے خصم کہنا چاہئے (سنان دلخراش)

ہو نہیں سکتا ہے اور اُس پر ہے اکڑتا
نیچا تو نگوڑے کا کبھی سر نہیں ہوتا

اے نازنین رنڈی کے لئے لڑنا خصم سے
سر چڑھنا بہت مرد کے بہتر نہیں ہوتا

وہ سانولا مجھ گوری سے ہمخواب نہیں تھا
چاندی کا یہ چھوا تھا وہ نیلم کا نگیں تھا

لڑتے تھے مزے دھوکے ہی دھوکے میں بہت سے
جن روزوں میں اُن کو مری عفت کا یقیں تھا

رنڈی ترے کہنے پہ کوئی یار میں کرتی
پر نام ڈبونا مجھے کنبے کا نہیں تھا

لسا کسی قحبہ نے بُھلایا تھا کہ شب بھر
لیٹا تو رہا پاس پہ کوسوں ہی نہیں تھا

مجھے کہے ہے ترے گھر میں شب کو یار آیا
قسم کا بھی تو موے کو نہ اعتبار آیا

قطعہ

پڑا ہی رہتا تھا رنڈی کے رات دن پر آج
سحر سے شام تلک گھر میں بے شمار آیا

پڑی نہ ہو کہیں اُس بدنظر کی تجھ پہ نگاہ
ہوا مجھے تو ترا دھیان بار بار آیا

وہ نقد مال سمجھ کر مجھے چمٹتا ہے
مجھی پہ کھا کے کہیں مردوا اُدھار آیا

میری نماز کھوئی اس مردوے نے آکر
اُٹھی تھی اے ددا میں کمبخت ابھی نہاکر

یہ کل بگڑ گئی ہے رہتا نہیں حمل پھر
پچتائی ہیں تو آیا پہلا حمل گرا کر

گھبراؤ تم نہ باجی لڑ کر خصم سے اتنا
اِک دن وہ آپ تم کو لے جائیں گے منا کر

ایسی جوان رنڈی اے نازنین نہ تو تم
لے جائے گا تمہارا شوہر اسے اُڑا کر

گر مردوں کو پاس نہیں اپنی بات کا
پھر کس لئے یہ لیتے ہیں باجی پرائے دل

اے زناخی مردوا ہے بدگماں
تو نہ کر باتیں ہمارے کان میں

نازنین اتنا بھی ہرجائی پنا
یہ تمہارے آگیا کیا دھیان میں

قطعہ

روز اک دھگڑے کی ہیں مہمانیاں
روز رہتی ہو اسی سامان میں

یار کرنے کی عبث مجھ پہ ہے تہمت باجی
اس زمانے میں کسی کا بھی کوئی یار نہیں

دس گھر تو چھٹ چکے ہیں کہاں تک کروں خصم
بوا درگور ایسے مردوے کا منہ کروں کالا
تو مستنڈا ہے اور میں نازنین کیونکر نبھے صحبت
رات بھر ہے وہی بات اور وہی چوما چاٹی
دن چڑھے پر بھی دبوچے ہی پڑا رہتا ہے
مردمیں کیا کوئی جادو ہے کہ ہوں دل سے خفا
چھوڑ یاروں کو ہوئی تو ہوں خصم پہ شاکر
ہمسائی آئی تھی مرے گھر میں بنی ٹھنی
مجکو تو بے کلی اور اُسے روز کی یہ لت
فوارہ کی طرح سے زرا بھی نہ تھم سکے
کچھ بھید کھل گیا مرے شوہر پہ نازنین
دیکھا ہو بات کرتے کسی سے مجھے تو خیر
اس پاس رات نوچ گئی تھی کہ صبح تک

کس جا بٹھائے دیکھئے اب آسماں
کیا جب تک نہ منہ کالا ہرگز
موے اُجڑے نگوڑے بیٹے چل
اے ووا ایسے ندیدے سے پڑا کا
مفت نظروں میں جیٹھانی کے کیا خوا
اور بوا دیکھتے ہی آئے ہے اک پیار
پر یہ بنتی نظر آتی نہیں زنہار
ان کو تو دیکھو رات اسی پر کھسیل پڑے
اچھی بتاؤ تو کہ مجھے کیونکہ کل پڑے
تم ایک بوند پانی پہ کتنا اُچھل پڑے
جو آج مردوے کی جبیں پر ہیں بل پڑے
طعنے بھی دینے اچھے لگی تو دوا بے
کیا کیا بُری طرح سے ملا اور دلا بے

تاریخ مرگ ذوق

نہیں نازنین رنج کرتی کسی کا
بلا سے رکھوں شاد دل کو تو اپنے
خصم جب موا لونڈیوں کو رلایا
ولیکن مجھے کاملوں سے ہے الفت
لکھی ان کی تاریخ اور یہ ہوا غم

کیا جب سے یار اور حرمت ہے کھوئی
اگر میں نے کنبے کی عزت ڈبوئی
کہ اس پردے میں نام رکھے نہ کوئی
غم ذوق میں رات بھر میں نہ سوئی
میاں ذوق کو میں بوا آپ روئی

تاریخ طبع گلستان سخن

اے میں قربان اپنے صابر کے — مجھ کو سب کچھ انھوں نے سکھلایا
ان سے دو بول سے ہوئی واقف — ان سے آیا جو کچھ مجھے آیا
میں تو اک بے تمیز رنڈی تھی — نیک بد سب انھوں نے بتلایا
ان کے صدقے سے مجھ سی عورت نے — رتبہ مردوں سے بھی سوا پایا
ہیں وہ شہزادۂ بلند نژاد — رتبہ اللہ کے گھر سے ہے پایا
بس کہ علم و ہنر میں کامل ہیں — ان کا سب سے بلند ہے پایا
ڈالا اصلاح کے جو دامن کا — سر پہ میرے کلام کے سایا
تھے بڑے جو کہ مرد کامل فن — ان کو میرے سخن نے شرمایا
دیکھ شوخی زبان عورت کی — رشک سے زہر مردوں نے کھایا
تذکرہ شاعروں کا لکھا ہے — اور مجکو بھی ہے وہ دکھلایا
کس طرح یہ سکوں میں اس کی صفت — کیا مرا منہ ہے کیا مرا پایا
اللہ اللہ عبارتیں اس کی — بحر مضموں ہے جوش میں آیا
رنگ معنی یہ تازگی حروف — جیسے گلشن پہ ابر ہے چھایا
وہ سخن ان کے لب پہ ہے گویا — لب عیسے پہ معجزہ آیا
لے کے ان سے وہ تذکرہ اک دم — نازنین کو بھی میں نے دکھلایا
اس نے تاریخ یہ کہی مجھ سے — اے میں صدقے یہ خوب فرمایا
۱۲۷۰ھ

شاہی کے بعد لکھنؤ میں تراہ تراہ مچ گئی۔ نفسی نفسی پڑ گئی سیکڑوں بھرے گھر ویران ہو گئے۔ ہزاروں فارغ البال پریشان ہو گئے۔ نئے انتظام سے سب کی

حالت ابتر تھی بلند اقبالوں کی صورت مفلوکوں سے بدتر تھی۔ یہی دیکھ کے میر انیس نے کہا تھا ؎

امیر جس در دولت پر اک زمانہ ہوا وہ گھر تباہ وہ برباد کارخانہ ہوا

اب جان صاحب کو بھلا پوچھتا کون۔ جب تک رہا گیا لکھنؤ میں رہے آخر مجبور ہو کے شہر چھوڑنے پر تیار ہوئے اس وقت رامپور میں نواب کلب علی خاں مرحوم لکھنؤ والوں کی قدر کر رہے تھے۔ علما۔ شعرا۔ اہل فن وکمال سب کا وہیں مجمع تھا۔ جان صاحب بھی اخیر عمر میں پہنچے اور درباری شعرا میں شامل ہو گئے مگر لکھنؤ کا آرام وہاں کہاں تھا تنگ رہتے تھے اور جبراً و قہراً برداشت کرتے تھے۔ نواب مرحوم نے ان کے گزارے کا بندوبست تو کر دیا تھا لیکن جتنا یہ چاہتے تھے اُتنا نہیں تھا قصیدیوں پر جو انعام ملتا تھا اسے یہ کم سمجھتے تھے۔ شعروں کی جو داد پاتے تھے، اسے یہ کافی نہ جانتے تھے۔ قسمت کا شکوہ نصیبوں کا گلہ کرتے اور دل مسوس کر رہ جاتے۔ کہیں مشاعرہ ہوتا تو جاتے۔ کبھی طرح کی غزل پڑھتے کبھی پرانا کلام سناتے۔ ایک مشاعرے میں پھٹے کپڑوں پر رضائی اوڑھ کے گئے شعر پڑھنے میں اتفاق سے وہ کھسک گئی۔ میر مشاعرہ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو کپڑوں کا سامان کر دیا۔ سخن فہم ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور اہل فن میں شمار کرتے۔ منشی اسمٰعیل حسین منیر نے ایک قصیدہ نواب مرحوم کی شان میں اسی زمانے میں کہا تھا جس میں درباری شعرا کا نام لیا ہے۔ ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں

ع۔ جان صاحب کی ریختی پیاری۔

یہ اخیر وقت تک رامپور میں رہے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ کوئی اولاد نہ

نہیں چھوڑی۔ لکھنؤ میں ان کا گھر ستم نگر میں تھا جس کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

دل شیر ہوا میرا کہ میکے میں اب آئی ڈولی میں سنا میں نے جو رستم نگر آیا

رامپور میں ملا ظریف کی بزریا میں رہتے تھے۔ گھر کی دہلیز میں ایک مزار تھا۔ چونکہ یہ روحوں اور جنوں سے بہت ڈرتے تھے اس لئے چھپ چھپ کر لوگ انھیں ڈرایا کرتے تھے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ یہ ہنوٹ بھی جانتے تھے کیونکہ ایک تذکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ لکھنؤ میں شام کو انھیں ڈاکوؤں نے گھیر لیا تھا مگر انھوں نے سب کو مار کے بھگا دیا۔ دیوان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُردو کے شعرا میں اگر کوئی دل کا ترجمان کہا جاسکتا ہے تو وہ صرف جان صاحب ہیں۔ اگرچہ اُنھوں نے عورت کے دل کی ترجمانی کی ہے مگر اس میں ذرا شک نہیں کہ ان کا کہا قال ہی نہیں حال بھی ہے۔ اعلےٰ طبقے سے لے کے ادنےٰ طبقے تک کی عورتوں کو جو معاملات پیش آتے ہیں۔ جو کام وہ کرتی ہیں جو باتیں وہ کہتی ہیں جو خیال ان کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں سب کا ذکر جان صاحب نے کر دیا ہے۔ باپ کا پیار۔ ماں کی ممتا۔ بھائی بہن کی اُلفت۔ میاں بی بی کی محبت۔ آپس کے جھگڑے۔ سوت کا جلاپا۔ آشنا کے ناز نخرے۔ ساس نندوں کی لڑائی۔ دلہن کا حجاب۔ سالیوں کا مذاق۔ زچہ خانے کی کیفیت۔ بچوں کی حالت۔ ان کی تعلیم و تربیت۔ خانہ داری کے امور۔ شادی بیاہ کی رسمیں۔ ارباب نشاط کی باتیں۔ لونڈی غلام سے برتاؤ۔ بیمار کا تیمار۔ مردے کا ماتم۔ ٹونے ٹوٹکے۔ ضعیف الاعتقادیاں۔ کپڑے۔ زیور۔ بناؤ سنگار کی چیزیں۔

مختصر یہ کہ دُنیا بھر کی باتیں بتا دی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اُس وقت سوسائٹی کی جو حالت تھی اس کی تصویر یہ دیوان ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو عورتوں میں محبت ہو جاتی تھی تو ایک دوسرے کو دگانا کہنے لگتی تھیں۔ یہ رشتہ اس طرح قائم ہوتا تھا کہ ایک عورت دوسری کو بھلاوا دے کے کبھی دگانہ بادام۔ کبھی دگانہ کیلا۔ کبھی دگانہ ڈلی۔ کبھی دگانہ اخروٹ۔ کبھی کوئی اور دگانہ پھل دیتی۔ جب وہ داہنے ہاتھ میں لے لیتی تو دینے والی فراموش کہہ دیتی۔ لینے والی کو لازم ہوتا کہ دو سو سے دو لاکھ تک وہی چیز دینے والی کو دے۔ جب دے دیتی تو وہ چیز عزیزوں رشتہ داروں میں بانٹی جاتی اور دونوں عورتیں ایک دوسرے کی دُگانا ہو جاتیں۔ یہ بھی ہوتا کہ حاملہ کا ہاتھ ایک عورت دوسری عورت کے داہنے ہاتھ میں دے کے فراموش کہتی اور لونڈی غلام مانگتی۔ دگانہ سے زیادہ تر تو محبت ہی رہتی جس کا اظہار اس طرح ہوتا ہے ؎

ترے صدقے جاؤں میں واری دگانا مری بھولی بھولی ہے پیاری دگانا
لگے تیری چالوں کو لوگا نگوڑی تو ہی بازی جیتی میں ہاری دگانا
ترے گھر میں جمعہ کو آؤں گی جنیاں میں آپ اپنی دوں گی کماری دگانا

اگر بگاڑ ہو جاتا تو اس قسم کی باتیں بھی سُنا دی جاتیں ؎

کیا میری دل کو ہے عاری کہوں کیا نکل میرے گھر سے تو جا ری دگانا
کہیں دیدے گھٹنوں کے آگے نہ آئے قسم جھوٹی سچی نہ کھا ری دگانا

جو عورت دُگانا کی دوست ہوتی وہ سہ گانا کہی جاتی۔

ایک عورت دوسری کو زناخی بھی کہتی جیسے ؎

کیا ہم کو پڑی کوئی زناخی کے گھر آیا　　اچھا نہیں کرنا ہے اجی ذکر پرایا

یہ وہ عورت ہوتی تھی جو دوسری عورت کے ساتھ زناخ (یعنی مرغ یا کبوتر وغیرہ کے سینے کی ہڈی جو دو شاخہ ہوتی ہے) توڑ کر ہمدم و ہمراز بنتی۔

جب ایک الاچی کے دانے دو عورتیں کھاتیں تو ایک دوسری کو الاچی کہتیں۔

چھوچھو زیادہ تر اُس لونڈی کو کہتی ہیں جو ہم عمر ہوتی ہے اور ساتھ کھیل کے بڑی ہوتی ہے ؎

چھوچھو کے واسطے نہ کھلائی کے واسطے　　بیٹی جنی ہوں جوڑا ہو دائی کے واسطے

خصم = شوہر کو کہتی ہیں ؎

اوّل خصم ہی کرنا نہ تھا گر کیا کیا　　اور کر کے اُس کو چھوڑ دیا یہ بُرا کیا

دَدا کھلائی کو کہتی ہیں یہ وہ بوڑھی لونڈی ہوتی ہے جس نے بچپن میں خدمت کی ہو ؎

چھپتا نہیں ہے پیٹ دَدا دائی کے آگے　　جو کچھ بڑی بیگم ہیں کوئی مجھ سے تو پوچھے

گوئیاں اپنی سہیلیوں کو کہتی ہیں ؎

چھپا سو بات چوٹی میں نہیں گوئیاں نے ڈالا ہے　　لیٹیا اوہی ارتی کا یہ بچہ کوڑیالا ہے

کوکہ دودھ شریک بھائی اور کوکی دودھ شریک بہن کو کہتی ہیں مگر جان صاحب نے کوکی نہیں کہا کوکا کہا ہے ؎

کوکا کو گر رکھا ہوگا　　لڑکا گھر بھرنہ سوا ہوگا

خبلا = احمق یا پھوہڑ کو کہتی ہیں۔ جیسے ؎

اے جان یہ دکھا کسی خیلا کو گھات تو　　چندرا کے چھند سے نہ کر اب مجھ سے بات تو

مغلانی ۔ امیروں کے گھر کی وہ ملازمہ جس کے سپرد کپڑے سینے کی خدمت ہو ؎

الٰہی کوڑھ ٹپکے ایسی مغلانی کے ہاتھوں میں　　کتر کے کر دیا غارت مری انگیا کے بازو کو

آتو یا آتوں = اُستانی جو لڑکیوں کو پڑھنا لکھنا سکھائے ؎

آتو جی شادی کرنے پہ مائل ہے فاضلہ　　پڑھنے کو حسن و عشق کی اُس کو کتاب دو

جو کپڑے پوشاک بنانے کے کام میں زیادہ آتے تھے وہ یہ ہیں ۔

آبِ رواں = ایک قسم کا باریک کپڑا ہوتا ہے جس سے زیادہ تر دوپٹا بناتی ہیں معمولاً سوتی ہوتا ہے ۔ (مذکر)

آڑا = ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس میں دھاریاں ہوتی ہیں ۔ (مذکر)

بادلہ = زربفت ۔ زری کا کپڑا جو ریشم اور چاندی کے تاروں سے بنا جاتا ہے (مذکر)

بلبل چشم = ایک ریشمی کپڑا جس کی بناوٹ کھیس کی طرح ہوتی ہے اور اُس میں بلبل کی آنکھوں کی سی بوٹیاں ہوتی ہیں ۔ (مذکر)

پھولام = ایک قسم کا ریشمی کپڑا اس میں سوت کا میل بھی کبھی کبھی ہوتا ہے ۔ (مذکر)

تاش = ایک قسم کا ریشمی زری کا کپڑا ۔ زربفت (مذکر)

ترچھا = ایک قسم کا کپڑا جس کے پائجامے بنائے جاتے ہیں ۔ (مذکر)

تنزیب = ایک قسم کا باریک سفید کپڑا جو معمولاً سوتی ہوتا ہے ۔ (مؤنث)

چارخانہ = ایک قسم کا خانہ دار کپڑا ۔ (مذکر)

چاند تارا = پھولدار ململ ۔ (مذکر)

ڈھاکا = شہر ڈھاکا کی بنی ہوئی ململ ۔ (مذکر)

رادھانگری = ایک ریشمی کپڑا جو رادھانگر میں بنایا جاتا ہے۔ (مذکر)

سنگی = ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس میں سوت ملا ہوتا ہے زیادہ تر پائجامے کے کام آتی ہے۔ (مؤنث)

سوسی = ایک قسم کا رنگین دھاری دار کپڑا۔ زیادہ تر پائجامے کے کام آتی ہے (مؤنث)

شبنم = ایک سفید نہایت باریک کپڑا۔ (مؤنث)

ٹرٹی = ایک نہایت باریک اور نفیس کپڑا۔ زیادہ تر سوتی ہوتا ہے۔ (مؤنث)

صحن = ایک قسم کا عمدہ ریشمی کپڑا۔ (مذکر)

قلندری = ایک قسم کا ریشمی کپڑا۔ (مؤنث)

کام لیٹ = (انگریزی لفظ سے بنا ہے) ایک قسم کا معمولی موٹا کپڑا۔ (مؤنث)

کمخواب = ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو زر بفت کے تاروں کی آمیزش سے بنا جاتا ہے۔ (مؤنث)

گاچ = جالی کی طرح کا ایک مہین کپڑا۔ (مؤنث)

گاڑھا = ایک سوتی موٹا کپڑا۔ (مذکر)

گزی = ایک سوتی موٹا کپڑا جس کا عرض گاڑھے سے زیادہ ہوتا ہے۔ (مؤنث)

گلبدن = ایک ریشمی کپڑا جو پائجامے کے کام آتا ہے۔ (مذکر)

لمدراز = ایک قسم کی ہلکی مارکین جس کا دوپٹا غریب عورتیں بناتی ہیں (مؤنث کو ترجیح ہے)

لنکلاٹ = (انگریزی لانگ کلاتھ سے بنا ہے) - ایک سفید موٹا کپڑا (مؤنث)

محرمات = ایک کپڑا جس پر لال دھاریاں ہوتی ہیں پائجامے کے کام آتا ہے (مؤنث)

محمودی = ایک قسم کی باریک ململ۔ (مؤنث)

مخمل = نہایت ملائم روئیں کا ایک کپڑا ہوتا ہے۔ (مؤنث کو ترجیح ہے)

مشجر = ایک کپڑا جس پر بیل بوٹے بنے ہوں (مذکر)

ململ = ایک سوتی باریک کپڑا۔ (مؤنث)

مومی چھینٹ = ایک قسم کی نہایت ملائم چھینٹ۔ (مؤنث)

نین سکھ = ایک قسم کا موٹا کپڑا۔ (مذکر)

نینو = ایک سوتی کپڑا جس پر آنکھ کی طرح کے تارے بنے ہوتے ہیں۔ (مذکر)

عورتیں جو زیور زیادہ تر پہنتی ہیں وہ یہ ہیں۔

آرسی = بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں پہننے کا ایک چھلا جس پر شیشہ جڑا ہوتا ہے (مؤنث)

اکا = بازو کا ایک زیور جس میں ایک بڑا نگینہ جڑا ہوتا ہے۔ (مذکر)

انگوٹھی = انگشتری (مؤنث)

بالے = کانوں کے زیور تار موڑ کر گول بنائے جاتے ہیں عورتیں ان میں کبھی موتی کبھی مچھلی کی صورت کا زیور بنا کے ڈال دیتی ہیں۔ (مذکر)

بالیاں = کانوں میں پہننے کے چھوٹے بالے۔ (مؤنث)

بجلی = کانوں کا ایک زیور جو بیچ میں چوڑا اور کنارے پر تپلا ہوتا ہے۔ (مؤنث)

پہنچی = کلائی کا ایک زیور جو ریشم یا سوت میں گوندھ کے پہنتی ہیں۔ (مؤنث)

تعویذ = ایک زیور جس پر اسمائے الٰہی کندہ کرکے گلے یا بازو میں باندھتی ہیں۔ (مذکر)

توڑا = ایک قسم کی زنجیر جس کو گلے یا ہاتھ پاؤں میں پہنتی ہیں۔ (مذکر)

جگنو = گلے کا ایک زیور۔ (مذکر)

جوشن = بازو کا ایک زیور۔ (مذکر)

جھومر = ماتھے کا ایک زیور۔ (مذکر)

چاند = ماتھے کا ایک زیور۔ (مذکر)

چوڑیاں = کانچ یا سونے چاندی کے حلقے جو سہاگنیں پہنتی ہیں (مؤنث)

چھپکا = ایک زیور جو جھومر کی طرح بالوں میں باندھ کے ماتھے پر لٹکاؤ (مذکر)

چھڑے = پانوں کی ایک قسم کی چوڑیاں۔ (مذکر)

چھلا = سونے چاندی کا حلقہ جو ہاتھ پانوں کی انگلیوں میں پہنتی ہیں۔ (مذکر)

دھکدھکی = گلے کا ایک زیور جو سینے سے اوپر لٹکتا رہتا ہے۔ (مؤنث)

زنجیر = گلے کا ایک زیور جس میں کڑیاں ہوتی ہیں۔ (مؤنث)

طوق = گلے میں پہننے کا ایک قسم کا حلقہ۔ (مذکر)

کڑے = سونے چاندی وغیرہ کے موٹے حلقے جو ہاتھ پانوں میں پہنتی ہیں۔ (مذکر)

کنگن = کلائی کا ایک زیور۔ (مذکر)

گجرا = گلے کا ایک زیور جو کبھی ہاتھوں میں بھی پہنا جاتا ہے۔ (مذکر)

گھنگرو = ایک قسم کے بجنے والے زیور جو زیادہ تر پانوں میں پہنتی ہیں۔ (مذکر)

نتھ = ناک میں پہننے کا ایک حلقہ جو صرف سہاگنیں پہنتی ہیں۔ (مؤنث)

نورتن = بازو کا ایک زیور جس میں نو نگ ہوتے ہیں۔ ہر نگ پر اسمائے الٰہی کبھی کبھی کندہ ہوتے ہیں۔ (مذکر)

نونگے = بازو کا ایک زیور جس میں نو نگ ہوتے ہیں۔ ان پر اسمائے الٰہی کندہ نہیں ہوتے۔ (مذکر)

ہار = گلے کا ایک زیور جس میں کبھی کبھی کئی لڑیں ہوتی ہیں۔ (مذکر)

انگیا کے مختلف حصوں کے نام۔

انگیا۔ شاماکچہ وسینہ بند۔ چھوٹا کپڑا جسے عورتیں چھاتیوں کے چھپانے اور تنے اور کھچے رہنے کے لئے پہنتی ہیں۔ مشہور ہے کہ سب سے پہلے اس کو زیب النسا (عالمگیر بادشاہ دہلی کی بیٹی) نے کہ زکی الطبع اور قابلہ وشاعرہ تھی ایجاد کیا ہے۔

(ناسخ)۔ اے پری تو نے جو پہنی ہے سنہری انگیا آج آتی ہے نظر سونے کی چڑیا مجکو

۱۔ انگیا کا بنگلا۔ کٹوریوں پر مسالا ٹانکنے کی صورتیں ہیں جو چھ پھانکا ٹنکا ہوتا ہے اس کو بنگلا اور دس بارہ پھانکیں بنائی جاتی ہیں تو خربوزہ کہتے ہیں اور ماہی پشت کام جال اور جلیبیوں کی طرح حلقہ نما ہو تو چکر کہلاتا ہے۔

(بحر) بند یہ کھینچ کر گاوں سے ملادیں چھاتیاں آٹنوں سے سج دیا بنگلہ تری شاما کا

۲۔ انگیا کا کنٹھا۔ انگیا کا گھاٹ۔

(منیر) آپ کے دل کی کدورت بن گئی خاک شفا کربلائی دیکھئے انگیا کا کنٹھا ہو گیا

۳۔ انگیا کا گھاٹ۔ انگیا کا گریبان۔

(مرزا دولاجاہ عاشق) ٹکرا گئے حباب نہ سینے کے ایک روز انگیا کا ہے یہ گھاٹ کہ پانی کا بند ہے

۴۔ انگیا کے بازو۔ انگیا کے وہ حصے جو دونوں پہلوؤں کو چھپاتے ہیں۔

(جانصاحب) الہٰی کو ڈھپٹے ایسی منلانی کے ہاتھوں میں کتر کے کر دیا غارت مری انگیا کے بازو کو

۵۔ انگیا کے بند۔ انگیا کے تسمے جن سے پشت کی طرف انگیا کسی جاتی ہے۔

(رند) کھولئے شوق سے بند انگیا کے لیٹ کر سانہ نہ شرمائیے آپ

۶۔ انگیا کے پان۔ کٹوریوں میں کپڑے کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ چھوٹے کو پان کہتے ہیں اور بڑے کو دیوار یا دوال۔

(مرزا والا جاہ عاشق) سینے پہ آج زلف کو پھیلا کے کہتے ہیں　　ہم نے رگیں بنائی ہیں انگیا کے پان میں

۷۔ انگیا کے پٹھے۔ وہ چوڑی گوٹ جو انگیا کی آستینوں میں لگاتے ہیں۔

(بحر) انگیا کی آستینوں سے اللہ کی پناہ　　باڑھیں سروہیوں کی ہیں پٹھے چڑھے نہیں

۸۔ انگیا کے پچھوے۔ انگیا کے وہ ٹکڑے جو پشت کی جانب ہوتے ہیں دلی میں اسے پچھاؤں بھی کہتے ہیں۔

(رنگین) کیا اس انگیا کے پچھاوے کو برا کترا ہے　　جھول ٹتا ہی نہیں کتنا کسے مغلانی

(ولہ) کل جو مغلانی نے سی دے کے مروڑی انگیا　　ہو گئی تنگ پچھاؤں سے نگوڑی انگیا

۹۔ انگیا کی چڑیا۔ وہ سیون جو دونوں کٹوریوں کے بیچ میں ہوتی ہے۔

(وزیر) وصل کی شب دیکھ کر انگیا کی چڑیا ڈر گئے　　صاف ہم کو شبہ مرغ سحر ہونے لگا

(ناسخ) مار ڈالا ہے تری انگیا کی چڑیا نے صنم　　مرغ دل کو کم نہیں گنجشک بھی شہباز ہے

۱۰۔ انگیا کی خسی = انگیا کی خواصی۔ وہ سیون جو کٹوریوں کو آستینوں سے وصل کرتی ہے۔

۱۱۔ انگیا کی دیواریں یا دوالیں۔ کٹوریوں میں کپڑے کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ چھوٹے کو پان کہتے ہیں بڑے کو دیوار۔

۱۲۔ انگیا کی ڈوری۔ وہ مقیشی یا ریشمی ڈور جو انگیا کے کٹنے اور پٹھے میں زیبائش کے لئے ٹانکی جائے۔

(بحر) خط محور پر تری انگیا کی ڈوری ڈور ہے　　غیرت قطبین ہیں اے ماہ پیکر چھاتیاں

(قلق) گلوں پر صاف دھوکا ہو گیا نرگس کٹوری کا　　رگ گل میں جو عالم ہو گیا انگیا کی ڈوری کا

۱۳۔ انگیا کی کٹوریاں۔ انگیا کے وہ حصے جن میں چھاتیاں رہتی ہیں۔

(ناسخ) اس کی انگیا کی کٹوری کو ہو دیکھ کے مست ساقیا اب نہ دکھا ساغر صہبا مجکو
(سحر) پھول انگیا میں جو رکھے اس بہار حسن نے پھولوں کے دونے کی صورت ہر کٹوری ہو گئی

۱۴۔ انگیا کی لہر۔ کٹوریوں پر ٹکنا ٹکا ہوا مسالا۔

(اسیر) انگیا کی لہر دیکھ کے پستان یار پر کہئے حباب سے یہ ہوا ہے قران موج

۱۵۔ انگیا کا بھرا۔ وہ بٹا ہوا دھاگا جس کو عورتیں انگیا کے نیچے گوٹ میں داخل کرتی ہیں۔

۱۶۔ محرم کی آستین۔ وہ کپڑا جو محرم میں لگا ہوا بازو پر رہتا ہے۔ محرم انگیا کی کٹوری کو بھی کہتے ہیں اور انگیا کو بھی کہتے ہیں۔

عورتوں اور مردوں کے وہ نام جو جانصاحب نے دیوان میں لفظی رعایت پیدا کرنے کے لئے استعمال کئے ہیں۔

آبادی۔ اجالی۔ اسد خاں۔ اسلام۔ اشرفی خانم۔ آفتاب۔ الف خاں۔ الفن۔ الماس۔ امام باندی۔ امامی جان۔ امبا پرشاد۔ امداد۔ امراؤ بہو۔ امرت لال۔ امینہ۔ بادل خاں۔ باز خاں۔ برفی خانم۔ بسنت۔ بسنتی۔ بندی جان۔ بنفشہ۔ بنو۔ نبی جان۔ بہار۔ بہار افروز۔ بھورے خاں۔ بی جان۔ بیگا۔ بیگما۔ پری خانم۔ پنا۔ پیارے خاں۔ پیازو۔ ستارا۔ تراب۔ ٹیپو خاں۔ جمشید۔ جمنا۔ جگو۔ جواہر نگار۔ جوہر۔ جھنگا۔ چاند خاں۔ چاندنی خانم۔ چٹ لگن۔ چراغن۔ چمپا۔ چمبیلی۔ چنیز۔ چینی۔ چھبا۔ چھجن۔ چھوٹی۔ حرمت۔ حسینی جان۔ حمزہ۔ حیاتن۔ حیدری خانم۔ خاکی شاہ۔ خانم۔ خسرو۔ راحت۔ خورشید۔ خیرن۔ دانیال۔ دروانہ۔ دل آرام۔ دل شاد۔ دولت قدم۔ دولت نسا۔ رسول خاں۔ رمضان خاں۔ رو بار۔ روشن۔ زعفران۔ زلفن۔ زلیخا۔ زہرہ۔ سبزہ۔ ستارہ۔

سرفرازو۔ سلیمان۔ سنبل نسا۔ سنگی خانم۔ سورج۔ سوسن۔ سیفو۔ شام برن۔ شتن۔ شکرو۔ شمشاد۔ شہباز خاں۔ شہزادی جان۔ شیریں۔ صباکنور۔ صبح کنور۔ صندل۔ صنوبر۔ صوفیہ خانم۔ عزیزن۔ عصمت۔ عنبر۔ عیدو۔ فاضلہ۔ فتح خاں۔ فتو۔ فضہ۔ فضیلت۔ فولاد۔ فہیم۔ فیروز۔ قدرو۔ قطبن۔ قنبر۔ کریم۔ کریمیا۔ کلو۔ کملو۔ کمن۔ کندن۔ کوڑیا خانم۔ کوکلا۔ گل اندام۔ گلبدن۔ گل چمن۔ گل خاں۔ گلزار خاں۔ گلشن۔ گمانی جان۔ گنگا۔ گنگو۔ گوہر۔ لاڈو۔ لال خاں۔ لالن۔ لچھمی۔ مانی۔ محبوبن۔ مُ و ی۔ مخدوم۔ مرجان۔ مرزا۔ مرزا تراب۔ مرزا مقیم۔ مرزا منیم (مرزا منعم) مریم نسا۔ مسکی۔ مصری۔ مکھو خاں۔ مندر۔ منصور۔ منگلو۔ موتی بیگم۔ موجی رام۔ موسی۔ مونگا۔ مہتاب۔ مہر نسا۔ میر بحری۔ میر گل۔ میر مچھلی۔ مینا۔ نباتی جان۔ نبی بخش۔ نجبن۔ نرگس۔ نسبت۔ نسرین۔ نسیم۔ نعمت خاں۔ نوبہار۔ نورتن۔ نورن۔ نوروزی جان۔ نہال۔ نیک قدم۔ نین سکھ۔ ولایتی۔ ہرگوپال۔ ہزاری۔ ہندہ۔ ہیرا۔ یاقوت۔ یسین۔ یوسف۔

جان صاحب کی شاعری

نواب سید محمد مرحوم لکھنؤ میں ایک معمر اور معتبر بزرگ تھے۔ ان کا مکان چوک کی کوتوالی کے سامنے اب تک موجود ہے وہ غدر کے ہنگامے اور جان صاحب کے معرکے آنکھوں دیکھے بیان کیا کرتے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ جان صاحب نے بہت سے اشعار میں اُس زمانے کے واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو واقعات انھوں نے بیان کئے ہیں وہ یہاں لکھے جاتے ہیں:۔

ا۔ ایک دفعہ ایک میوہ فروش عورت کسی بڑے گھر میں ڈال لی گئی۔ شہر میں اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہانتک کہ بادشاہ کو بھی پرچہ گزرا۔ اتفاق سے انھیں دنوں

ایک جگہ مشاعرہ تھا۔ جان صاحب بھی غزل کہہ رہے تھے اس میں یہ شعر داخل کر لیا ؎

ہے خدا کی شان وہ افضل نسا خانم بنی　　　　بیچتی پھرتی تھی گلیوں میں جو کھرنی فالسے

۲۔ جان صاحب بیمار تھے۔ عصمت ان کی عیادت کو گئے اور اپنے اُستاد کی طرف سے مزاج پُرسی کرنے لگے۔ جان صاحب مسکرائے کہا۔ کہدینا ؎

اپنی حرم سے تم نے منگائی مری خبر　　　　بیری سے کوئی پوچھتا ہے یار کا مزاج

۳۔ جان صاحب کے یہاں ایک رنگریز میاں کلن آیا کرتے تھے اُنھوں نے ایک مالدار کریہ منظر بوڑھی طوائف گھر میں ڈال لی تھی اور رنگریزی کا پیشہ ترک کر دیا تھا ایک دن وہ جان صاحب کے یہاں آئے ہوئے تھے کسی نے پوچھا ارے میاں کلن ایسی بڑھیا بد صورت میں تم نے کیا دیکھا کہ لٹو ہو گئے اور اپنا کام چھوڑ بیٹھے۔ کہیں یہ جان صاحب نے سُن پایا فوراً اُن کی طرف سے جواب دیا ؎

کالا ہو یا کہ گورا پسند آئے دل کو جو　　　　اس پر نثار کیجئے شتر ہزار رنگ

پھر غزل کہی۔

۴۔ ایک نواب صاحب کی شادی شاہی خاندان میں ہوئی تھی۔ بیوی بد مزاج تھیں قابو میں نہیں آتی تھیں۔ کہیں اس کا ذکر انھوں نے جان صاحب سے کیا جان صاحب نے برجستہ یہ شعر کہا ؎

چلتی نہیں جورو پہ جو تدبیر تمھاری　　　　بٹیا میں اسے کیا کروں تقدیر تمھاری

۵۔ شاہ اودھ نے ایک گویئے کو خطاب دے کر اپنا مقرب بنا لیا تھا جب تک رسائی نہیں ہوئی تھی اور شاہی خطاب نہیں ملا تھا وہ ایک معمولی سازندہ سمجھا

جاتا تھا۔ خطاب کے ملنے سے وہ بہت مغرور ہو گیا۔ اپنے دوستوں کے ساتھ نخاس میں گھوڑے دوڑاتا پھرتا۔ لوگ اس کی اصل تو نہ بھولے تھے مگر شاہی تقرب کی وجہ سے جھک جھک کے سلام کرتے۔ اس شان سے ایک دن جان صاحب نے بھی اسے دیکھ لیا۔ پوچھا یہ اُس رنڈی کا سازندہ تو نہیں جو نواب چھبّن صاحب کی برات میں ناچی تھی۔ لوگوں نے کہا ہاں وہی ہے جان صاحب نے اُسی وقت یہ شعر کہا ؎

جو عمر بھر گدھے پہ نگوڑے چڑھے نہیں
گھوڑے پہ چڑھ کے کیوں نہ وہ منہ زوریاں کریں

۶۔ مہدی علی خاں قبول کا مکان ایک نالے کے قریب تھا۔ اُنھوں نے اپنے یہاں مشاعرہ کیا جان صاحب بھی گئے۔ اتفاق سے ان کا جوتا چوری گیا فوراً قبول کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا ؎

تمھارا گھر ہے اے مہدی کہ یہ کاندو کا نالا ہے
گیا جوتا نیا میرا اُلٹی میں آن کے ہے ہے

قبول مرحوم نے ان کو دوسرا جوتا منگوا دیا۔ انھوں نے مصرع اس طرح کر دیا۔

ع۔ تمھارا گھر ہے بی ہمسائی یا کاندو کا نالا ہے۔

۷۔ غدر کے کچھ دنوں بعد لکھنؤ میں ایک مشاعرہ ہوا جس کی طرح یہ تھی۔

ع۔ کوئی امیر ہوا کوئی ہو گیا محتاج

ایک خوش حال نواب صاحب ان کے پاس طرح کا مصرع لائے اور کہنے لگے اُستاد جب جانیں خدا محتاج کہہ کے ثابت کر دیجیے۔ انھوں نے کہا ذہن لڑ جائے گا تو کہہ دیں گے۔ نواب صاحب کہنے لگے۔ نہیں ابھی کہئے۔ ان کو بُرا معلوم ہوا۔ کہا اچھا اگر امتحان لیتے ہیں تو شعر کیسا پوری غزل سُنئے اور یہ مطلع پڑھا ؎

کرے نہ سوت سی دشمن کو بھی خدا محتاج
خدانخواستہ ہو اوہی آشنا محتاج

اور پوری غزل فی البدیہ کہدی جس میں نواب صاحب پر خوب حملے کئے۔

۸۔ ثریا جاہ کے یہاں مشاعرہ تھا محمد علی خاں مسیحا اور امجد علی خاں عصمت بھی موجود تھے۔ عصمت نے غزل پڑھی تو دو تین شعروں پر بڑی واہ واہ ہوئی۔ ایک شعر میں اُنھوں نے جان صاحب پر حملہ بھی کیا۔ جان صاحب کی باری آئی تو مسیحا کو مخاطب کرکے اُنھوں نے یہ شعر پڑھا ؎

مجھ سے لڑتے ہیں جو آپ کے میاں کے شاگرد
یہ تو انجھر ہیں پڑھائے ہوئے اُستادوں کے

مطلب یہ تھا کہ عصمت کچھ نہیں کہتے جو کچھ کہتے ہو تم کہتے ہو۔

۹۔ نواب عاشور علی خاں کے مکان پر ان کے شاگردوں کا مجمع تھا۔ کسی نے آتش کا یہ مطلع پڑھا ؎

طریق عشق میں مارا پڑا جو دل بھٹکا
یہی وہ راہ ہے جس میں ہے جان کا کھٹکا

نواب صاحب نے جان صاحب سے کہا بھئی تم بھی تو کچھ فکر کرو مگر ان کا ذہن نہ لڑا۔ سوچتے ہوئے گھر آئے۔ بیٹھ کے کنگھی کرنے لگے۔ اتفاق سے اُس دن نوچندی کا میلا تھا۔ شیخ بہادر علی شجاعت شاگرد ناسخ آگئے۔ ان سے پوچھنے لگے کیا میلے کی تیاریاں ہیں۔ کہا نہیں میلے تو نہ جاؤں گا مگر آپ کے پوچھنے سے اُستاد کے حکم کی تعمیل ہوگئی اور یہ شعر پڑھا ؎

نہ پوچھ حال دوگانا نگوڑے نٹ کھٹ کا
لگایا میں نے جو سرمہ مواوہیں کھٹکا

دوسرے دن جا کے نواب صاحب کو شعر سنایا تو اُنھوں نے کہا پہلا مصرع کھٹکا کی رعایت سے اس طرح کردو۔

ع - یہ بدگماں ہے دل اس نگوڑے نٹ کھٹ کا۔

۱۰- جس زمانے میں امجد علی خاں عصمت جان صاحب کے اشعار پر اعتراض کررہے تھے۔ میرن صاحب نامی نے یہ چاہا کہ دونوں میں دو بدو گفتگو ہوجائے اور آئے دن کی توتو میں میں سے نجات مل جائے۔ انھوں نے اپنے یہاں مشاعرہ کیا اور عصمت و جان صاحب دونوں کو بلایا۔ جانصاحب ایسے جھگڑوں سے اپنے کو بچاتے تھے اس لئے یہ شعر لکھ کے انھوں نے نامی کے پاس بھیج دیا ؎

اُلٹی سیدھی سوت مزاجی سے ہو تقریر نوج
میں گریباں گیر ہوں یا وہ ہو دامنگیر نوج

لکھنؤ میں ایک اور کہن سال بزرگ محمد رضا تھے جو صحافی کا پیشہ کرتے تھے اور حیدر گنج میں رہتے تھے۔ اُن کی بھی آمد و رفت جان صاحب کے یہاں بہت تھی۔ وہ بیان کرتے تھے کہ جان صاحب کے ماننے والوں میں ایک صاحب کا نام منجھلے آغا تھا۔ وہ اپنے احباب کو لے کر جان صاحب کے مکان پر جایا کرتے۔ جب زیادہ بے تکلفی ہوگئی تو جان صاحب اکثر پردہ کرا کے انھیں اندر بلا لیتے۔ ایک دن ایک مرزا صاحب کی کچھ ناگفتہ بہ باتیں جان صاحب کو ناگوار ہوئیں۔ انھوں نے بگڑ کے کہدیا کہ تم لوگ ہمارے یہاں نہ آیا کرو۔ کئی روز کے بعد محمد رضا کے پاس منجھلے آغا آئے اور انھیں یہ شعر ؎

ہو دل سے عذر خواہ جو انساں قصور کا
کردے حضور قلب تقرب حضور کا

پرچے پر لکھ کر دیا کہ جان صاحب کے پاس پہنچا دیں جان صاحب نے شعر پڑھا تو زبانی شکوہ و شکایت کرکے اُسی کے نیچے یہ اشعار لکھ دیئے ؎

کب کب آتے تھے جو مرزا میرے گھر آنے لگے
فیلسوفی سے زنانخی کے مگر آنے لگے

جم جم آئیں منچلے آ غا منع میں کرتی نہیں　　　　قہر یہ ہے ساتھ اُن کے بد نظر آنے لگے

محمد رضا مرحوم یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک نواب صاحب چھوٹے صاحب کہے جاتے تھے۔ ان کے یہاں مصاحبوں کا مجمع تھا۔ کہیں ایک برہمن آنکلا اور لوگوں کے ہاتھ دیکھ دیکھ کے پیشین گوئیاں کرنے لگا۔ کسی مصاحب سے کہا کہ ابھی تو دھوم آٹھا تین چار بیاہ اور کریں گے۔ نواب صاحب نے سنا تو بہت ہنسے۔ اتفاق سے جان صاحب بھی آ گئے۔ نواب صاحب نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا ذرا آپ تو اپنا ہاتھ دکھائیے۔ انھوں نے کہا ہاتھ تو میں بعد کو دکھاؤں گا پہلے یہ شعر سُن لیجیے

بامھن یہ مجھ سے کہتے ہیں یو تھی بچار کے　　　　پھندے میں تم پھنسو گی ابھی تین چار کے

خصوصیات

جان صاحب نے عورت کے دل کی پوری پوری ترجمانی کی ہے۔ اشعار نہیں کہے خیالات کا عکس اُتارا ہے۔ معاملات نہیں نظم کئے جذبات کی تصویر کھینچی ہے۔ جو کچھ بیاں کیا ہے وہ حقیقت ہے۔ جو قال ہے وہ حال کی صورت ہے۔ ان کا دیوان ایک مرقع ہے جس میں اعلیٰ سے لے کے ادنیٰ تک کے فوٹو موجود ہیں۔ ایک تاریخ ہے جس میں شریف سے لے کے رذیل تک کے حالات مذکور ہیں۔ یہاں چند شعر نقل کئے جاتے ہیں جن سے کلام کے یہ خصوصیات ظاہر ہو جائیں گے۔

باپ کا پیار

بے ماں کے ہٹ اُٹھاتے نہیں زینہار باپ　　　　جورو کے منہ سے کرتے ہیں بچوں کو پیار باپ

پاپوش مارتے نہیں اولاد کو بہن　　　　بعضے نگوڑے ہوتے ہیں ایسے چمار باپ

ماں کی ممتا

باجی میں کیا کہوں اسی اولاد کے لئے — پوجی ہے سیتلا جو کبھی دانہ ہو گیا
سر پھوڑ کے لہو کی بہاؤں گی ندیاں — گر بال بانکا ہوگا اجی میرے لال کا

بھائی بہن کی اُلفت

ساتھ سوتیلوں کے تم جاتے ہو بھیا پردیس — رہنا ہشیار زرا بھائی بہن سے باہر

بھاوج کی شکایت

کھیر الگڑی کیا بچوں کو مرے بھابھی نے — کو سنا آج تک اُن کا نہیں بھیا بھولا

میاں بیوی کے معاملات

میرا نہ تو خصم ہے تیری نہ میں ہوں جورو — اب میرے تیرے رشتہ ہے بھائی اور بہن کا
خصم کسی کا نہیں کھپتا اپنی آنکھوں میں — ہمیں ہے مردوے کی اپنے آن بان پسند
جیتی جب تک ہوں میں ہے ساری محبت صاحب — ایسے تم بیاہ کروگے نہ بھلا میرے بعد
پھر تم بھلا خصم بنے کس دن کے واسطے — احسان کیا تمھارا اگر خرچیں دام ہم
قدم سے سوت کے آباد کرنا سیج تم اپنی — کروں در گور سمجھوں اب جنازہ چارپائی کو
دے ہاتھ میں جورو کے جو رو رو کے کمائی — باجی وہ کماؤ ہے نکھٹو سے زیادہ

سوت کا جلاپا

کانٹے ہیں دونوں سوتیں ہوں غیر یا کہ اپنی — ہر خار دے گا ایذا گلشن کا ہو کہ بن کا
سوت کے مُنہ کو لگے سات توؤں کی کالک — میرے چولھے میں اسی نے بوا گاڑا تعویذ
سوت کی بھیتی نہ کھائی بانجھ دنیا سے چلی — دل میں میرے رہ گئے افسوس یہ ارمان دو
سوت کا پیٹ ہے یہ غم ٹھہرے — اور میرا نہ ہے ستم ٹھہرے

رانڈ ہو گور کا مُنہ یا اری کمتن دیکھے
نوج غم سُوت کا دنیا میں سہاگن دیکھے

آشنا

بیساتھا پاس رہتے تھے ہر آن آشنا
یا دور دور کرتے ہیں اے جان آشنا

دیکھوں گی بیقرار ہوں مرتی ہوں سچ یہ ہے
آنکھیں ہے دل ہے جان ہے ایمان آشنا

ساس نند

کیسی ہیں بوڑھے چونڈے پہ یہ مہربانیاں
پوچھا جو آج ساس گنہگار کا مزاج

ہم کو ماں سے سوا ہے پیاری ساس
باجی دنیا ہو اور ہماری ساس

جو ہر ان کے کھلے ہیں بہوؤں پر
چھریاں نندیں ہیں اور کٹاری ساس

ساس نندیں ہمیں جو چاہیں کہیں اے باجی
ایسا ہی رکھتی ہیں کم بخت یہ رشتا دونوں

دولہا دولہن

ہو خیر دلہن دولھا کی ماتھا مرا ٹھنکا
اچھا نہیں بی ٹوٹنا سہرے کی لڑی کا

نہ دیکھ دولھا کو ساس نندوں کے آگے گھونگھٹ اُٹھا اُٹھا کر +
نئی نویلی دلہن ہے بچی ابھی تو دو چار دن حیا کر

ہے دلہن جان تجھے دولھا سے بیکار لحاظ
رات کو بنو نہیں رہنے کا زنہار لحاظ

زچہ

زچہ کی جان کا رہتا ہے ڈر اے جان جننے میں
خدا ہی کام ہے رنڈی کے آتا ایسی مشکل میں

بچے

تماشا کرتے یہ بچے تمھارے پھرتے ہیں
میں صدقے دیکھو اجی پیارے پیارے پھرتے ہیں

یہ گر کے حوض میں کھوئیں گے آبرو میری
بلاؤ بچوں کو باجی کنارے پھرتے ہیں

+ اس شعر میں لف و نشر مرتب ہے۔

شادی بیاہ

چپکے رہنے میں تھا حرام وہ کام | ایک دو بولوں سے حلال ہوا
دولہا نے جب دلہن کو زنانخی کیا سوار | ہمجولیوں کے رونے سے کہرام ہو گیا
بن کے بگڑی بات کیا قسمت ہے تارا جان کی | چاند سا بر آ کے دروازے پہ کیسا پھر گیا
چھلا جڑاؤ سونے کا دولہا کے سامنے | میں نے دلہن پہ ڈومنی کو وار کر دیا
بیاہ کے لائی بہو نیگ چوروں تھوڑا ہے | کس خوشی کا ہے دوا آج کا دن آج کی رات
دو روپے بھی گر نہیں تجھے پاس دینے کے لئے | اشرفی خانم بہو کا تو نے منہ دیکھا عبث
ماں جائی ہوں میں ڈالوں گی آنچل ہے میرا کام | جوتا چھپا کے نیگ لیں دولہا کی سالیاں
بے شک اجی ہے شک مجھے دولہا کی ذات میں | کیسے ہوئے ہیں جمع براتی برات میں
چاہے کبھی چار ہو چکے کب تک رہے گی شرم | گھونگھٹ اُٹھاؤ اوہی خصم کو جواب دو
چوتھی کو تو صورت میں زرا دیکھوں دلہن کی | بندھوا کے انگھنی مجھے لادو اجی گھن کی

ناچنا گانا

لے کا خیال سُر کا نہ ہے تال کا اسے | میں سچا گا رہی ہوں یہ دیتا ہے سم غلط
جنگلا ہے پیلی بھیت کا پیلو بجایئے | ویرانی جائے دل کی اجی دے ستار رنگ
مرزا خیال سچ ہے کہ ویران ہو گا گھر | جنگلا وہ روز گاتی ہے آ کے سامنے
نہ بھولوں گی کبھی یاد اس کی باجی ایک ڈھاڑے سے | سنی ہے دائرے میں چیز میں نے وہ کدارے کی

ٹونے ٹوٹکے

بتاؤں ٹوٹکا وہ چھوڑ دیں رنڈی کو خود بھیا | تو اپنی بائیں لٹ چھٹنے لگے جس دم گہن دھونا
نکلی ہے کھوٹ شنخ کی گر فال میں ہوا | چھلا اٹھاؤ دھو کے بی آسا کے نام کا

رکھیں ہمسائی مرا مال چرا کے گھر میں | اینٹ الٹوں گی دگانا میں خدا کے گھر میں
یہ ٹوٹکا کیا ٹانگوں میں اپنا ڈال کے منہ | گئی میں چولھے کے آگے انھیں پکار آئی

ضرب المثل و محاورات

وہ سونا پھٹ پڑے جس سے کہ ٹوٹے کان اے گوہر | بہن کے بالیاں کندن نے کی کیا کان کی عورت
گربہ کشتن روز اول مردوں کی ہے مثل | قرق تم جورو پہ اب کرتے ہوائے جٹیا عبث
یہ بیل بھی منڈھے چڑھے پھولے پھلے بھو | دل باغ باغ ہو وہ خدا اب دکھائے دن
پانوں کی جوتی بھی کیا خوب لگی سر چڑھنے | مجھ سے ہر بات میں کیا کرتی ہے تکرار اصل
لے گئے اس طرح بالی کان کاٹے چور کے | پانوں چوموں آپ کا ہے کون سا دو بھائی
یونہی چھریاں بجکیں یہ غم خدا دے ان کی جانی کو | مرے پلے ہے جن لوگوں نے باندھا اس قصائی کو

اسی زمانے میں واجد علی شاہ کی ایک ممتوعہ نے بھی جن کا تخلص بیگم تھا ریختی کہی مگر وہ زیادہ مشہور نہ ہوئیں۔ ان کے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں ؎

ہے منظور باجی ستانا تمھارا | گلہ کرتی ہے جو دوگانا تمھارا
نہ بھیجوں گی سسرال میں تم کو خانم | نہیں مجھکو دو بھر ہے کھانا تمھارا
مری کنگھی چوٹی کی لیتی خبر ہو | ہے احسان سر پر دوگانا تمھارا
ہوا بال بیکا جو مرزا ہمارا | تو پھر سنگ ہے اور شانا تمھارا
گھر سے گانا کے دو گانا مری مہمان گئی | میں یہ انگاروں پہ لوٹی کہ مری جان گئی

جب واجد علی شاہ کلکتہ میں جا کے رہنے لگے تو عبد اللہ خاں محشر کی دیکھا دیکھی وہاں عابد مرزا بیگم نے بھی ریختی کہنا شروع کی۔ عبد اللہ خاں محشر وہی ہیں جن کا تخلص ریختی میں خانم تھا اور جن کا کلام اوپر لکھا جا چکا ہے۔ ان بیگم نے نواب

گلشن الدولہ بہادر کی شاگردی اختیار کی اور جان صاحب کا کلام پیش نظر رکھ کے اشعار کہے مگر اس نقل میں اصل کا رنگ نہ آسکا جب ۱۳۱۵ھ میں ایک مشاعرہ نواب لطف علی خاں مرحوم کے بیٹے نواب ابراہیم خاں کے مکان پر پٹنہ (عظیم آباد) میں ہوا تو بیگم بھی بلائے گئے۔ اتفاق سے مشاعرے میں بعض شعرا نے ایسی لمبی چوڑی غزلیں پڑھیں کہ سامعین اکتا گئے بلکہ جن شعرا کے پڑھنے کی باری نہیں آئی تھی وہ یہ سمجھے کہ طول دینے سے غرض صرف یہ ہے کہ مشاعرے کا رنگ خراب ہو جائے اور کلام کی داد نہ دی جا سکے۔ وہاں میر علی محمد شاد بہت مشہور تھے اور انھیں کے شاگردوں نے مشاعرے کو طول دیا تھا اس لئے بیگم کی باری آئی تو انھوں نے یہ دو رباعیاں طنزاً پڑھیں ؎

(۱)

جاہل شاعر ہوئے بورچی کے میٹ — اوروں کے کلام کو منگوڑے دیا میٹ
تیرے ہی لئے کہی گئی تھی یہ مثل — رکھوا لیا جیٹھ کے بھروسے پر پیٹ

(۲)

جو شاد تھا اس کے دل کو ناشاد کیا — محفل کو مشاعرے کی برباد کیا
کہوا کے جو دوسرے سے لایا تھا غزل — آکے مجھ سے موئے نہ کیوں یاد کیا

شاد مرحوم کو یہ ناگوار ہوا اور انھوں نے امتحاناً اشعار کہنے کی فرمائش کی مگر بیگم نے اشعار سنائے تو خوش ہو گئے اور اُٹھ کے بغلگیر ہوئے۔ پٹنہ سے بیگم حیدرآباد آئے۔ یہاں مرحوم نظام محبوب علی خاں غفران مکان ان کے قدر افزا ہوئے۔

؎ باورچی۔

دو ہزار کا بھاری ٹلوان دوپٹا عنایت فرمایا اور بیگم نے بھاؤ بنا بتا کے خوب خوب اشعار پڑھے۔ مشاعرے کے بعد غفران مکان نے نواب مرزا داغ سے دریافت فرمایا کہ بیگم کا کلام کیسا ہے۔ خدا جانے کیوں داغ مرحوم نے یہ کہدیا کہ ریختی کہنے والے کم علم اور کم استعداد ہوتے ہیں اور ان کی شاعری قابل اعتنا نہیں۔ اس بات سے بیگم برافروختہ ہو گئے اور جواب میں یہ قطعہ کہا ؎

سناتے ہو مجھے باتیں ہزاروں — کہوں میں بھی جو کچھ اپنی زباں سے
تو اس دم کرکری ہو جائے گی بس — سبھوں کے سامنے میرے بیاں سے
جسے کہتے ہیں اردو ہے وہ لشکر — سنی باتیں جو لشکر کی زباں سے
اسی کا نام اُردو ہو گیا ہے — کوئی منکر نہیں میرے بیاں سے
ہوئی جب چھاونی دہلی میں لے لی — وہاں لوگ آ گئے سارے جہاں سے
ہوا ہر قوم کے لوگوں کا مجمع — کوئی کابل کوئی مانندراں سے
عرب تھا کوئی اور کوئی عجم تھا — کوئی شیراز کوئی شیرواں سے
جو کیں آپس میں ان لوگوں نے باتیں — تو اُردو کی زباں نکلی یہاں سے
زباں یا ست بجا بھونا ہوا تھا — کہ گرما گرم آیا ہو دکاں سے
نمک مرچیں ملی ہیں لکھنؤ میں — کہ اب تک رال بہتی ہے زباں سے
وہ اُردو تھی کہ اک لکڑی کا چیلا — نہ نکلے جس کے کانٹے باغباں سے
خراد الکھنؤ والوں نے اس کو — تمہیں کیوں فخر تم لائیں کہاں سے
مری جاں لکھنؤ والوں کے آگے — بہت مشکل ہے کچھ کہنا زباں سے
نہ کہنا اب کبھی میں ہوں زباں داں — ذرا اللہ کو رو کو اس بیاں سے

میں اپنے وقت کی زیب النسا ہوں
جواب اپنا کوئی لائے کہاں سے

یہ کہنا ہے بہت بیجا دوگانا
کہ اچھی ہوں میں ہی سارے جہاں سے

نہیں کرتا زمانے کا ہے دستور
ثنا اپنی کوئی اپنی زباں سے

ہے فضلنا بڑی روٹی میں آیا
زرا پوچھو میاں حافظ کی ماں سے

کیا خالق نے پیدا ایک پر ایک
سنا میں نے یہ آتوں کی زباں سے

زباں کے خلد کی ہے حور عورت
اگر ہو لکھنؤ کے بوستاں سے

زباں کے ملک کا سکہ ہے عورت
انوکھا ہے چلن سارے جہاں سے

زباں کا فیصلہ ہے عورتوں پر
یہ باتیں مردوے لائے کہاں سے

زباں دانی ہے حصہ بیگموں کا
لڑائے کیا زباں کوئی زباں سے

نگوڑی سوت جل ککڑی کے ہاتھوں
تنگ آئی بہت میں اب یہاں سے

یہ بیکاری بنی ہے سوت میری
نکلتی ہی نہیں میرے مکاں سے

وطن چھوڑا اسی شفتل کے چلتے
دکن میں آئی میں ہندوستاں سے

چھڑایا مجکو پیاروں سے اسی نے
چھپا کے منہ چلی آئی وہاں سے

موئی کو لاگ مجھ سے ہو گئی ہے
یہاں بھی آن لپٹی میری جاں سے

سند اس نے مجھے دی مفلسی کی
نتیجہ خوب نکلا امتحاں سے

غرض ہونا ہے جو ہو جائے مجھ پر
میں کچھ کہتی نہیں اپنی زباں سے

مری اب پرورش فرمائیں آصف
کنیزی میں رہوں میں دل سے جاں سے

تو میری مفلسی اس طرح بھاگے
کہ جیسے تیر چھٹتا ہے کماں سے

جو مجھ کو عرض کرنا تھا کیا بس
دعا بیگم یہ ہے دل سے زباں سے

بجے چاروں طرف آصف کا ڈنکا خراج اس کو ملے سارے جہاں سے

چونکہ قطعہ میں دہلی کی زبان پر لکھنؤ کی زبان کو ترجیح دی گئی ہے لہذا نظام غریب مکان نے اس قسم کی چشمکوں کی ممانعت کردی۔

بیگم کی ایک غزل یہاں درج کی جاتی ہے جس سے ان کے کلام کا رنگ معلوم ہو جائے گا۔

مردوے تلوار کا کس بل نہیں دم خم نہیں
بل ہے تیوری پر تو ہو بندی کو اس کا غم نہیں
زال تو بیشک ہے تو بیٹا اگر رستم نہیں
بار دو دو جوڑوں کا اور کمر میں خم نہیں
پھر موئی عورتوں پر جو نہ ہو تھوڑا ہے ظلم
کونسلوں میں جب کوئی بیگم نہیں خانم نہیں
ہاتھ میں جن کے قلم ہے بات میں جن کی اثر
اے بوا وہ عورتیں بھی مردوں سے کم نہیں
بیویاں بہتیری لیکن ان کی مجالس بھی تو ہو
چند تصویریں ہیں حیراں اور کوئی البم نہیں
جنگ سے ہے صلح بدتر نوج ہو ایسا ملاپ
کونسا ہے دن یہاں ہل چل نہیں اودھم نہیں
کھدو مرزا سے جمی جم آئیں محفل میں مری
وقت کے کچھ اپنے اسکندر نہیں وہ جم نہیں
دل کسی کو کیوں دیا بی ہاتھ ملتی ہو جواب
چیز اپنی جب تک اپنے پاس ہے جو کھم نہیں
تیری باتوں کے مرے دل میں ہزاروں گھاؤ ہیں
اور پھر بخیہ نہیں ٹانکے نہیں مرہم نہیں
سوت بازی مجھ سے لے جائے خدا کی شان ہے
وہ ہے چھتیسی اگر میں بھی کچھ اس سے کم نہیں
یار ہے گی سوت گھر میں یا جیں گے راج ہم
اب تو دل میں ٹھان لی ہے وہ نہیں یا ہم نہیں

جانصاحب کے بعد زنانی زبان میں جو تغیرات ہوئے وہ اس نثر سے ظاہر ہو جائیں گے

بہو سے ساس کی گفتگو

ایک دن جیسے سلام کر کے بیٹھی ہوں کہ انھوں نے پھر چھیڑ نکالی اور کہا کہ اوئی

لڑکی تو نے ہنکا توڑنا ہانھ لگانا تک چھوڑ دیا۔ ساری گھرداری مجھی نگوڑی کے ذمے۔ ذرا بھول چوک ہوا اور چار آڑے گئے الزام دینے کو موجود۔ ہم نے بہو بیٹوں کے یہ وتیرے نہیں دیکھے کہ نہاری بیگ کے لونڈے بنے پھریں اور حکومت سے کام کاج لیں اور بڑے بوڑھے خدمت لینے کو ہوتے ہیں نہ خدمت کرنے کو۔ کسی نے تجھے اچھی اُلٹی پٹی پڑھائی ہے کہ صحنچی میں میٹھی راج رجبا اور چیلی چاپڑوں سے کام لینا بات کیا ہے کہ ایک تو اپنا گھر نہیں سمجھتی دوسرے کسی کی شرکت منظور نہیں۔ جہاں دوسرے نے ہاتھ لگایا اور تو نے اپنا پاؤں نکالا پھٹاک کے الگ۔ ساجھے کی ہنڈیا چوراہے پر پورا اپنا قبضہ ہو کوئی دخل نہ دے۔ اللہ رے تیری چند فندیہ بڑھاپا اور ہر روز تکیے سے سر اٹھاتے ہی چولھے میں ہمارا منہ دینا تجھے نہیں سوجھائی دیتا ہمارے یہ دن ہیں کہ ہم بیٹھ کر روز دو وقتہ دنیا بھر کے کام کریں۔ بوڑھے مُردے تو اٹھا بیٹھی کیا کریں اور زندہ جوان میر فرش بنے بیٹھے رہیں۔

(از افسانہ نادر جہاں)

انتخاب دیوان اوّل جان صاحب

شاں ہیں اللہ کی مطلع وہ ہو دیوان کا
جیسے بسم اللہ پھاٹک ہے بوا قرآن کا

سوتی ہیں اب وہ چین سے مخمل کے فرش پر
گھٹا ہوا نصیبہ نہ جن کو پیال کا

وہ دل در گور جنیاں نے کبھی جو نام الفت کا
کسی دشمن کے دشمن کو نہو آزار چاہت کا

خصم دو جوروں کا اے بوا چو نسر کا پانسا ہے
بدی جس سے کرے گا سامنا ہووے گا ذلت کا

متانی سوت پر پڑے خالق مرا وبال
پڑ جائے اس کے حلق میں پھندا شراب کا

لاکھ ٹیڑھا اجی گو سانپ ہے باہر چلتا
ہے مثل سیدھا وہ ہے بانبی کے اندر چلتا

کیا ہم کوتڑی کوئی زناخی کے گھر آیا
اچھا نہیں کرنا ہے اجی ذکر پرایا

گرگٹ کی طرح کالا کبھی لال ہو گیا
غصے سے مردوے کا عجب حال ہو گیا

جو قدر دان اپنے تھے اے جان چل بسے — جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہوگیا

خالی کے مہینے سے وہ خالا نہیں رہتا — درگور مرے پاس رزالا نہیں رہتا

کھلتی ہے جبھی ٹھوکریں کھانے کی حقیقت — سرپر جو کوئی چاہنے والا نہیں رہتا

٭ کر رات کو کنگھی سر میں تو اپنے — زناخی بہت دل پریشان ہوگا

خدا نے پدمنی کو قوم میں ان کی کیا پیدا — بڑا ہر ایک سے رتبہ نہ کیوں سمجھیں چمار

کیا ہوا چل دور ہو تجھ سے موئے — بیاہ میرا اور ہی جا ہو گیا

خورشید کیا کہوں انھیں آنکھوں کے سامنے — گرگٹ کی طرح رنگ زمانہ بدل گیا

دائی یقین دل کو ہے گر جائے گا حمل — ننھا سا لڑکا خواب میں کل پیٹ مل گیا

کل کا پہور ناک کر بجیا کی کاٹ کے — لڑکا بغل میں لے کے گلستاں نکل گیا

ہے حلالی مرے بچے کو حرامی جو کہے — ایسا بچہ ہو بوا اس کی بلا سے پیدا

کیا ہوگا خیر شر کریں مجھ سے دوگانا جان — اس سے مرے جواب نہ دیں وہ سلام کا

پر بیڑا اپنا اوہی بنفشہ نے توڑ کے — دو پیسے بھر کا سیر بھر آزار کر دیا

میں پاس بیٹھی تھی دولھا بھیا کے گروہ سنتے تو ہوتی آفت
کیا غضب کیا یہ تم نے مرزا جو نام لے کر مرا پکارا

رہوں گی میکے میں اپنے جا کر سواری منگوا دو مجکو صاحب
یہ ساس نندوں کی بولی ٹھولی کروں میں کب تک بھلا گوارا

تری جو جورو ہے سہرے جلوے کی اس پہ جا کر یہ فرق کر تو
ملیں گے جا کر اسی سے ہم تو جسے کہ چاہے گا دل ہمارا

کھانا چرا کے خوب نہیں ماں سے پان کا — مُنہ کی کہیں کھلائے نہ چسکا زبان کا

چھوٹے دیور سے مرے پردا گیا — باجی صاحب اوہی تم نے کیا کیا
ایک تم نے کی تو میں نے دو کئے — یہ تو بولو اوہی میرا کیا گیا
ہر تار ہا وعدہ تو یوں ہی دھوکے دھڑی کا — مانوں گی میں اقرار نہ اب ایک گھڑی کا
و بیٹھے پہ رہو آکے یہ والان کرو ترک — بی بولنا منحوس ہے اس چھت کی کڑی کا
مرد ہے نہ جورو سے اب تک خبر ہوا — قربان اس حیا کے بوا سال بھر ہوا
ہو باندی بچہ بی بی مشجر پہناتا ہے — قسمت سے ہے نصیب ننجتی کو بر ہوا

بھلا جنگل میں آکے حال ان چڑیوں کی چوں چوں کا
ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پرسا اپنے مجنوں کا
اجی کس پیار سے خانے میں مادہ کو بلاتا ہے
تماشا دیکھو بھورے خاں کبوتر کی توغوں غوں کا
نہ کیوں دھک سے کلیجہ ہو کہ کنگھی روز کرتی ہوں
مری تو مانگ میں تل ہے تمھیں دھوکا ہوا جوں کا

اول خصم ہی کرنا نہ تھا۔ گر کیا کیا — کرکے جو رنڈی چھوڑ دیا یہ بُرا کیا
راحت تو دل کی ہو گئی کیا پنج روز کا — چھوڑا موے بُرے کو زناخی بھلا کیا
لچھمی یہ چار پیسے جو کوئی لگائے گا — کیونکر نہ قرق کوڑیا خانم بٹھائے گا
دل لے کے رنج دے گا اسر کسی کو جو — بی اپنے ویدے گھٹنے کے آگے وہ پائے گا
یہ بدگماں ہے دل اس نگوڑے نٹ کھٹ کا — لگایا میں نے جو سرمہ موا وہیں کھٹکا
مجھے نفرت ہے صورت سے نگوڑے جان صاحب کی — وہ اس کی شکل گیا ہے لے بوا قربان کی صورت
سمجھو مطلب تو ذرا کیا کہا سمدھن نے مری — طعن کی طعن ہے یہ اور اجی بات کی بات

بی دوگانا سنا ایمان ہے جاتا اس میں — بول اٹھانہ کروا وہی خرافات کی با[ت]
خوب واجی سکھاتے ہیں اپنی انھیں موے — پاجی خراب کرتے ہیں سردار کا مزاج
پہلے نہیں کی۔ بعد کیا جس نے جو کہا — بے ہے بہت برا ہے یہ انکار کا مزاج
سوکن سے میری نکلی زمانے کی احتیاج — ہوتی ہے اس کو روز نہانے کی احتیا[ج]
جو وال دلیا ہووے میسر مجھے وہ کھائیں — بھائی کو بھابی کیا ہے کمانے کی احتیا[ج]
سب سہوں گی خصم کی اے شکرو — نہیں سہنے کی بات جانی تلخ
بھائی بیٹی کے گھر گے پانی کو — جانتی ہوں شراب کے مانند
جو اس کی لاٹھی میں آواز ہے تو پاؤں گی — سوا خدا کے کروں کس سے بیگما فر[یاد]
جیتے جی بندی کا اللہ دکھائے سہرا — مجکو کیا لوگو جو گھر اس کا بسا میرے بعد
کارخانے میں خدا کے نہیں کچھ دخل ہوا — بچہ تم پہلے جنیں بیاہ ہوا میرے بعد
سر پر جو چاہتیں کہ لیتیں برا یا کہ بھلا — ان سے کرنا تھا نہ باجی کو گلا میرے بعد
نرگس خدا دے عشق کے بیمار کو شفا — یہ کودتا مرض تو اجل کے ہے زور پر
سچ کہا اے جان شکرو کی بڑی ہمشیر نے — دودھ پیتے جو ہوں ان کا فاتحہ دو شیر پر
نکاحی بیاہی کو چھوڑ میٹھے متاعی رنڈی کو گھر میں ڈالا — پو بنایا صاحب اللہ مبارک اختر کی مسجد کو تم نے ڈھا کر
تم کو لازم ہے باپ ماں کا پاس — میں ہوں جورو کرو نہ میرا پاس
کافی ہے نیک بخت کو بی جان ایک مرد — کسی کو روز چاہیے دو چار کی تلاش
باندی بچے سے تو میں بیاہ کروں — نوج اس بندی کی ہو ساس خواص
دانا بی بی کا نہ کھاؤں گی کہ میلے مرے ہوں — جانصاحب او ہی منگل کو نہاؤں کیا غرض
خواہش پلاؤ کی ہے نہ بھولام سے غرض — تن پیٹ بھر دو ہے اجی آرام سے غرض

جانا نہیں کسی کے مٹائے سے جان لے — پیشانی پر جو لکھ چکا پروردگار خط
گیا مسالیدار نہ اک دن ہوئی نصیب — لہسن ہے پیاز و پاؤں میں تیرے بدم غلط
ہر گھڑی آکے جیٹھانی مرے سر چڑھتی ہیں — ایک دو بار کروں گی نہ کہ ہر بار لحاظ
سچ کہتی چٹ لگن ہے نہیں پیتے اس کا گل — روشن جو ہو مراد کی اے نوبہار شمع
اے جان دل میں شک ہوا اللہ دے مراد — گُل ہوگئی مراد کی دو تین بار شمع
جو نہ ماں باپ کا اپنے ہو ممانی سچ ہے — اوہی کیا ہوگا وہ جورو کا نگوڑا عاشق
برسات کاٹی رو رو کے اس گھر میں لے بوا — پانی تھا گھٹنے گھٹنے کہیں ران ران تک
منہ زرد آنکھیں لال پھٹے کپڑے جی اُداس — عاشق کے بوجھنے کے بوا ہیں یہ چار رنگ
بڑھیا کے پیچھے پیچھے جوانی خراب کی — کس سے لگایا تو نے ہے آفت کے مارے دل
چلتا نہیں ہے زور محبت میں اس سے کچھ — عورت یہ جس کی چاہے نگوڑا اتارے دل
اور آجائے گی بازار سے کر ڈالو حلال — ٹینی مرغی ہے یہ کب سے ہوئی مردار اصیل
جب اوہی اپنا کر چکے بدنام نام ہم — اب کہتے ہو کہ تجھ سے نہیں رکھتے کام ہم
جب ہم سی ڈھونڈھ لاؤ گے تم نیک پارسا — اُس دن کریں گے آپ کو جھک کر سلام ہم
گیلی سوکھی دونوں جلتی ہیں بوا سرکار میں — بی اُجالی نت رہا اندھیر ہر دربار میں
سوت میری پانچ ہے میں اس سے چھتیسی سوا — وہ تو ہے دس بیس میں میں ایک ہوں دو چار میں
جھاڑو بی بی کی پھرے ہو جائے گھر بیری کا صاف — کوڑی کوڑی بھیک مانگے وہ موا بازار میں
او جلی بگڑی ہے عبث اس کی تو بن آئی ہے — کپڑے لڑکے مرے دو روز میں گو کرتے ہیں
الٰہی جو موئے بدنام میرا نام کریں — انھیں کی ننھی بڑی کو مرے غلام کریں
اکیلی جاؤ جو مسجد میں طاق بھرنے کو — دوگانا جان تمھیں جھک کے ہم سلام کریں

دال آٹے کا سنو بھاؤ ہے اس دم کھلتا — چاہنے والے اجی جبکہ بچھڑ جاتے ہیں
لاکھ تدبیر کرو ایک نہیں بنتی ہے — دن مقدر کے جب اے جان بگڑ جاتے ہیں
سنتی ہوں ایک روز بلاتی ہیں مردوا — کیا نیک بخت ہیں مری ہمسائے والیاں
جا کے سسرال میں دولھا ہے دلہن خانم تم — پہلے ہی روز نہ کر بیٹھیو تکرار کہیں
میں تو ہاں ایسی ہوں پھر کس لئے تو آتا ہے — ڈھونڈلے اور کوئی جا کے طرحدار کہیں
اپنے گھر والے کی وہ جا کے خبر تو لیویں — ان کی بہنا سے زیادہ نہیں مکار ہوں میں
سیدا کل کھڑے ہیں ہوا کائنات میں — لیکن سمائی سب کی ہے شیخوں کی ذات میں
اپنے تو چھوڑ دیتے ہیں غیروں کا کیا گلا — اللہ کام آتا ہے بی مشکلات میں
ہمسائی تم نے خود نہ سنا ہوگا کیا کہوں — کوٹھے پہ بے پکارے کبھی وہ چڑھتے نہیں
زناخی سدا جو ہیں پھولوں پہ سوتے — انھیں ایک دن خاک پر دیکھتے ہیں
بھیجا نسبت کا ہے پیام کہاں — کہاں بچی مری غلام کہاں
نگوڑے مردوے کیا کیا گناہ کرتے ہیں — خراب جان کے عقبیٰ کی راہ کرتے ہیں
اٹھاتے جا کے عدالت میں ہیں بڑی روٹی — دوگانا کام تو جھوٹے گواہ کرتے ہیں

اجی ڈھونڈھ کے باجی ہی یار کریں موئے تیلی تنبولی کو پیار کریں
مرے اس سے زناخی ہزار کریں مری جوتی سے چوبڑے چمار کریں

سانپ بچھو سمجھو اس کو بھیجدو صاحب مجھے — میرے میکے کا تمھارے گھر میں جو اسباب ہو
کمان افسر کی بیٹی تم وہ تیر انداز کا بیٹا — لگا لو اس سے دل گوئیاں نشانہ تم نہ چوکو
روٹی کپڑا مرے تن پیٹ کو کیا دیتے ہو — کیا کھلا دیتے ہو کیا اوہی پہنا دیتے ہو

نگلا ہے تو میرا ہے تمھیں کیا ہے زناخی　　اپنا کوئی دھگڑا مجھے زردار دکھاؤ

ۃ تلوے میرے دھو دھو کے پئیں میں جوتیاں ماروں

بتادے جان صاحب ایسا کوئی ٹوٹکا ہم کو

میں کس سے رہی او ہی رد کو زباں کو　　چلو چپ رہو جھوٹی سچی نہ ہانکو

ا خصم والی بنی سچ ہے اری ہاں اب تو　　دیدہ چر بانک ہوا اور بھی گوئیاں اب تو

اجڑی گھر بار بسا ہو چکی بچوں والی　　بیٹھ کر لڑکیوں میں کھیل نہ گڑیاں اب تو

نواریوں سے بھی سوا کرتی ہیں نخرے تلّے　　نوجوانوں کو پھنسا لیتی ہیں بڑھیاں اب تو

ناحق نہ کرو پاس تم اس کا مرے بھیّا　　ماں باپ کا ہے مرتبہ جورو سے زیادہ

منہ سے تو کچھ کہیں پہ کریں نابکار کچھ　　مردوں کی بات کا نہیں بی اعتبار کچھ

یہ ورثے کا جھگڑا ہے سنو چھوٹی ممانی　　دو چار بڑے اپنے ہوں دو چار تمھارے

کان جھونٹوں کے بھی کاٹے موئے نکٹے تو نے　　ٹلّے بالے ہی ہیں دن گزرا نہ آئی بجلی

مجھ سے کیا پوچھو اجی اپنے ہی گھر والوں سے　　کوئی اچھا نہیں کہنے کا بُری چالوں سے

حق ماں کا بھی سمجھو نہ بیو مامی دلہن کی　　بیٹا تمھیں لازم ہے کرو بات چلن کی

جو کہتے ہو سچ کہتے ہو ہاں میں تو ہوں ایسی　　گھروا ہے میں تو جا کے خبر لیجیے بہن کی

بڑی باجی نے ناحق ہی ستم یہ مجھ پہ توڑا ہے　　بتائیں تو وہ میرا کونسا دھگڑا نگوڑا ہے

زبردستی کی شیخی کرتے ہیں منہ اپنا بنوائیں　　وہ کیا چھوڑیں گے مجھکو آپ ہی نے اُن کو چھوڑا ہے

سر پہ باندی جو مرے آ کے تو چلّاتی ہے　　میں نے جانا اری چندیا تری کھجلاتی ہے

کچھ نہ کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے مجھے　　رات سے آنکھ جو گوئیاں تری شرماتی ہے

دیا ہے کونسا میرا خزانہ بھر تو نے　　نگوڑے فاقے ہی کروائے عمر بھر تو نے

چھپا موباف چوٹی میں نہیں گوٹیاں نے ڈالا ہے — لپیٹا اوہی رسّی کا یہ عجب کوڑیالا ہے
تمانچہ مارا۔ مارا میرے لڑکے کو تمہیں کیا ہے — نہ کچھ کہنا اسے صاحب مرے بھائی کا سالا ہے
نقشہ ہے بوا گول مصوّر کی بہو کا — ہاں آدمی کی شکل ہے تصویر نہیں ہے
پایا جو خصم نیک تو بد ساس ملی ہے — کیا بگڑوں بن آتی کوئی تدبیر نہیں ہے
کس طرح سے لوں سوت جھپل پائی میں جان — تنہائی نہیں پاس کوئی بیر نہیں ہے
بچے والی مرے نہ دنیا میں — پیڑ خالق نہ بار وار گرے
نہیں سمجھ کوئی بات آج باجی آجائے — نویں مہینے تو مشکل سے بچہ ہوتا ہے
ننگی کھلی نہ میٹھی ہوں ہمسلئے والیاں — کوٹھے پہ تم چڑھا کرو صاحب پکار کے
دیکھی جو اپنی چوٹی کی پرچھائیں رات کو — رسّی سمجھ کے بھاگی میں اک چیخ مار کے
بھلی عورتوں سے بُرائی نہ ہوگی — بُرے مردوں سے بھلائی نہیں ہوتی
تم سے نسیم کیا کہوں وہ لوگ کیا ہوئے — اپنے گئے بہار کے دن سب ہوا ہوئے
اپنے بچے چھین لو بندی کو دو صاحب طلاق — کام کچھ مجکو نہیں اب آپ کے گھر بار سے
ہنستے بچے کو رولا دیتے ہیں کیا خوب ہے بُری — اے کھلائی لے باز آئی میں ان کے پیار سے
اور کیا پھبتی کہوں بن آئے ہو لنگور سے — ڈاڑھی منڈواؤ میں باز آئی خدا کے نور سے
کیا برابر کا ہے یہ باجی مرا دیکھے گا کیا — ہوں خفا ٹھینگے سے مزا کیوں چھپوں از دورے
ہے مثل آپ ہی گرتا ہے وہ اس میں خسرو — کھودتا اور کی خاطر جو کنواں رہتا ہے
کیا جانے کوئی حال خصم جورو کے دل کا — کس بات پہ اس کے مرے انکار ہوا ہے
کھوؤں کیوں حرمت میں اپنی دوپہر کے واسطے — روٹی کپڑا مجکو لکھ دیں عمر بھر کے واسطے
کروں گی دھوم سے شادی ہوا نسبت تو ٹھہری ہے — گلہرا ہے مرا اور منجھلی بھابی کی گلہری ہے

کہار و کیا کہاری لوگے تم بن بیاہی بیٹی کی — سوائی ہے نہ ڈیوڑھی ہے سواری نا یہ اکھری ہے

بی بنا آتی ہے بگڑی ہوئی تقدیر کیسے — اچھی سوجھی ہے برے وقت میں تدبیر کیسے

یہ بات سچ ہے جسے جس سے پیار ہوتا ہے — وہ لاکھ جان سے اس پر نثار ہوتا ہے

یہ مردانے ہی مطلب کے آشنا ہیں جان — کہیں ہزاروں میں اک دو وفادار ہوتا ہے

جیئے بیٹی مجھے داماد کے دم کا سہارا ہے — مثل ہے مول سے بی جان ہوتا بیاز[1] پیارا ہے

بہو تم ہو خسر کا مال جو ہے وہ تمہارا ہے — امانی جان کے اس میں خصم کا کیا اجارا ہے

خدا شاہد ہے اے باجی نہیں احسان میں کلو لی — اگر سر سے کسی نے میرے تنکا بھی اتارا ہے

ساس نندوں کی طرح او ہی نگوڑا میلا — بولیاں بول گیا آپ کا داماد مجھے

آئے گا آگے کچھ نہ کہو منہ پیچھے تم — چاہو برا نہ غیر کی جائی کے واسطے

کوسا ہے مجھ کو سوت نے برچھی کا پھل ملے — اس کو نصیب ہو اجی کوڑی کٹار کی

میرے پھندے میں ایک بھی نہ پھنسا — پانچ ہنوتی جس سے چار اُلجھے

ایک چپ ٹالتی ہے لاکھ بلا — میں نہ بولوں کوئی ہزار اُلجھے

لوجنی لوگو دوگانا کی پھوپھی اب بیٹا — شکر خالق کا دعا میں مری تاثیر ہوئی

جو چھنالیں ہیں زمانے کی اُڑاتی ہیں مزے — نیک بختوں ہی کی کمبخت یہ تقدیر ہوئی

جانصاحب تمہارے سر کی قسم — زور چلتا نہیں مقدر سے

ایسے اُجڑے کی یہی گھات کر او آبادی — گوشت اُلو کا کھلا دے موا اُلو ہو جائے

کنویں میں گر کے مرجاؤں اُٹھاؤں ہاتھ جینے سے

قسم اس سر کی باجی فرق اگر تو تیس میں آئے

---

[1] بیاز یعنی سود۔

انتخاب دیوان دوم جان صاحب

سوکن نے پائجامہ پہنا ہے گلبدن کا
پھولوں میں تل رہا ہے کانٹا مرے چمن کا

جھڑ پکے مردوے سب گل کھل چکا سخن کا
کیا رنگ میں دکھاؤں اُجڑے ہوئے چمن کا

کیونکر نہ ہوتی گھر میں بھائی سے خانہ جنگی
آئے تھے پھینکتے وہ ماتھا مرا تھا ٹھنکا

دوگانا جان کے بچے نے موتا مجھ نمازی پر
میانی تر ہوئی ساری پڑا آدھا بدن دھونا

اس پوستی سمدھی نے مرے حوصلہ دل کا
خشخاش کے دانے کے برابر نہ نکالا

تم ہو میں گھر بار کی بنتو بنو انسان اب
جن چکیں بچے کٹی کیا رہ گئیں حیوان اب

بی بی گھر والی کو ہنستی ہوں گی دل میں یہ ضعیف
سب کے سب بیٹھے ہیں منہ باندھے ہوئے نمان اب

سہرے دیکھے ہو چکے بچوں کے بچے اے بوا
کوئی باقی ہے نہیں دل میں مرے ارمان اب

مفلس کی ہے جوانی یہ جاڑے کی چاندنی
بدتر ہے سو بڑھاپے سے اپنا شباب اب

اعمالنامہ میرا فرشتوں سے کھو گیا
صد شکر ہو گا حشر میں کیونکر حساب اب

دے نہ دشمن کو خدا اولاد بیٹیا بدنصیب
ہوتے ہی مر جائے ہو تجھ سا جو پیدا بدنصیب

بی ماں کے ہٹ اُٹھاتے نہیں زنہیار باپ
جورو کے منہ سے کرتے ہیں بچوں کو پیار باپ

بنو مثل یہ سچ ہے پسنہاری ماں بھلی
بہتر نہیں ہے ہو جو تو انگر ہزار باپ

پاپوش مارتے نہیں اولاد کو بہن
بعضے نگوڑے ہوتے ہیں ایسے چمار باپ

بیٹی کے باپ سے بنی خانم بگڑ نہ جائے
ڈالے بہو پہ آنکھ موا بدشعار باپ

دونوں ہیں اپنی جوروؤں کو روز مارتے
بیٹا بھی نابکار موا نابکار باپ

بچے کو اس کے کہہ نہیں سکتے حرام کا
جیتا ہو جس کا اے بوا ہو اشکار باپ

منگل کے دن میں گوشت نہیں کھاتی ہوں کبھی — پکوائیے گا میرے لئے کل مسور آپ
ماں باپ کی میں مٹی پچھل پائی سے بری — بازار سے پری کوئی لے آئیں حور آپ
بچہ نہیں ہے پیٹ میں آزار ہے کوئی — دائی کو باجی بھیجئے اپنی ضرور آپ
ہم کریں گے آپ کو اس روز بس جھک کر سلام — آئیں گے محشر میں جب یہ اوڑھ کے سمور آپ
کھائی کا منہ نہ نہائی کے کبھی چھپتے ہیں بال — خود بنا دیتی ہے یہ اپنی صفائی صورت
دل میں مجھ سے تجھے اس بات کا ہے دھیان عبث — اس تمنا میں مرے گا یہ ہے ارمان عبث
مارتی پاپوش پر ہوں ایسی روٹی آپ کی — جوتیاں مارو گے کل دیں گالیاں دو چار آج
خدا غنی ہے حقیقت میں اور کل ہیں فقیر — کسی کو رکھتا نہیں ہے خدا سدا محتاج
بچے امیر کے اجی شوخی کریں ہزار — ان کو کوئی کہے یہ ہے کس کی مجال شوخ
سنتی ہوں جان پیڑ بڑا ہے بہشت میں — طوبیٰ کی ایک ہو گی کٹی لاکھ من کی شاخ
خصم کسی کا نہیں کھپتا اپنی آنکھوں میں — ہمیں ہے مردوے کی اپنے آن بان پسند
تجھے ہو لوٹا نہ رکھواؤں اپنی چوکی پر — کریں تم ایسے مجھے اب خدا کی شان پسند
خراب ہوں گے محلے کے بچے اے باجی — کیا ہے کسبی نے ہمسائے میں مکان پسند
اب تو کسبی نہ قصائی ہے نہ حجام پسند — سارو ڈھاماٹی کا اس دور میں ہے کام پسند
دال دلیا ہی نہیں ملتا کجا کھانا لذیذ — کھا لیا جو مل گیا سمجھی بہت کھایا لذیذ
اے بی شیریں سچ مثل ہے ہم مسلمانوں کو کیا — کھیر گر پکے چماروں میں بہت تحفا لذیذ
ہے بہت کم سن میاں جورو کو ہونے دو جوان — ٹھنڈا کھانا اگرم کرکے کھاؤ گے ہو گا لذیذ
جیسے چاہے کر دے یہ بہتر سے بدتر — نہیں کوئی شے ہے مقدر سے بدتر
نصیبن خصم رنڈیوں کو ہے ملتا — مقدر سے بہتر مقدر سے بدتر

شش ہے جسے چاہے پی وہ سہاگن
مرا لاکھ کا گھر گیا خاک اُجڑا ہے
چاندی کا ہے نہ سونے کا زیور ہمارے پاس
وہ رات شب برات شب قدر ہے ہمیں
ڈھونڈ کے آپ نے چربانک اگر کی رنڈی
بسیوا و نیا کو دن رات ہی ہم ڈھونڈتے ہیں
بلہوس مردوے دو دن کی ہیں چاہت کرتے
چھوٹی سالی سے کوئی ہنستا ہے یوں بے موجب
آشنا مردہیں مطلب کی بوا آبادی
خیر ہے تم کو بی ہمسائی میں اُٹھنے دوں گی
جست لگن روشن نے حق حق یہ کہی پھبتی بوا
شمع کہتی ہے اسے سمجھا ہے تو کس باغ کا
اپنے ہی اولاد کا چاہیں گی بی سوکن فروغ
سامنے چینی کے کیا مٹی کے ہے برتن کی اصل
مرد سے عورت کی عزت فی الحقیقت ہے بڑی
جھوٹے تھے عرش میں کل ٹھوکروں میں آج ہیں
جو کہ معشوق کا مذہب ہے وہ ہے عاشق کا
نہ تن کو ملتا ہے کپڑا نہ پیٹ کو روٹی
لالوں کی لال ہوں میں دو توں جگہ وطن میں

وہ بہتر سے بہتر میں بدتر سے بدتر
نہ چھوڑی کوئی چیز بدتر سے بدتر
کندن فقط بھرم ہے کہاں زر ہمارے پاس
جس روز مردوا رہا شب بھر ہمارے پاس
مردوا اگر لیا ہم نے بھی طرحدار تلاش
ملتی مکارہ نہیں ہوتی ہے بیکار تلاش
پھوٹے دیدوں نہیں بھاتا مجھے ایسا اخلاص
اپنی ماں بہنوں سے تم رکھو یہ بٹیا اخلاص
جھوٹ کا پیار ہے ان اجڑوں کا اجڑا اخلاص
ہاتھ بھر بڑھ کے پڑا پردے کی دیوار کا خط
ہے اگر منصور پروانہ تو یہ سولی ہے شمع
کہتا پروانہ ہے تو کس کھیت کی مولی ہے شمع
میرے بچوں کا نہ ہونے دیں گی یہ دشمن فروغ
بی ترا بن مجھ سے کیا لے جائے گی سوکن فروغ
دیکھ لو پردے پہ رکھتی ہے بوا اطلس فروغ
ایسے ہم نے دیکھ ڈالے ہیں بوا بادن فروغ
حق تو یہ بات ہے کافر ہے نہ دیندار ہے عشق
ہمیشہ رہتا ہے مفلس خراب حال ہلاک
سسرال ہے بدخشاں میکا مرا یمن میں

لیلیٰ کو جانتی جب مجنوں صفت سڑن ہے — دانتوں کے بدلے مسّی ملتی اگر بدن میں

بٹھایا سوت کو بھابھی نے جب میرے مقابل میں — یہ بھڑکی آنچ پیڑو کی پھپھولے پڑ گئے دل میں

خصم ہے آپ کا سعدی تو اپنا رنگیں ہے — تمھاری سادی ہے رنگیں ہے زباں میری

برا نہ کہتی کسی کو تو کیوں برا سنتی — خراب کرتی ہے خود مجکو یہ زباں میری

اسی چھنال نے سچ بول کے خراب کیا — نہ اس کی آج سے میں اور نہ یہ زبان میری

نکاح جالئے چھپ چھالئے سے نوچ کروں — مثل ہے کیا سڑی جاتی ہیں پھلیاں میری

سوت کی آگ بجھی سوت کے بچوں سے جلی — ان جہنم کے شراروں کی شرارت نہ گئی

روز اک موٹا سا طوفان ہے مجھ پر رکھتی — سوت بندی کی کسی طرح یہ عادت نہ گئی

سوت کو گھر میں مرے ساتھ ہیں اپنی لائیں — میں نے بھابھی کی جو دعوت کی عداوت ٹھہری

باپ کے چونا لگائیں گے ضرور — دونوں لونڈے یہ موئے معمار کے

چار پیسے کی نہ ترکاری ہو دو بچوں کو — جاؤں گھر بھانجے کے ہو کے میں خالا خالی

چڑھ کے منبر پہ عبث ادھی بھری محفل میں — واعظو مغز یہ کیوں کرتے ہو اپنا خالی

وہ اشعار جن سے جانصاحب اور دوسرے ریختی گو شعرا کے انداز بیان میں امتیاز ہوتا ہے

(انشا) لہر میں چوٹی کی تیری ڈر کے مارے ہانپ ہانپ + چونک چونک اٹھتی ہوں میں راتوں کو کہکر سانپ سانپ

(جانصاحب) دیکھی جو اپنی چوٹی کی پرچھائیں رات کو + رسّی سمجھ کے بھاگی میں اک چیخ مار کے

(انشا) باجی کہتی ہیں کہ اک مردوے پر غش ہے تو + مفت ایسا بھی کسی شخص یہ بہتان ہو نوج

(جانصاحب) رنڈی چل دور چخے مجھ پہ یہ بہتان نہ کر + میرے بیری مرے دشمن ہوں گرفتار کہیں

۳ (انشا) پائنچے ڈھیلے قبائیں سب نے کیں اٹھیک ٹھیک — اُڑ گئے وہ لمبے دامن اور اونچی چولیاں
(جانصاحب) پائنچے ڈھیلے ہوں انگیا چست ہو پیانی کسی — آج کل کی لڑکیوں کو بانکپن مرغوب ہے

۴ (انشا) سو تنیں کمبخت وہ جو بیر دوڑاتی رہیں — اُن سے آخر کیا ہوا اپنا کیا پاتی رہیں
(جانصاحب) آگ پانی میں لگائے سوکن — اپنے اللہ سے پائے سوکن

۵ (انشا) نہیں یاں کسی آشنا کی توقع — ہمیں ہے بس اپنے خدا کی توقع
(جانصاحب) اپنے تو چھوڑ دیتے ہیں غیروں کا کیا گلہ — اللہ کام آتا ہے بس مشکلات میں

۶ (جانصاحب) مرجائے یا جئے کوئی جوتی سے آپ کی — ہے رات دن تمہیں فقط اِس کام سے غرض
(نازنین) کوئی بیٹھا ہو تجھے کام اپنے کام سے — اے نگوڑے آدمی سے تو تو حیوان ہو گیا

۷ (جانصاحب) جو کسبیوں میں لطف ہے وہ ہم میں کہاں ہے — تُھتکاریوں سے پوچھتے ہو حور کی باتیں
(نازنین) کیا جانئے کیا کسبیوں میں شہد گھلا ہے — گھر والیوں سے خوش کوئی شوہر نہیں ہوتا

۸ (جانصاحب) کچھ نہیں نرگس کو مزا تن بدن کا اپنے ہو — کام پر دیدہ لگے کیا دل لگا ہے یار میں
(محشر) کیا مردوں سے آنکھ لڑاتی ہے بیسوا — نرگس تری تو آنکھ کا پانی ہی ڈھل گیا

۹ (جانصاحب) کیا بیاں کیجئے دانتوں کی چمک کا عالم — امبا برشاد نے ہنس ہنس کے گرائی بجلی
(محشر) صاف بجلی سی یہاں آنکھوں کے آگے چمکی — مسکرا کر جو دوگانا نے دکھائی بجلی

۱۰ (انشا) جو مجھے ٹوکے سو الٰہی کرے — ہوتے سوتے کو کھاوے اپنے پچھاڑ
(جانصاحب) الٰہی جو مجھے بدنام میرا نام کریں — اُنھیں کی ننھی بڑی کو مرے غلام کریں

دیوان اوّل جان صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

شان میں اللہ کی مطلع وہ ہو دیوان کا
جیسے بسم اللہ پھاٹک ہے. بوا قرآن کا

ذکر ہر مصرع میں آیا ہے خدا کی شان کا
لوگو[ے] بیت اللہ مطلع ہے مرے دیوان کا

حسنِ مطلع اس کا اے نورن نبی کا وصف ہے
قول بے شک سچ ہے یہ میرے محمد جان کا

بولا کاغذ سے قلم یہ قطعہ جب لکھنے لگی
رُعب سے حرفوں کے دل ڈر جائے ہر انسان کا

حیدری خانم خدا کے شیر کی تعریف میں
شعر جو ہے شیر ہے وہ کلک کے میدان کا

وصف میں بی بی کے بچوں کے جو دو مصرعے کہے
ہو گیا پُر نور وہ مطلع میرے دیوان کا

مدح میں بارہ اماموں کی کہوں بارہ جو شعر
عرش پر ہو ذکر اس بارہ دری کی شان کا

بیت اہلِ بیت کی تعریف میں جب دم پڑھی
آئینہ ہی آئینہ دل ہو گیا انسان کا

جو نبی کی آل اور اولاد کا دشمن ہے۔ بی،
دین و دنیا میں اسے رُتبہ ملا شیطان کا

آرزو دل کی ہے۔ یہ اس دم پڑھوں یٰسین خود
رونگٹا میلا نہ ہو صاحب مرے اوسان کا

مرتے دم ایذا نہ ہو اے جان صاحب جان پر
پنجتن کا نام نکلے منہ سے اور رحمان کا

ے لوگو۔ مخاطب کرنے کے واسطے یا حسنِ کلام کے واسطے عورتیں 'لوگو' کہتی ہیں۔

شکر کا خالق کے بندی نے ادا سجدا کیا — کیا حقیقت ہے مری جیسا مرا رتبا کیـ
اس کی قدرت ہے نرالی جو کہو وہ ہے بجا — خاک کے پُتلے کو اپنی شان سے گویا کیـ
پانچ باری جب میں روئی پانچ دریا بہہ گئے — میری آنکھوں نے دوا پنجاب سے دعوا کیـ
بیسویں کے چاند کا پیدا کیا اس نے چلن — چھپ کے آدھی رات کو گھر میں مرے آیا کیـ
آملا بچھڑا سجن - مانا تھا میں نے بیگما — سو نہ جانا - جاگتی نوبت کا ہے کونڈا کیـ

اس پہ میں مرتی تھی مانگا اس نے جو میں نے دیا
جان صاحب سے کبھی پیارا نہیں میّا کیا

کیا مُنہ ہے مُنہ - چڑھائے کوئی اس زبان کا — کس مردوے کو علم ہے میرے بیان کا
مردوں میں اے بہار کترتی رہی میں پھول — دیکھا نہ منہ زبان کی قینچی نے سان کا
جمشید کا پیالہ مری فکر ہے بوا — مضمون آئینہ کیا سارا جہان کا

معنی کے بدلے رہ گئی اب شعر میں جگت
اے جان پہنوا نگر کھا ہاتھی کے تھان کا

چوری ہوئی پتا نہیں ملتا ہے مال کا — گھر گھر گلا کروں گی اجی کوتوال کا
زیب النسا کی طرح میں کہتی ہوں وہ غزل — مردوں سے ہو جواب نہ میرے سوال کا
سوتی ہیں اب وہ چین سے مخمل کے فرش پر — گھٹا ہوا نصیب نہ جن کو پیال کا
ہمسائی میرے سر کی قسم آئیو ضرور — کونڈا کروں گی جمعہ کو سیّد جلال کا
بدنے لگی میں کس لئے پنچایت آپ سے — مالک ہے اب وکیل مرے انفصال کا
چھپ چھپ کے پاس لے بوا شہزادی جان کے — ہے لاکھ بار آیا ہزاری کا بالکا
دردوں کے مارے مرتی ہوں لیتے نہیں خبر — کیا کھولنا تمہیں نہیں آتا ہے فال کا

سر پھوڑ کے لہو کی بہاؤں گی ندیاں — گر بال بانکا[۱] ہو گا اجی میرے لال کا

ایسا نکھٹو[۲] پلّے سے میرے بندھا موا — الٹا پڑا ہے جھگڑا گلے روٹی دال کا

اے باجی اس طرح نہیں چھپتا کسی کا عیب — جس طرح چاند رہتا ہے بدلیں ڈھال[۳] کا

وہ جان صاحب آپ کی ہے ریختی کی دھوم
مندر کے جیسے شہرہ ہے ہر جا خیال[۴] کا

کہتی ہوں دل میں جب سے مجھے تو نظر پڑا — خالق بچائے جان ہلا کو نظر پڑا

موسی کٹک فرنگی کو معراج ہو گئی — مریم نسا جو اس کو سپاٹو نظر پڑا

ہوتی تھی عید ہم کو سمندر میں اس گھڑی — ٹھہرا جہاز جب کوئی ٹاپو نظر پڑا

جو چاہیں اپنا زور یہ لاہور میں کریں — مکہ میں اب تک ایک نہ ہندو نظر پڑا

سب جھوٹ ہے میں اس کے لئے ہو چکی خراب — سچا عمل کسی کا نہ جادو نظر پڑا

یہ سات پیڑھیوں کے ہوا بعد اتفاق — کنبے میں بیگما کے دوہا جو نظر پڑا

مسّی خراب ہوتی ہے کو کا تو ڈھونڈ لا — سوسن کو طاق میں نہیں ماجو نظر پڑا

پھل دینی بھائی سے بھی نہ مجکو ملا بہار — دنیا میں کوئی اپنا نہ لاگو نظر پڑا

ہاتھوں سے دل کو تھام کے چوکھٹ پر گر پڑی — پٹ بھیڑنے میں اس کا جو بازو نظر پڑا

جس مرووے کے پیچھے مرا گھر ہوا تباہ
برسون کے بعد پھر وہی الّو نظر پڑا

وہ دل در گور جنبیاں لے کبھی جو نام الفت کا — کسی دشمن کو نہ ہو آزار چاہت کا

---

۱ بال بانکا ہونا یعنے صدمہ پہنچنا۔ آنچ آنا ۲ نکھٹو یعنے نکما ۳ ڈھال کا چاند وہ آہنی یا برنجی پھول ہے جو ڈھال میں ہوتا ہے ۴ خیال ایک راگ کا نام ہے۔

ابھی سے دل پڑا اس کا نگوڑا عشق کے پالے
خدا حافظ ہے اے حرمت تری بیٹی کی حرمت

مرا کیا نام بد ہو گا وہ خود بدکار ہے روشن
دیا ہے رنج مجکو جب گلا کرتی موں راحت

خصم دو جوروں کا اے بوا چو سر کا پانسا ہے
بدی جس سے کرے گا سامنا ہووے گا ذلت

لگا میٹھا برس[1] جب سے یہ صورت زہر لگتی ہے
کہیں مشاطہ کر پیغام اب مصری کی نسبت

کٹا ہے صبح سے رو رو کے یہ دن شام تک شبن
اُٹھی جو سو کے منہ دیکھا عجب کمبخت راحت

صنوبر آگیا غش میں ہوئی سو جان سے عاشق
عجب بوٹا سا قد اس کا نمونہ ہے قیامت

بدل کر آنکھ توتے کی طرح ٹیں ٹیں لگا کرنے
اُڑے دنیا سے جلدی نام ایسے بے مروت

اگر دوزخ نہ ہوتی فکر کرتا کون جنت کی
ہے رتبہ سوم کی خست سے حاتم کی سخاوت کا

نہ مانو مہر تم بجی کے حق میں کانٹے بوتی ہو
نہیں یہ وقت ہے اے بگیا صاحب مروت کا

پڑھائی کیوں زلیخا[2] مولوی صاحب نے یوسف کو
کیا خانہ خراب اس کا دکھایا کوچہ الفت کا

اگر رستم فتح خاں ہے تو ہوں میں سوہار نڈی
چلا تلوار کے آگے ہے کس دن زور طاقت کا

وہ تھے اُستاد تجھ کو جاں صاحب ان سے کیا نسبت
کیا پر نام روشن[3] ریختی نے تیری نسبت کا

کلوارنی یہ مرتا ہے تف اس کی ریش پر
قاضی کے گھر میں کیوں نہ ہو چرچا شراب کا

رو رو کے آہیں کھینچی ہیں اک مست کے لئے
تھیں دیگ۔ آنکھیں۔ بن گئیں بھبکا شراب کا

اماں خدا کے گھر میں جو ہوتا ہمارا دخل
پانی کے بدلے مینہ بھی برستا شراب کا

مرنے کے بعد قبر میں ڈھیلے کی جا بوا
رکھ دینا میرے پہلو میں شیشا شراب کا

مستانی سوت پر پڑے خالق مرا وبال
پڑ جائے اس کے حلق میں پھندا شراب کا

---

[1] میٹھا برس یعنی اٹھاواں سال [2] مثنوی یوسف زلیخا [3] تخلص میر احمد علی ریختی گوے لکھنؤ۔

آنکھیں کسی کی دیکھ کے بے ہوش ہو گئی — نرگس کے منہ پہ دوا جی چھینٹا شراب کا
رنگیں رگیں ہیں شیشہ ہے دل کیوں نہ مست ہوں — باجی یہ میرا کوٹھا ہے کوٹھا شراب کا

اے جان بے پئے نہیں آتا ہے دل کو چین
بے ڈول پڑ گیا مجھے چسکا شراب کا

راہ رسوائی کی ہے یہ موا اکثر چلتا — دل سے لاچار ہوں کچھ بس نہیں اس پر چلتا
لاکھ ٹیڑھا جی گو سانپ ہے باہر چلتا — ہے مثل سیدھا وہ ہے بانبی کے اندر چلتا
جا یہ وہ بچہ ہے نہیں زور ہی اس پر چلتا — دیکھئے گھٹنیوں کب تک ہے مقدر چلتا
تو ہے دیوانی وہاں جاتی ہے سنگی خانم — لونڈیوں میں پری خانم کے ہے پتھر چلتا
اس کو اس باغ میں جیتا ہی میں گڑوا دیتی — میرا شمشاد پہ قابو جو صنوبر چلتا
ساتھ رہتا پری خانم کے وہ سائے کی طرح — عشق ہوتا تو وہ ڈولی کے برابر چلتا
سوت کی مانگ میں دل ان کا ہے اٹکا جاسے — رات کو راہ مسافر بھلا کیونکر چلتا
آئی گردش ہے عجب مردوں کی روزی پر — ہر محل میں بوا چرخا ہے یہ گھر گھر چلتا
موئے کافر جو بڑی روٹی میں پہنے ہوتی — دال کیا گلتی تری۔ جادو نہ مجھ پر چلتا
رشتہ بہناپے کا توڑیں گی وہ جوڑیں طوفاں — خوب ثابت ہوا اب جوڑ ہے مجھ پر چلتا
سوم بنیوں سے جلاہوں سے جو کھیلے چوسر — چال وہ مجھ سے ٹکے گز کی نہ کیونکر چلتا
دنیا خوراکی ہے رزاق ہے مودی میرا — خرچ اس بندی کا کیا اوہی ہے ان پر چلتا
پنجتن پاک کی ہے آس مجھے اے باجی — جن کے صدقہ میں مرا سارا ہے ٹبر چلتا

جاتی نوچندی میں مہتاب کو اپنے لے کر
جان صاحب جو مرے ساتھ وہ دلبر چلتا

مجھ کو دے لاکر جو کچھ - کیا منہ ہے اس کنگال کا
آج تک پہنچا نہیں - مارا ہوا ہے کال کا

ہو وہی عالم الٰہی لالہ ہرگوپال کا
جس طرح جیوڑا گیا ہے لالہ امرت لال کا

سوم کے گھر میں میاں کی دال[1] بھی گلتی نہیں
برم راکس جان لے گا - آنکھ لے گی کالکا

نام پر دینے کے دروازے کی کنڈی بھی نہ دے
چور گھر جو پٹ کریں وہ منہ ہے تجھ کو مال کا

جان صاحب جس سے کھل جاتی ہے سب نیکی بدی
ریختی سچ مچ تری - پانسا ہے یہ رمّال کا

کیا ہم کو پڑی کوئی زناخی کے گھر آیا
اچھا نہیں کرتا ہے اجی ذکر پرایا

اُجڑا ہوا آبادی کا جب گھر نظر آیا
رونے لگی میں دیکھ کے جی میرا بھر آیا

نرگس مجھے بیمار کیا عشق نے جس کے
اک دن نہ خبر لینے کو وہ بے خبر آیا

بدبات کی بو پھیلے گی مشکی کی طرح پھر
صندل مرے گھر میں کبھی عنبر اگر آیا

خورشید نے قطبن کو دیا جوڑا کتاں کا
کرنے مرے مہتاب کا ٹکڑے جگر آیا

گو آنکھ لگا[2] مردوا تھا چھوٹی کا دیور
کنبے میں مرے بجا کے بڑا نام کر آیا

مرزا کی جو میت دیں روئی کبھی نرگس
بے ہوش ہوئی ہوش نہ دو دوپہر آیا

لو کہتی ہے صبح کنور شام برن سے
کوکا مرا کلو سے ہے منہ کالا کر آیا

دل خیرہ ہوا میرا کہ میکے میں اب آئی
ڈولی میں سنا میں نے جو رستم نگر آیا

پریوں کا طبق چھوڑوں گی دیوانی ہو جاؤں
کچھ کھوٹ ہے جو خواب میں دریا نظر آیا

بیگانہ تھا کچا تھا وہ جن اے پری خانم
کل سر پہ چڑھا آج نگوڑا اتر آیا

اے جان کبھی تھا وہ مرے حسن کا عالم
آنکھیں تو ہرن دیکھنے - چیتا کمر آیا

---

[1] دال نہیں گلتی یعنی دخل نہیں - رسائی نہیں - داؤں نہیں چلتا [2] آنکھ لگا مردوا اُس مرد کو کہتے ہیں جس سے ناجائز تعلق ہوتا ہے۔

جان تک مجھ سے نہیں کرتے ہو پیاری مرزا — کس طرح بھولے مجھے یاد تمھاری مرزا
مجھ زلیخا کو خدا نے دیا تم سا یوسف — شکر ہے تم پہ میں سو جان سے واری مرزا
لاکھوں پریوں پہ شرف رکھتی ہے سچ کہتی ہو — آپ کے بوچے کی ہر ایک کہاری مرزا
کیا ہی خوش ہو کے بلائیں لیں پری خانم نے — آپ کی ڈیوڑھی پہ جب آئی سواری مرزا
ساس نندوں کی محبت کے میں قربان گئی — جاؤں میکے مجھے منگوا دو سواری مرزا
تم سلامت رہو صدقے میں تمھارے صاحب — کتنا پہنوں گی ابھی گوٹا کناری مرزا
کروٹیں بدلا میں کی نیند نہ تم بن آئی — کس مصیبت سے کٹی رات ہے ساری مرزا
باتیں رک رک کے یہ بندی سے نہ کرتے ہرگز — چاہ کچھ بھی جو تمھیں ہوتی ہماری مرزا
چلّا باندھا ہے کہ ناڑا کھلے منت بھی بڑھے — رکھا روزہ جو دوگانا نے ہزاری مرزا
تین یا پانچ آٹھ بتاؤ یہ کسی احمق سے — چال چوسر کی میں کب تم سے ہوں ہاری مرزا

انبہ پرشاد سے اے جان جو شیریں لائی
وہ مربّے کی تو منگوا دو اچاری مرزا

نیا چلن تو اجی عمر بھر نہیں آتا — جسے میں جانتی سو وہ ہنر نہیں آتا
بخار سائے کا ہے تم کو اے پری خانم — کبھی ہے آتا کبھی بیشتر نہیں آتا
جلاؤں ایسا کہ صندل کی طرح ناک گھسے[۱] — نہ آئے نس کٹا[۲] جو میرے گھر نہیں آتا
بلاتا کون ہے کر مشکی اس کا منہ کالا — ترے بلانے سے عنبر اگر نہیں آتا
نہ پھینکا ڈھیلا کھنکھارے نہ چپ چلے آئے — کسی کے گھر میں کوئی بے خطر نہیں آتا
ہماری اس کی تو منہ دیکھے کی محبت ہے — مہینوں اے بوا وہ بے خبر نہیں آتا

---

۱ ناک گھسنا یعنی منت کرنا۔ خوشامد کرنا ۲ نس کٹا یعنی خواجہ سرا۔

لڑائی جھگڑا بکھیڑا کرے بلا میری　　رہیں وہ کبھی کے گھر مجکو ٹھر نہیں آتا
نہ کیوں یہ خاک میں مل جائے رنگ کندن سا　　کسی کے ہاتھ اجی مفت زر نہیں آتا

خصم کا مال تو ہی یار کو کھلا رنڈی
ہمیں تو لاکھ کا گھر خاک کر نہیں آتا

گرگٹ کی طرح کالا کبھی لال ہو گیا　　غصّے سے مردوے کا عجب حال ہو گیا
نوروزی جان پورے وہ اب دن کہاں رہے　　بچّہ تو جنتے جنتے تمھیں سال ہو گیا
ایسی گھڑی سے سبز قدم آئی نو بہار　　پھولا پھلا چمن مرا پامال ہو گیا
ایسا تمانچہ مارا ہے کو کانے آپ کے　　سوسن کا میری نیلا اجی گال ہو گیا
رہنے کا ساہو کاروں سے پیدا کیا چلن　　ہمسائی گھر ترا اجی ٹکسال ہو گیا
کیچڑ میں کوڑی دیکھیں تو دانتوں سے لیں اُٹھا　　ایسا زمانہ اے بوا کنگال ہو گیا

جو قدر دان اپنے تھے اے جان چل بسے
جب تو ہمارا ان دنوں یہ حال ہو گیا

آرزو بندی کی خالق سے ہے اک دن میری سوت　　کھائے پھل تلوار کا اور پھول سونگھے ڈھال کا[۱]
بُرفی خانم بھونک کر خالی نہ کر اپنا دماغ　　بے ادب لڑکا تھا کُتا بن گیا سسرال کا
میر مجری پاس بیگم کا روپہ بھیجئے　　پیسا پرمٹ میں ابھی باقی ہے اگلے سال کا
درد بچّی کو لگے۔ کیسی۔ اجی ہو بی کٹر　　فال کھلواتی نہیں ہو پاس کر کے مال کا

جان صاحب رات کو پھوہڑ پنے سے اوڑھ کر
کیا بُرا ایکھا کیا تم نے ہماری شال کا

---

[۱] ڈھال کا پھول وہ پیتل کا نشان ہے جو ڈھال پر ہوتا ہے۔ ڈھال کا پھول سونگھنا یعنی مارا جانا۔

خالی کے مہینے سے ۔ وہ خالا! نہیں رہتا — در گور[1] مرے پاس رذالا نہیں رہتا
لے جا مری گودی سے نہ ہنس روتا ہے بچا — اب نام خدا ہوش سنبھالا نہیں رہتا
کیا شام سے اندھیر ہے بی چاندنی خانم — سنجھ بتی[2] کے بھی وقت اجالا نہیں رہتا
اس گھر کو اجی بھاڑ سے بدتر ہوں سمجھتی — جس گھر میں گرستی کا اٹالا نہیں رہتا
کھلتی ہے جبھی ٹھوکریں کھانے کی حقیقت — سر پر جو کوئی چاہنے والا نہیں رہتا
کیا ڈرتی ہے ماموں سے محرم میں بھی رنڈی — موباف تری چوٹی میں کالا نہیں رہتا
اک پیٹ رہے ہم کو تو سو خطرے ہوں پیدا — مردوں پہ تو کوئی بھی کسالا نہیں رہتا

اے جان مرا خرچ ہے تنخواہ پہ رکھا
رنڈی سے تمھیں حیلہ حوالا نہیں رہتا

اترا ہوا ہے چہرہ کل سے کمال تیرا — جی ہے نڈھال تیرا کیا ہے یہ حال تیرا
کوٹھے پہ چڑھ کے رنڈی کرتی ہے تو جو کنگھی — میں پیچ خوب سمجھی یہ بھی ہے جال تیرا
کوئی تو آ پھنسے گا الو موا نگوڑا — ہے جال سازبہری ہر بال بال تیرا

محبوب سن جو پایا ۔ عاشق تھی دل کو بھایا
ٹپا کسی نے گایا آیا خیال تیرا

گئی تھی دیکھنے باجی میں سورج کنڈ کا میلا — بچی ہوں پستے پستے مردوں کا یہ ہوا ریلا
اجی پتھر پڑیں ایسی ہنسی پر سنگی خانم کی — لگا ہے اوہی کیسا آ کے میری آنکھ میں ڈھیلا
فتح خاں نام ہے اس کا وہ ہے دکھنی سواروں میں — اسی پر میں ہوں مرتی لے بوا باندھے ہے جو سیلا
مجھے کیسی سمجھ کر گھورتا ہے دیکھو میلے میں — مہینوں بائی جی لڑکا مری گودی میں جو کھیلا

---

[1] در گور ایک کلمہ ہے جو بیزاری ظاہر کرنے کو عورتیں بولتی ہیں [2] سنجھ بتی یعنی سر شام۔

سخاوت کا پتا کوسوں تک اے باجی نہیں ملتا
ہوا حاتم بھی کیا جا کے نگوڑے سوم کا چیلا
کسی نے آج کل مجھ کو دیا گر ایک بھی پیسا
میں سمجھی مارا حاتم نے یہ سر میں سوم کے ڈھیلا
ترے صدقے میں مَیں نے جانصاحب آج دیکھا ہے
سنا کرتی تھی اک مدت سے سورج کنڈ کا میلا

یہ دل مسوس کے چپ بھی نہیں رہا جاتا
گلہ جو کرتی ہوں چاہت کا ہے مزا جاتا
لگی ہے آگ محبت کی ۔ دل میں آ کے بجھا
دوگانا جان خدا کا ہے گھر جلا جاتا
جو سنتا ۔ مرتا ہے فرہاد لوگو شیریں پر
وہ بس کی گانٹھ تھا خسرو بھی زہر کھا جاتا
میں بات کرتی جو اپنوں میں تم سے اے صاحب
ذلیل ہوتی وہ بندی تمھارا کیا جاتا
وہ غمزدی ہوئی دنیا میں اے حسینی جان
کہ میرے حال کا ہے مرثیہ پڑھا جاتا
خدا دکھائے نہ پیڑو کی آنچ کا صدمہ
یہ وہ جلاپا ہے ہرگز نہیں سہا جاتا
جو فکر ہوتی ہے روٹی کی شعر کہنے میں
بُرا بھلا یونہی اے جان ہے بکا جاتا

ان کو نوروزی ۔ پورا سال ہوا
تھی یہی عید جو وصال ہوا
بن گئیں کس کے غم میں تم مردہ
اوہی درگور کیا یہ حال ہوا
مجکو الفت جیا سے تھی باجی
اس کے مرنے کا غم کمال ہوا
جس نے دولت قدم ۔ روپے گاڑے
مال وہ موذیوں کا مال ہوا
تو صنوبر سے دوستی کر کے
موئے شمشاد کیا نہال ہوا
ہے منافع جو مسئلے سے روا
سود کھانا بھی اب حلال ہوا
پہ چپکے رہنے میں تھا حرام وہ کام
ایک دو بولوں سے حلال ہوا

مال تل بھر نہ جائے گا قنبر　　کوئی دانا جو کوتوال ہوا
مجھ کو بھی دُھن ہے خوب لاؤں راگ　　ڈومنی کا انہیں خیال ہوا
جان صاحب رہا وہ تنگ سدا
جس کو حاصل کوئی کمال ہو

میں گری تو بھی گرا۔ پانوں نہ تیرا ٹوٹا　　تیرے دل کو تو کل آئی مرا پہنچا ٹوٹا
تندوالوں کے محلے میں گئی تھی مصری　　کھا کے ٹھوکر جو گری پانوں کا گٹا ٹوٹا
اے گل اندام یہ خوشبو جو چلی آتی ہے　　شاید عطار کے کیوڑے کا قرابا ٹوٹا
کیا لوں تاوان آئینہ سے پری خانم میں　　چار پیسے کا مواشیشہ تھا ٹوٹا ٹوٹا
کھا گئی بوٹ چرا کے تو یہاں تک مارا　　سر پہ باندی کے مرے پانوں کا جوتا ٹوٹا
باجی سمدھن ہے مری کرسی کی احمق سے سوا　　بیٹھنے کو دیا داماد کو مونڈھا ٹوٹا
باغ کا میوہ اسے توڑ کے سب بھیج دیا
جان صاحب ہے بڑا ڈال کا آیا ٹوٹا

نہ عصمت سے یہ کام بی جان ہوگا　　کسی نے کیا اس پہ بہتاں ہوگا
کہوں باجی اماں سے بُر مراد ڈھونڈو　　یہ مجھ سے نہ ہرگز دداجان ہوگا
نہ کر رات کو کنگھی سر میں تو اپنے　　زناخی بہت دل پریشان ہوگا
تم آئی ہو گھر میں وہ آئے گا کیونکر　　موا جان کے ایسا انجان ہوگا
مزا دوسری سے نہ پائے گا جس دم　　مجھے چھوڑ کر تو پشیمان ہوگا
نہ ہو ناری جانصاحب پہ عاشق
ترا نام رُسوا نبی جان ہوگا

مرے آگے نہ رو رو کھڑا زناخی بار بار اپنا — تری باتوں سے ہوتا ہے ارے دل بے قرار اپنا

دیا پھولوں کا گہنا سوت کو یہ خار ہے مجکو — نہ کیوں مس پھول سا کمھلائے اب اے نو بہار اپنا

پھنساتا ہے یہی دل جان کے چاہت کے پھندے میں — اسی کمبخت پر چلتا نہیں کچھ اختیار اپنا

رہا گلشن سے خوش کانٹے سے بدتر ہم کو وہ سمجھا — کیا گلزار خاں پر دل فدا جگلو ہزار اپنا

نہ بات اس سے کرا و مصری وہ بس کی گانٹھ ہے بھڑوا — نگوڑی جان کے بیری کو جانا تونے یار اپنا

غدا نے پدمنی کو قوم میں ان کی کیا پیدا — بڑا ہر ایک سے رتبہ نہ کیوں سمجھیں چمار اپنا

ارے تو جان صاحب بک گیا کیا نورؔ پلی پر
تری جوتی کرے پاؤں پہ ان کے سر نثار اپنا

دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا — میں تری تو جان میرا ہو گیا

پھر گئی اک بارگی مرزا کی آنکھ — دیکھنا بی او ہی یہ کیا ہو گیا

دوستی کس مروسے کی آج کل — حال یہ کیا دشمنوں کا ہو گیا

مر گئی میں جیتے جی اے بگما — عشق میں گھر کھوج میرا ہو گیا

کیا ہوا چل دور ہو تجھ سے موے — بیاہ میرا اور ہی جا ہو گیا

بیگما سچ بول تو ہے کیوں خفا — کچھ تو ہے نقصان تیرا ہو گیا

کیوں نہ ہو اس روح کو اے جان چین
آئے وہ دل شاد میرا ہو گیا

جب سے سایہ ان کو جن کا ہو گیا — بی پری خانم کو سودا ہو گیا

ایک نامحرم سے کنڈیا گھاٹ پر — آج محرم دل کا سودا ہو گیا

ل نورؔ پلی یعنی نور روپیہ۔

خوب بھڑکایا تھا اس کو سوت نے | میں ہوئی جب گرم ٹھنڈا ہو گیا
نیک ہوں روشن تو کہتا ہے بُرا | مُنہ انھیں باتوں سے کالا ہو گیا
دیکھنا اس آنکھ مندی کی چال ڈھال | کس قدر چربانک دیدا ہو گیا
مجھ سے موتی کھو گیا گوہر کا جو | کل تھا جھوٹا آج سچّا ہو گیا
اب نظر میں ان کی میں چڑھتی نہیں | دل سے اتری جب سے چھلا ہو گیا
میں نہ بولی اس سے دو دن ایک رات | گلبدن جس دم وہ ترچھا ہو گیا
بل بہت کرتا تھا تکلے کی طرح | ایک ہی جھٹکے میں سیدھا ہو گیا
نوح کا طوفان ہیں آنکھیں مری | جس جگہ میں روئی دریا ہو گیا

کیا کہوں سُن سُن کے باتیں ہول کی
جان صاحب مجھ کو دھڑکا ہو گیا

مرزا مزاج آپ کا جب سے بدل گیا | کس کس کا اوہی جوڑ نہیں مجھ پہ چل گیا
تف اس بہادری پہ بنا مردوا ہے کیوں | چھوڑا پڑا تہ میں تے ترا دل دہل گیا
کیس حسں کے آگے باتوں میں مہرن نے گرمیاں | پتھّر کا دل بھی موم کی صورت پگھل گیا
مالن۔ ہے نو بہار بنی موتیا کا پیڑ | دانوں سے ٹھنڈیوں کے بدن سارا پھل گیا
خورشید کیا کہوں انھیں آنکھوں کے سامنے | گرگٹ کی طرح رنگ زمانہ بدل گیا
تصویر ان کی دیکھ کے آنسو نکل پڑا | بچہ ہی تھا کھلونے پہ آخر مچل گیا
دے دے کے چھینٹے کر گیا مفلس ٹرن کو ہائے | سقّا نگوڑا بھی پری خانم کو جھل گیا
دائی یقین دل کو ہے گر جائے گا حمل | ننھا سا بچہ خواب میں کل پیٹ مل گیا
آنکھیں لڑائی ان سے کہاری نے بانس کھائے | اس کا بھی میرے چونڈے پہ ڈولا اوچھل گیا

دیوانی بن گئی تھی میں پریوں کی کھوٹ سے — چھوڑا طبق ہے جب سے مرا دل سنبھل گیا
کرتی ہے چوٹی کنگھی بڑھاپے میں بیگما — رسی زناخی جل گئی لیکن نہ بل گیا

اے جان ایسا چھاتی سے لپٹایا بھینچ کر
انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

گھوڑی حمایتی نے عراقی کے ماری لات — سچ ہے مری زباں سے یہ ہاں نکل گیا
منہ زور سب ہیں جتنی ہیں نخاس والیاں — ان کا بدی میں نام ہی جیناں نکل گیا
بے تے کی مولوی نے فضیلت کی لاگ سے — دق ہو کے مدرسے سے الف خاں نکل گیا
جوتی سے کوڑا نیک قدم پر کریں گے وہ — اپنا تو پاؤں بیچ سے گوئیاں نکل گیا
کل کانپور ناک کر یما کی کاٹ کے — لڑکا بغل میں لے کے گلستاں نکل گیا

کوڑی نہ خرچی۔ کہتی ہیں چکلے کی کسبیاں
کیا مفت جان گھور کے پریاں نکل گیا

لے کے دل ہو گیا بیگانہ۔ نہ اپنا نکلا — جس سے کی دوستی دشمن ہی نگوڑا نکلا
باجی دن رات کا پھر وہ ہی بکھیڑا نکلا — کوئی گل پھولے گا پھر سوت کا چرچا نکلا
رات کو جا کے سلیماں سے کھلوائی تھی فال — جن کا لوگو پری خانم پہ ہے سایا نکلا
بھوں میں تل ہے مری مہتاب کے پھبتی ہیں کہوں — چاند کے پیٹ میں خورشید کا تارا نکلا
یار کے واسطے بی جان خصم کو چھوڑا — تو کھرا سمجھی تھی وہ اس سے بھی کھوٹا نکلا
روئی بچپن میں کہوں جب سنتی ہوں طوفاں آیا — ایڑیاں ہٹ سے جہاں رگڑی ہیں چشمہ نکلا

مر گئی سوت مگر غم نہیں بھولا مجھ کو
جانصاحب نہ کبھی دل سے یہ کانٹا نکلا

سرکار ہیں تجھے تو وارے کام ہو گیا۔ پاپوش سے تری جو مرا کام ہو گیا
بیگم نے ٹھنڈی سانسیں بھریں کس کے واسطے خسخانے سے سوا جو یہ حمام ہو گیا
کیوں لونڈی اس کی ہوں نہ زلیخا کی طرح سے یوسف مرا غلام ہے بے دام ہو گیا
دولھا نے جب دولھن کو زنانخی کیا سوار ہمجولیوں کے رونے سے کہرام ہو گیا
رنڈی نہ کربلا میں کوئی جائے اے بوا حاکم کا لکھنؤ کے یہ احکام ہو گیا
گڑیا سنوار دوں گی اری بھیک مانگ کے مشاطہ کہ ادھر تو سرانجام ہو گیا
جمشید کا میں توڑ کے سر لوں گی دیکھنا غائب جہاں نما یہ مرا جام ہو گیا
مالن پہن کے آئی ہے تو دیکھ نو بہار سستا گزی کے مول سے پھولام ہو گیا

تیری جدائی جان کے جانی نے جان دی
شادی کا نام موت کا پیغام ہو گیا

جانصاحب آ کے دل مجھ پر ترا کیا پھر گیا اوہی کیا تقدیر بگڑی بن کے سودا پھر گیا
بن کے بگڑی بات کیا قسمت ہے تارا جان کی چاند سا بر آ کے دروازے پہ کیسا پھر گیا
بے بلائے مردوئے کے گھر میں پھر دوڑی گئی بے حیا ہے لے کے دل مجکو نگوڑا پھر گیا
گو نباتی جان میٹھی گالیاں بجے کی ہیں کھاتے کھاتے یہ مٹھائی۔ جی ہمارا پھر گیا
کل جو عیدی آئی لاڈو جان کی سسرال سے رکھ لیا باجی نے کیا مشاطہ اور کیا پھر گیا

دے کے دل میں جانصاحب کو نہیں رسوا ہوئی
گھر محبت کا بکا لوگو ڈھنڈورا پھر گیا

ہوئے جڑواں جو دوگانا کے نواسے پیدا گڈے کیا جیتے ہوئے تھے وہ ذرا سے پیدا
اس کے قربان جو دو آنکھوں سے چار آنکھیں دیں کرتی مضمون ہوں آ تو کی دعا سے پیدا

پیسے والی ہے بنی گوڑیا خانم اب تو کیا ہی چرخا نے کیا مال دغا سے پیدا
پہرے والے پہ نہ یہ بادھنو باندھ اے نرگس اور دو روگ ہوئے اس کی دوا سے پیدا
صدقے خالق کے بوا کیا نہیں خالق نے کیا خاک سے آگ سے پانی سے ہوا سے پیدا
ڈر نہ خیرن سے۔ ہے دیوانی پری خانم تو ایسے شر ہوتے رہیں تیری بلا سے پیدا
نہ ڈرو نانی کے مردے سے بوا دیکھو ہوئے بیٹے اور پوتے نواسوں کے کوا سے پیدا
دل تجھے کیا دیا اے جان مرے دشمنوں کے
روز ہوتے ہیں نئے خون کے پیا سے پیدا

ہلکا نہیں ہے بھاری یہ ہے ٹیم ٹام کا جوڑا بری میں آیا بڑی دھوم دھام کا
کیا ہو گا خیر شر کریں مجھ سے دوگانا جان اس سے مرے جواب نہ دیں وہ سلام کا
نکلی ہے کھوٹ شیخ کی گر فال میں بوا چھلا اُٹھاو دھو کے بی آسا کے نام کا
لگتی نہیں زبان ہی تالو سے ایک دم بکتی موا رونا نہیں ہے یہ کام کا
اے جان صاحب آپ کو کہتی نہیں ہوں کچھ
رُسوائیوں کا پاس ہے اور اپنے نام کا

اندھا پن بہن کے مرا ہار کر دیا گوہر نے ہار موتیوں کا ہار کر دیا
ہرنی کے اندھے ہونے پہ ایسی دکھائی آنکھ نرگس کو میری آپ نے بیمار کر دیا
پرہیز اپنا او ہی بنفشہ نے توڑ کے دو پیسے بھر کا سیر بھر آزار کر دیا
گھورا مجھے جن آنکھوں سے دیدہ وہ ہوں پٹم کل جیبھیوں نے ہونس کے بیمار کر دیا
تم ایسے جیتے ہو سنو اے میاں بہار جو جیتے لے لیا نہ کبھی ہار کر دیا

---

۱ چرخا بوڑھی عورت کو کہتی ہیں ۲ اس سے مرے یعنی ٹھینگے سے مرے۔

میں اس کی بگھر یہ اس کا ہوا سب کے سامنے
لکھ پڑھ دیا زبانی بھی اقرار کر دیا

رو پا نے اپنے مال کا بھڑوے سنار کو
سنتی ہوں رتی رتی کا مختار کر دیا

چھلا جڑاؤ سونے کا دولھا کے سامنے
میں نے دلہن پہ ڈومنی کو وار کر دیا

بنتو کی بات غیر سے کرنے کی میں نہیں
سو بار میں نے آپ سے انکار کر دیا

مرزا مقیم سیکڑوں آتے ہیں جوہری
گوہر نے گھر کو جوہری بازار کر دیا

باتیں تمھاری جورو کی چھریوں سے کم نہیں
اے بیٹا ایسا جورو کو خونخوار کر دیا

دولھا بنائے رکھتی میں اے جان آپ کو
بندی کو مفلسی نے ہے لاچار کر دیا

مینہ کا برسنا اور وہ پینا شراب کا
تھا کیا ہی عیش باغ میں جلسا شراب کا

دیوانی ہو گئی پری خانم ہے آج کل
سر پر چڑھا ہے رنڈی کے سودا شراب کا

وہ پینے والی ہوں نہ کبھی میرا دل بھرے
پانی کی جا اگر بہے دریا شراب کا

گھٹی میں میری دائی نے کیا ڈال دی شراب
آتے ہی ہوش پینا خوش آیا شراب کا

مشہور سب میں ہو چکی میں دائم الخمر
چھوٹے گا منہ سے اب نہ پیالا شراب کا

گوندھی گئی تھی خاک مری کیا شراب میں
متوالی کیسی بن گئی پتلا شراب کا

ہوتا ہے دل کباب بس اے جان چپ ہو
میں کب سے سن رہی ہوں یہ جھگڑا شراب کا

پڑی ہیں سر میں جوئیں اب ایسی کہ زچ ہے جینے سے دل ہمارا
ممانی اماں میں سر میں ڈالوں منگا دو تھوڑا سا مجھ کو پارا
کبھی نہ بھولوں بھی آ کے پوچھا کہ تیرے جیوڑے کا حال کیا ہے

یہی تھے اقرار تو نے جس دم کنوار چھپ تھا مرا اُتارا
تمانچے کھائے ہیں میں نے ناحق بلا کے خانم کو اپنے گھر میں
مجھے تو اماں نے پھول کی بھی چھڑی سے اب تک نہیں تھا مارا
کہے میں دیتی ہوں لاڈو خانم قسم خدا کی یہ دیکھ لینا
نکال لوں گی میں دونوں دیدے کیا کسی سے جو اب اشارا
کئے ہیں فاقے نگوڑے اتنے کہ جان تن میں نہیں ہے باقی
نباہوں تجھ سے بھلا میں کیونکر نہ ہووے روٹی کا جب سہارا
یہ جتنیاں ہیں تماش بینیں نہیں زیارت سے کام ان کو
یہی ہے مطلب کہ جائیں درگاہ مردوں کا کریں نظارا
زمیں پہ کس طرح پاؤں رکھے دماغ اس کا ہے آسماں پر
گئی ہے بیاہی وہ چاند خاں سے نہ چمکے مہرن کا کیوں ستارا
میں پاس بیٹھی تھی دولھا بھیا کے گرد وہ سنتے تو ہوتی آفت
کیا غضب کیا یہ تم نے مرزا جو نام لے کر مرا پکارا
رہوں گی میکے میں اپنے جا کر سواری منگوا دو مجکو صاحب
یہ ساس نندوں کی بولی ٹھولی کروں میں کب تک بھلا گوارا
لگی ہوئی ہو بناؤ میں تم دوگانا جنیاں یہ کیا غضب ہے
سواری دولھا کی آگے اتری دلہن کو اب تک نہیں سنوارا
تری جو جورو ہے سہرے جلوے کی اُس پہ جا کر یہ فُرق کر تو
ملیں گے جا کر اسی سے ہم تو جسے کہ چاہے گا دل ہمارا

بڑی خوشی سے وہ چھوٹی پوتی کا اپنی تم سے نکاح کریں
قسم ہے اس سر کی جان صاحب نہ آیا بیگم کو استخارا

کھانا چرا کے خوب نہیں ہاں سے پان کا | منہ کی کہیں کھلائے نہ چسکا زبان کا
چوری لگا نہ جوہری چھتی کے یار کو | دُر دانہ موتی لے گئی گوہر کے کان کا
بیڑا تو بی اُٹھلیا خدا اسرخرو کرے | سر سبز ہوں تپا جو لگے خاصدان کا
صرفہ نہ کر نواڑ کا غارت نہ کر جہیز | پاپی بھی دے پلنگ نہ بیٹی کو بان کا

مستانیوں کے کیوں نہ کریں تجھ پہ میل دل
اے جان تو ہے مردوں میں ہاتھی نشان کا

چھوٹے دیور سے مرے پردا کیا | باجی صاحب اوہی تم نے کیا کیا
کس سے میں نے آپکا شکوا کیا | جو کیا صاحب نے وہ اچھا کیا
مردوئے کہتا ہے میں نے کیا کیا | تو نے بس بویا یہ شرپیدا کیا
پیٹ سے اچھے نکالے تو نے پاؤں | ایک گھر سے دوسرا پیدا کیا
کل گئے دن کے دکھائی شکل آج | اپنا کہنا تم نے اے ہرزا کیا
میں تو تڑپی تم نہ آئے رات بھر | یہ کہاں کا آپ نے نخرا کیا
آنا جانا میرے گھر کا چھوڑ دو | تم نے رنڈی کی بہت اچھا کیا
ایک تم نے کی۔ تو میں نے دو کئے | یہ تو بولو اوہی میرا کیا کیا

پھر اجی تم سوت کے جاتے ہو گھر
جان صاحب ربط پھر پیدا کیا

اے اُجل۔

عشق جس دن سے کیا۔ کیا کہوں کیا کیا بھولا
غیر کی یاد میں سارا مجھے کنبا بھولا

بیاہ ہوتے ہی دلہن جان کو میکا بھولا
چین سسرال میں پائے اجی بھولا بھولا

تم کو ماں باپ کا حق جان کے بیٹا بھولا
ایسے جورو کے ہوئے خوف خدا کا بھولا

دیکھ کے ایسی ہوئی آپ پہ عاشق مرزا
اپنا سب بھان متی کو بھی تماشا بھولا

سچ ہے بی نوج مرے کوئی کسی کے اوپر
یاد رونا رہا گھر بار کا دھندھا بھولا

کھیر الکڑی[۱] کیا بچوں کو مرے بھابی نے
ان کا وہ کوسنا اب تک نہیں بھیّا بھولا

صدقے میں یاد رہے غیروں کی عیدی بانٹی
جان صاحب ہی کا حق آپ کو مرزا بھولا

چھوڑ کر اوہی خصم تم پہ تو انگر اپنا
کنگلی بن بیٹھی ہوں گھر بار لٹا کر اپنا

کھو جڑے بیٹا کسی طور نکلتا ہی نہیں
غم موا سمجھا ہے کیا دل کو مرے گھر اپنا

کس کو سمجھاؤں خرابی ہے مری دونوں طرح
بھائی پر زور ہے چلتا نہ خصم پر اپنا

تیرے کہنے سے تو آزاد کیا اے شمشاد
منہ دکھائے نہ مجھے پھر یہ صنوبر اپنا

جان صاحب کی جدائی سے پریشاں ہے یہ
دل نگوڑا کہیں لگتا ہے نہ دم بھر اپنا

اے بوا پتھر کا دل ہے اس موئے بے پیر کا
تھا نکھٹو گھر میں خالق کے مری تقدیر کا

کیا کیا ہے دھوپ میں باندی نے سر اپنا سفید
آج تک آیا نہ شیریں کو پکانا کھیر کا

اشرفی خانم کی چوری لے پری خانم کھلی
ہے بنایا توڑ کے توڑا مری زنجیر کا

پیچ کھوٹے شہر میں بٹّا نہیں لگنے کا کچھ
ہے اگر کندن کھرا سونا تری زنجیر کا

---

۱ کھیر الکڑی کرنا یعنی کوسنا۔

سچ کہا مہرن نے یہ روشن ہے تاروں سے سوا　　ہر ستارہ چاندنی خانم مری زنجیر کا
اے نگوڑی کیا پھرے گی ہو کے تو ننگے گلے　　بن نہ سودائی اری سودا نہ کر زنجیر کا
جان صاحب سامنے مانی کے کیوں ہونے لگی
کھینچ لے نقشہ خیالی وہ مری تصویر کا

پیسا تھا پاس رہتے تھے ہر آن آشنا　　یا دور دور کرتے ہیں اے جان آشنا
ایسا لہو زمانے کا اب ہو گیا سپید　　دشمن ہوئے ہیں جو تھے مری جان آشنا
دیکھوں گی بے قرار ہوں مرتی ہوں سچ یہ ہے　　آنکھیں ہیں دل ہے جان ہے ایمان آشنا
قالب ہوں جس کے دو اجی اور جان ایک ہو　　وہ آشنا پہ ہوتے ہیں قربان آشنا
اے جان عاشقانہ کہو طور[۱] کی طرح
ہیں جن محاوروں سے مرے کان آشنا

کرتا رہا وعدہ تو یوں ہی دھو کے دھڑی کا　　مانوں گی میں اقرار نہ اب ایک گھڑی کا
منہ کالا کرے کون لگا اس کو ہے بڑھ کھس　　سر ہلتا ہے پر شوق ہے مسّی کی دھڑی کا
بیگن سے سوا ہونٹھ ہیں او وے ترے سوسن　　کیا رنگ دھواں دھار ہے مسّی کی دھڑی کا
ہو خیر دلہن دولھا کی ماتھا[۲] مر اٹھنکا　　اچھا نہیں بی ٹوٹنا سہرے کی لڑی کا
میں پٹیوں بدی سے جو کوئی ہاتھ اٹھائے　　کب نیل پڑا چوتھی میں پھولوں کی چھڑی کا
آبیٹھنا ہے تم کو تو آبیٹھو زناخی　　حجت نہ کرو کام ہے دو چار گھڑی کا
چھوٹی مری کھائے گی ہرے پان کا بیڑا　　مجھلی کا نہ سنجھلی کا نہ ہے بیاہ بڑی کا
گو ہر جو بندھا آنسوؤں کا تار نہ ٹوٹا　　عالم مرے رونے میں ہے ساون کی جھڑی کا

---

۱ طور ایک شاعر کا نام ۲ ماتھا ٹھنکنا یعنی کسی ہونے والی بری بات کے آثار ظاہر ہونا۔

بی بولنا منحوس ہے اس چھت کی کڑی کا . کوٹھے میں رہو آ کے یہ دالان کرو ترک

یہ قول ہے مردوں کا خدا پر ہے اے جان
تعویذ کا قائل ہو نہ بوٹی نہ جڑی کا

میں اوہی گلا کیا کروں ہر بار تمہارا — بے درد ہو بس دیکھ لیا پیار تمہارا
ہاں اور نہیں چور ہے زنہار تمہارا — گوہر نے لیا موتیوں کا ہار تمہارا
دریا میں محبت کے سدا کھائے ہیں غوطے — خضر و کبھی بیڑا نہ ہوا پار تمہار
لو بہن کے نوچندی میں مہتاب کو گھورو — مہرن نے کیا جوڑا ہے تیار تمہارا
ٹوٹا جو ہوا ہے تو میں کروں گی سفارش — گھبرایا ہے بے فائدہ پھر یار تمہارا
کیوں پاؤں پہ سر رکھتے ہو تم ہاتھ نہ جوڑو — کولا[1] اجی کیا کاٹے گی سرکار تمہارا

دل لے کے ہوئے جان مری جاں کے دشمن
لو کھاؤ قسم تھا یہی اقرار تمہارا

دکھ میں نے بھرے بھابھی کو سکھیاں ہوا . میرے سر ڈھکنے سے بھیا کو بھی رومال[2] ہوا
مجھ سے تم کڑوی نہ ہو ڈالو نہ تم نیم کے پھول — جال کرتی کا مری جان کو جنجال ہوا
ناک کٹوا کے میں منڈواؤں گی بی سوت کا سر — دشمنوں کا مرے ٹیڑھا اگر اک بال ہوا
خاک میں مل گئی جل جل کے سنا مہرنسا — سوت نوروزی کو پورا نہ اجی سال ہوا
راگ لائی ہے صنوبر مجھے آزاد کرو — آشنا حال میں باندی کا جو قوال ہوا

ہو گئی گور کے مردے سے ہوں بدتر بخو
جان صاحب کی جدائی سے عجب حال ہوا

---

[1] کولا کاٹنا یعنے سزا دینا۔ صدمہ پہنچانا [2] رومال ہونا کنایۃً خلعت میں رومال ملنا۔

نامرد ہے نہ جورو سے اب تک خبر ہوا
قربان اس حیا کے ہوا سال بھر ہوا

گھسواؤں اس موے کو بھی عنبر کے ہاتھ سے
صندل بھی سیدھی باتوں سے ٹیڑھا اگر ہوا

ہمسائی روز بجتی ہے ٹھیکری میں کیا کروں
بھٹیار خانے سے بھی سوا میرا گھر ہوا

ہو بانڈی بچہ بی بی مشجر پہناتا ہے
قسمت سے ہے نصیب بنختی کو بر ہوا

ہو جاتا خون مردوں کا رنڈی خدا سے ڈر
کچھ خیر تھی اسی میں زیادہ نہ شر ہوا

سولہ روپے کے واسطے ٹکسال ہے چڑھی
عزت سے پیارا اشرفی خانم کو زر ہوا

پردیسی جانتی تو میں کرتی نہ چاند خاں
ہے کس مہینے بیں نہیں تم کو سفر ہوا

اے جان تو جہاں رہا ایسا ہے سورما
مشہور وہ محلہ بھی رستم نگر ہوا

بے نقط

کس کا ہوا اور کس کا ہو گا
کس کس کا گھر گھالا ہو گا

کوکا کو گر رکھا ہو گا
لڑکا گھر گھر رسوا ہو گا

رکھا سارا مال رہا لو
مردوا آ کر کودا ہو گا

حال ہوا معلوم محل کا
عمدہ اس کا لگا ہو گا

دور کر آ۔ او ماما کلّو
کوسا ہو گا کوسا ہو گا

سوکھا سا کھا گورا گورا
کملو کا گھر والا ہو گا

جان کا گر۔ گمراہ ہوا دل
روح کو ہمدم۔ صدما ہو گا

بچی جو موئی میری۔ داماد بہت رویا
مرنے پہ کھلی الفت ناشاد بہت رویا

لو سوت کے کہنے سے چھریاں تو مرے بھونکیں   کس واسطے پھر بھڑوا جلاد بہت رویا
میں نے جو کیا لوگو آزاد صنوبر کو   کچھ پانی تو مرتا تھا شمشاد بہت رویا
سب ہنستے تھے سیفو کو جس وقت کھلے جوہر   اک اس کی حماقت پر فولاد بہت رویا

دل میں مرے بجے کے اے جان یہ کیا آئی
روتے جو مجھے دیکھا امداد بہت رویا

کُھلا جنگل میں آکے حال ان چڑیوں کی چوں چوں کا
ہر اک عاشق کو دیتی ہیں یہ پُرسا اپنے مجنوں کا
اجی کس پیار سے خانے میں مادہ کو بلاتا ہے
تماشا دیکھو بھورے خاں کبوتر کی تو غوں غوں کا
نہ کیوں دھک سے کلیجہ ہو کہ کنگھی روز کرتی ہوں
مری تو مانگ میں نل ہے تمھیں دھوکا ہوا جوں کا
دھرا رہتا ہے گھر میں اور کسی کو تو نہیں دیتا
ترا دیوان ہے اے جان صاحب گنج قاروں کا

جو دل میں ہو جو روسے وہ تدبیر نہ کہنا   پائے گا خطا او موے بے پیر نہ کہنا
صندل کو گھسا میں نے تو بو اس کی نہ چھوٹے   غنبر سے مرا حال ملاگیر نہ کہنا
بی جان کوئی سوت کو ہشیار ہے کرتا   ٹھہرائی جو ہو اس سے وہ تدبیر نہ کہنا
مصری اجی لائی ہے مزا چکھ کے تو دیکھو   بیچوں کی رسا ول ہے اسے کھیر نہ کہنا
سید کی جہاں گائے ہو یا شیخ کا بکرا   ٹھنکارا سمجھنا اسے تم بیر نہ کہنا
ہے چاند سے وہ چند کہیں جان کی صورت   واری اسے اس کی کہیں تصویر نہ کہنا

مرزا تراب خیر ہے کہتے ہو کیا کیا
گھر خاک میں ملایا مثل ہے ہوا گیا

اول خصم ہی کرنا نہ تھا۔ گر کیا کیا
کر کے جو رنڈی چھوڑ دیا۔ یہ بُرا کیا

اس سر کی ہے قسم ہوا چھوٹا جو میرا پر
مجھ پر نگوڑی سوت نے کچھ ٹوٹکا کیا

راحت تو دل کی ہو گئی کیا پنج روز کا
چھوڑا موئے بُرے کو زناخی بھلا کیا

بیٹی پتنگ باز کی ہوں کاٹ دوں ابھی
گو پیچ ڈور والے نے مجھ سے نیا کیا

دم ہوش[1] شمع والی پہ پروانہ تم رہے
جب تک رہی جوان مرا دل جلا کیا

لعنت تمہارے دل کو نہ تم آئے آئے ہم
اے جان خوف اپنی نہیں جاں کا گیا

ہمزہ سے بھی ذہین ہے بیٹا کریم کا
سیپارہ پڑھ چکا یہ الف لام میم کا

حافظ کی بیٹی ناظرہ کیا ہی۔ غلط پڑھی
سورہ دوگانا کل جو سنا حام میم کا

ہے ڈیل کانہ بالوں کا ان کے نہ منہ کا وصف
لکھتی ہوں ترجمہ یہ الف لام میم کا

ویدا ہے تیرا کھیل میں پڑھتی ہے کس لئے
پہنچانتی اری نہیں شوشہ بھی میم کا

ہیں پھول نو بہار کے گر باغ میں نسیم
سیپارہ تم بھی پڑھ دو الف لام میم کا

بکری کی طرح میمے لگی کرنے سب ہنسے
صاحب کی میم نام جو کل بھولی میم کا

اے جان تیرا مُنہ یہ مجھے ہے جو تو کہے
سو بار قافیہ میں کہوں ایک میم کا

پروانہ لاکھ لائے وہ مرزا ظیم کا
لوں گی کبھی نہ مول جواہر مقیم کا

اک ایک نقطے پر اجی لڑتے ہیں مردوئے
محفل مشاعرہ کی اکھاڑا ہے بھیم کا

---

[1] دم ہوش یعنی جان و دل سے۔

بابا مرض نہ کھوئی مری بگمیا کی جان — غارت ہو دائی نکلے جنازہ حکیم کا

گلشن کی تو روش نہ مرے دل کو خار ہے — پھولے گا گل بہار نہ دم بھر[۱] نسیم کا

بی بی بنی۔ نہ جائے گی باندی پنے کی بو — کیا ہو منڈھے جو بادلے سے پیڑ نیم کا

گلشن کی طرح پھولوں سماتی نہیں ہے یہ — ہے پیٹ نو بہار کو شاید نسیم کا

اے جان ذکر آیا ہے تیسوں کلام میں
سنتی ہوں میں مسیح کا حضرت کلیم کا

لچھمی پہ چار پیسے جو کوئی لگائے گا — کیونکر نہ فرق کوڑ یا خانم بٹھائے گا

دل لے کے رنج دے گا سراسر کسی کو جو — بی اپنے ویدے گھٹنے کے آگے وہ پائے گا

اک دم نہ یاد بھولوں گی مرزا تراب کی — گوئیاں یہ عشق خاک میں مجکو ملائے گا

مٹی خراب ہو گی نہ آؤں گی ہاتھ میں — مردہ اسی فراق میں تکیے کو جائے گا

بے علم ہو کے چاہے گا جو سرخرو ہوں میں
اے جان فاضلوں میں وہی منہ کی کھائے گا

یہ بدگمان ہے دل اس نگوڑے نٹ کھٹ کا — لگایا میں نے جو سرمہ موئے کا دل کھٹکا

بڑھا جو باجی نہ پھر دانیال آپھٹکا — کہ جس کی ماں نے سدا غلہ میرے گھر پھٹکا

یہ رنگ ہے مرے شمشاد کی اجی ہٹ کا — قدم نہ باغ میں رکھا ہزار سر پٹکا

نہ آئے پاؤں پڑے لاکھ سب نے سر پٹکا — نکاح بندھنے کو بھیجا کٹار اور پٹکا

چلن رہا نہیں دنیا میں اے زناخی جان — کھجوری[۲] چوٹی فتح پیچ[۳] کی گوندھاوٹ کا

---

۱ دم بھرنا۔ تعریف کرنا ۲ کھجوری چوٹی ایک قسم کی لہردار مضبوط گندھی ہوئی چوٹی ہوتی ہے
۳ فتح پیچ۔ عورتوں کی چوٹی کے گندھے ہوئے بال کے ایک پیچ کا نام۔

جوان لڑکیاں مرتی ہیں ڈھیلے پانچوں پر — ہے شوق بڑھیوں کو اب میانی کی کساوٹ کا
وبال جان تجھے ہوگی اپنی اے باندی — جو بال کنگھی سے ٹوٹا اجی مری لٹ کا
ہوئے پہنا جو مالن کو بازو بند نصیب — یہ نو بہار تصدق ہے میری چوکھٹ کا
دھوئیں بوا ابھی سوسن کے پھول اُڑ جائیں — وہ رنگ ہے مری مسی کی بھی اوداہٹ کا
خبر نہ لی مری رکھوا کے پیٹ بھڑوے نے — الٰہی اُس کو بھی آزار ہووے بروٹ کا
یہ آئینہ ہے وہ فانوس باجی کب دیتی — چراغ دان بہو نے دیا نہ گھونگھٹ[لہ] کا

یہ لونڈا جان قلابازیاں جو کھاتا ہے
کبوتری کا جنا ہے ویا کسی نٹ کا

ردیف ب

میان سے باہر ہیں اندر کچھ نہیں اسباب اب — اک مرے قبضے میں ہے شمشیر خاں کی ڈاب اب
کانپتی ہیں ڈر سے گایوں کی طرح سب رنڈیاں — صدر کا حاکم ہوا وہ مردوا قصاب اب
کیوں سدا جاگوں نہ شب کو نیند غم سے اُڑ گئی — میری ضد سے سوت کو پہنائیں گے کمخواب اب
ایسی بہیا آئی اے مہتاب خسرو سے سنا — ل گیا دریا میں سورج کنڈ کا تالاب اب
دور ہو یرقان نرگس کا بنفشہ کا بخار — ایک کو بنّو عمل دو ایک کو جلاب اب
ان کا مطلب رات کو مجھ سے جدا رہنے کا تھا — سمجھی اے خورشید وہ ہیں پالتے سرخاب اب
مولوی یوسف زلیخا میری ے پالک جو ہے — اُس کو وہ تعویذ لکھ دو ہو نہیں بدخواب اب
زہر شیریں نے ہے کھانے میں ملایا دیکھ لو — چینی خانے سے منگا کے باجی سچی قاب اب
اُڑ گئے ہیں ہوش مرزا کی جدائی سے مرے — جالصاحب دل ہے پارے کی طرح بیتاب اب

لہ گھونگھٹ کا چراغدن ایک قسم کا چراغدان ہوتا ہے۔

یہ نہیں خورشید کے چشمے میں آب وتاب اب
چاند خاں جو ہے حسین آباد کا تالاب اب

نو کھنڈا بارہ دری ہے عرش کرسی سے سوا
بُرج ایسے ہوں گے گردوں پر نہ اے مہتاب اب

حور ہیں بھٹیاریاں غلماں مسافر ہیں بوا
نہ کبھی دنیا کی سرا میں ہے سرا نایاب اب

باغ تو جنت ہے اور رضواں مرے چھوٹے میاں
خضر و کوثر ہے حسین آباد کا نالاب اب

جانصاحب حشر تک آباد یہ رستہ رہے
اور ملکوں میں تو ہے ایسی سڑک نایاب اب

غیبت کی۔ اوہی۔ یہ کیا شیطان کیا غضب
ٹوٹے گا تیرے جنڈرے[1] پر اللہ کا غضب

کیونکر نزاب خاں کے نہ گھر جاؤں اے نسیم
اڑتی ہے خاک چلتی ہے کیسی ہوا غضب

اڑتے ہیں میرے ہوش چھلاوا تو یہ نہیں
مینا تمھاری کرتی ہے باتیں بوا غضب

کورے بچو گے تم مجھے کر کے میاں خراب
پکڑوں گی جب کمر تو بہت ہو گے ہاں خراب

مفلس ہے تو وہ اشرفی ناظم کی جائی ہے
پیسے کی کیا روپئے کی کرے کوڑیاں خراب

ماں باپ کا لحاظ تو دل سے اُٹھا دیا
اے باجی آج کل کی ہیں سب لڑکیاں خراب

ردیف ت

خدا نے دی ہے بی۔ نام خدا کس شان کی صورت
خدا شاہد ہے تمُو میں اک جنڈری جان کی صورت

مری مینا تو اے جنگلو تھی اک انسان کی صورت
لگا کے دل بنی انسان سے حیوان کی صورت

وہ دل ہی اور تھا پروانہ تھی جب شمع والے پر
پڑھوں لاحول اب دیکھو جو اس شیطان کی صورت

---

[1] جنڈری تصغیر ہے لفظ جان کی۔

جوے میں بیل ہار انتھ مری جھگڑے میں چھوڑ آیا　　قدیمی فیض آبادی ہے گاڑی بان کی صورت
وہ سونا پھٹ پڑے جس سے کہ ٹوٹے کان اے گوہر　　پہن کے بالیاں کندن نے کی کیا کان کی صورت
بوا وہ جانور جب سے پھنسا پارے کی کسبی سے　　جلی ہوں یہ محبت اُڑ گئی اوسان کی صورت
ہنسی اچھی نہیں یسمین مُنہ پر تھوک دینے کی　　ادب لازم ہے چہرے کا میاں قرآن کی صورت
وکیونکر آنسوؤں سے بی رہیں پلکیں مری بھیگی　　سدا پانی میں رہتا کھیت ہے یہ دھان کی صورت
موے وحشی بنایا آکے اس جنگل میں گھر تو نے　　جہاں کوسوں نظر آتی نہیں انسان کی صورت
مجھے اُس نس کٹے کے ہاتھ سے یہ رنج پہنچا ہے　　کبھی دیکھوں شہ مونگا اُس موئے مرجان کی صورت
مرے نواب سے لالن کا اپنی سر وہ ڈھکوائیں　　یہ ہے اک سرخرو ہونے کی مونگا جان کی صورت

مجھے نفرت ہے صورت سے نگوڑے جانصاحب کی
وہ اس کی شکل کیا ہے اے بوا قربان کی صورت

ہے دوالی سے سوا آج کا دن آج کی رات　　گھر سے نکلو نہ ذرا آج کا دن آج کی رات
اے میاں ناچ نہ موقوف ہو سارے مہماں　　دیکھ لیں اور مزا آج کا دن آج کی رات
قد نظر آتا ہے بوٹا سا مجھے چاند سی شکل　　ہے قیامت سے سوا آج کا دن آج کی رات
صبح کو دیکھا ہے منہ شام برن کا میں نے　　خیر سے کاٹے خدا آج کا دن آج کی رات
بیاہ کے لائی بہو۔ نیگ جو دوں تھوڑا ہے　　کس خوشی کا ہے دوا آج کا دن آج کی رات
تیسرے دن نہیں جاتے ہیں کسی کے گھر سے　　اور رہ جاؤ بوا آج کا دن آج کی رات

جان کی خیر ہو صدقہ اجی کچھ دے ڈالو
جان تم پر ہے کڑا آج کا دن آج کی رات

کہ دی مہتاب نے مہرن سے ملاقات کی بات　　پیٹ کی ہلکی ہے اک دن نہ پچی رات کی بات

آپ کے دم میں جو آجاتی ہوں میں بھولی ہوں
گھاتیئے تم ہو تمہیں سوجھتی ہے گھات کی بات

نیک بختی میں لگے اشرفی خانم بٹّا
کہہ کے ٹکسال چڑھوں اُس موے بدذات کی بات

سمجھو مطلب تو ذرا کیا کہا سمدھن نے مری
طعن کی طعن ہے یہ اور اجی بات کی بات

بجلیاں مانگ کے رلواؤ گے پھر بادل خاں
یاد ہے بھولی نہیں اگلی میں برسات کی بات

بی ورِ گانا سُنا ایمان ہے جاتا اس میں
بول اُٹھا نہ کرو ا . . . . .

ایک دن کا جو ہو مہمان تو کیجے خاطر
روز کی ۔۔

بات بھی اپنی گئی اور نہ چڑھا
جانصاحب نے بڑی چال سے یہ مات ۔ ۔

ردیف ث

میں گلہ کرتی نہیں کرتی ہو تم شکوا عبث
آج دستر پہ پچھلی باتوں کا ہوا کھلا عبث

آبرو ملّاح نے لی بارٖہ دے کر گھاٹ پر
ہو گا کیا خضر وہ چلی ہے ڈوبنے دریا عبث

گریہ کشتن روزِ اوّل مردوُں کی ہے مثل
ترقی[1] تم جو روپہ اب کرتے ہو اے پیٹا عبث

دور و بے بھی گر نہیں تجھے پاس دینے کے لئے
اشرفی خانم بہو کا تو نے منہ دیکھا عبث

ہو تو کچھ سکتا نہیں منہ سے مٹاتے ہیں ہوس
کرتے ہیں نامرد بنّو عشق کا چرچا عبث

پھر چلے گی چوٹ مہرن سے ستارا جان اب
چاند خاں گھر میں مرے مہتاب کو لایا عبث

ٹیڑھے ہوتے ہو جو سیدھی بات پر تو خوش رہو
میں نے منگوایا تھا آڑا لائے ہو ترچھا عبث

پائجامے پر کرن کے کیا کھلے اس کی بہار
میر گل باندھا ہے بلبل چشم[2] کا ٹکا عبث

چھوڑ دینا چار دن رکھ کر اگر منظور تھا
سارے عالم میں مجھے تو نے کیا رسوا عبث

---

[1] ترق کرنا یعنی رعب بٹھانا [2] بلبل چشم ایک کپڑا ہوتا ہے جس پر بلبل کی سی آنکھیں بنی ہوتی ہیں۔

بھڑوے بے انصافوں کے آگے جانصاحب اب پڑھ ۔ قدر کچھ کرتے نہیں ۔ ہے ریختی کہنا عبث

خون اپنا یہ کیا یاقوت نے پینا عبث ۔ کوٹ کر کھایا میاں الماس پر ہیرا عبث

عالموجاہت کی دیوانی ہے مجنوں کی طرح ۔ جن کا سمجھے ہو پری خانم پہ تم سایا عبث

اس چلن سے دھن نہ جڑ جائے گا کھوٹی بات ہے ۔ لے کے گھن اے اشرفی خانم دیا بنگلا عبث

کوڑیا خانم بوا چھاتی پہ کیا لے جائیں گے ۔ سوم کے بچونے رکھا جوڑ کر پیسا عبث

میں ہوں تم پر جان دیتی تم ہو مرتے سوت پر ۔ جی جلاتا ہے تمہارے واسطے میرا عبث

چور ظاہر ہے نہ سر پر خوں لے یٰسین خاں ۔ ہے چھری پڑھ کے اجی قرآن میں رکھنا عبث

آج ہی کھالو کھلا دو کل کی کل کے ہاتھ ہے
جانصاحب خرچ میں کرتے ہو تم صرفا[1] عبث

داغ وہ منہ زور دے گا لے دیا گھوڑا عبث ۔ یار پر دولت قدم کرتی ہے اب کوڑا عبث

شب براتن گو رہی مہتاب آتش باز سے ۔ کیا ملا نسرین نے بھانڈا اگر پھوڑا عبث

داغی جائے گی چھچھوندر ناک بھی ہو گی قلم ۔ پھلجھڑی کی طرح فقرا جل کے یہ چھوڑا عبث

تم نے اس کا کون سا ثابت کیا کھوٹا چلن ۔ اشرفی خانم کے چندڑے پر ستم توڑا عبث

میرے جلنے کے تو اے لوگو بہت دن ہیں ابھی ۔ راج بی دائی نے منگوایا ہے اگروڑا عبث

کیا برابر دائی کے انا نہ تھی انعام میں ۔ حق تو اس کا تھا بہت حصہ ملا تھوڑا عبث

عشق میں جراحنی کے اپنے دل کو آپ نے
ہے بنایا جانصاحب جان کے پھوڑا عبث

---

[1] صرفہ ۔ بخل ۔

ردیف ج

چنگیز خاں سے کم نہیں خونخوار کا مزاج — دشمن کا ہو نہ جو ہے مرے یار کا مزاج

کچھ ہیچ ہے جو بگڑے بنی جان سے حضور — کیا جانتی نہیں ہوں میں سرکار کا مزاج

خو بواجی سکھاتے ہیں اپنی انہیں موئے — باجی خراب کرتے ہیں سردار کا مزاج

مزدورنی کی عشق میں شاید سڑی ہوا — گھر والا پوچھتا ہے جو دیوار کا مزاج

اپنی حرم سے تم نے منگائی مری خبر — بیری سے کوئی پوچھتا ہے یار کا مزاج

دولت نساء سے اشرفی خانم نے سچ کہا — ماشہ گھڑی میں تولہ ہے زردار کا مزاج

کیونکر مھکانہ تم سے ہو نرگس ستارا جان — پوچھا کرو نہ رات کو بیمار کا مزاج

خاطر میں جیوں جیوں کرتی ہوں چنڈو و بنڈورٹوں کی[1] — ملتا نہیں فلک پہ ہے مُردار کا مزاج

توتے کی طرح بچے سے کی بے مروّتی — کیسا بُرا ہے اوہی وفادار کا مزاج

پہلے نہیں کی۔ بعد کیا جس نے جو کہا — ہے ہے بہت بُرا ہے یہ انکار کا مزاج

کیسی ہیں بوڑھے چونڈے[2] پہ یہ مہربانیاں — پوچھا جو آج ساس گنہگار کا مزاج

ہاں کے سوا۔ نہیں۔ نہیں آئی زبان پر — ہرگز نہیں اجی مرا انکار کا مزاج

ناحق خفا ہو مجھ سے اگر ہو تو خوش رہو — اے باجی ہے نہیں مرا تکرار کا مزاج

اے جان دل حرام سے پرہیز کیا کرے
رہتا نہیں ہے قابو میں بیمار کا مزاج

سوکن سے میری نکلی زمانے کی احتیاج — ہوتی ہے اس کو روز نہانے کی احتیاج

کنگلی تھیں بی زناخی۔ بڑی آدمی ہوئیں — اب کیا ہے میرے گھر انہیں آنے کی احتیاج

---

[1] پنڈورٹے لفظ باندی کی تصغیر ہے۔ بدمزبان اور بدمزاج لونڈی [2] چونڈا بڑھیوں کے سفید بال والے سر کو کہتے ہیں۔

جو دال دلیا ہوئے میسّر مجھے وہ کھائیں | بھائی کو بھابی کیا ہے کمانے کی احتیاج
بی بی کا دانہ کھلائے گی انگول[له] کر ضرور | بنّو اگر نہیں ہے نہانے کی احتیاج
ناحق خفا جو ہوتے ہو مرزا تو خوش رہو | میں کوئی آج سے نہیں لانے کی احتیاج
یہ لال میرے ہونٹ کئے چوس چوس کر | صاحب رہی نہ بیڑے چبانے کی احتیاج
مصری جو گڑ دیئے سے مرے سچ ہے یہ مثل | پھر اس کو کیا ہے زہر کھلانے کی احتیاج

گو پستہ قد ہو۔ او ہی بڑے فیلسوف ہو
اے جان تم کو کیا ہے سکھانے کی احتیاج

ردیف ح

لگی ہو نوج مرے دشمنوں کی یار میں روح | وہ ایسا دوست نہیں ہو جو دوستدار میں روح
کیا سڑن نے ہے چالیسواں بسنت کے روز | نکالی قیس کی لیلیٰ نے کس بہار میں روح
یہ وہ بلا ہے نہ ڈرتا خدا سے اتنا بھی | جو آدمی کے اجی ہوتی اختیار میں روح
نگوڑی سر کھلی آندھی میں کیوں کھڑی ہے تو | ہزار رنگ کی ہوتی ہے اس غبار میں روح
نہ کیوں میں موم کی مریم تجھے کہوں نرگس | پگھل گئی تری دو روز کے بخار میں روح
ہزاروں لکھے پڑھے جائیں گے جہنم میں | بھلا مجھ ایسی بُری کی ہے کس شمار میں روح
موئے نے تاڑی کے نشے میں مارا جورو کو | نکل گئی مری بچی کی اک کٹار میں روح
تھی اصل سامری کی کیا وہ جادوگرنی ہوں | کہو تو ڈال دوں مرزا کے پشت خار میں روح

زبانی باتیں ہیں کیا جان بازی بدتی ہوں
نہ لوں گی جیت میں میں۔ تم نہ دو گے ہار میں روح

بی کریما میر گل بھی ہیں الف خان کی طرح | خار ہو کر بوستان بیچیں گلستاں کی طرح

له انگول کرنا یعنے سر کو چھوڑ کر بدن کو دھونا۔

ملوق دم سے بے بیابی اب تو چاندی بن گئی   کیمیا گر کی ہو جورو مجھ سے جنباں کی طرح

دیکھا بی مینا تمہیں بھی ادہی توتا چشم ہو   پھیریں اک پنجرے پہ آنکھیں تم نے گوئیاں کی طرح

رنگ رنڈی کا بندھے ایسی نہ کی کوئی زمیں   مردوں نے اپنے ہی مطلب کی ہاں ہاں کی طرح

فارسی کے قافیوں سے ریختی کو کام کیا

جانصاحب اوہی کیا کہتی بھلیاں کی طرح

ردیف خ

بنّو شیریں کی ہے کہانی تلخ   ہو گئی سن کے زندگانی تلخ

سب سہوں گی خصم کی اے شکرو   نہیں سہنے کی بات جانی تلخ

بویا جب سے کنوئیں پہ نیم کا پیڑ   ہو گیا خسرو میٹھا پانی تلخ

کام فرماو عقس کو باجی   کیا بری بات ہے جو جانی تلخ

ہر گھڑی مرد سے اُلجھ پڑنا   غصہ کر دے گا یہ جوانی تلخ

کان تو کھول دو رونے کے   لوگو لے آیا ہے وہ کانی تلخ

جانصاحب بہت ستانہ کرو

ہے بڑی عشق کی کہانی تلخ

تو دوپٹا اوڑھ کر نرگس ہوئی بیمار سرخ   اب نہ باندی ڈالیو موباف تک زنہار سرخ

کتنی سادہ ہو کہ جیٹی مانگتی مینا سے ہو   میں بھبھوکے لال منگوا دوں تمہیں دو چار سرخ

بے کہے جورو نے پیسے کے چھنگر کیا پکائے   منہ خصم کا ہو چکا غصے سے ہے دو بار سرخ

بی اماں یہ وہ ہے خاک شفا عشرے کی شب   ہو گئے دانے ہیں اس تسبیح کے سو بار سرخ

پان کھا کر جو ہنسی گوہر تو اس کے عکس سے   موتیوں کا ہو گیا باجی گلے میں ہار سرخ

پیلا پیلا کیسا شاہانہ دلہن کو چاہئے — سچّا جوڑا چوڑیوں کا لاوے اے منہار سرخ

جانصاحب کس کی منڈیا کاٹ کر آیا ہے بی
ہے لہو سے آج اس خونخوار کی تلوار سرخ

پھولام میر گل بوا پہنے ہزار سرخ — دے گانہ زیب مردوے کو زنہار سرخ

نارٹی پنے تو کوڑی نہ فولاد خاں کو دوں — اپنے لہو سے اس کی کروں میں کٹار سرخ

لگتی ہے میری صبح کنور پھبتی شام پر — ہوتا شفق کا رنگ ہے جب آشکار سرخ

اس کلموہی نے مانگ میں سیندور ہے بھرا — ق — کرتی ہے یہ گنواری بھی اپنا سنگار سرخ

کنکوا اک نگوڑے نے پیٹے میں ڈال کر
اے جان میری کاٹ دی کل مانگدار[1] سرخ

فتنہ انگیز اور آفت شوخ — بچی خیرن کی ہے قیامت شوخ

مل کے مسی جو آئی ہے سوسن — کیا جمی پان کی ہے رنگت شوخ

انکھ منڈی آپ تھی لڑائی آنکھ — لے مری مجھ کو او ہی تہمت شوخ

میری بچی تو ہے غریب بہت — دیکھنے میں ہے اس کی صورت شوخ

تھی بری لال باغ کی منہدی — ہاتھوں کی کچھ ہوئی نہ رنگت شوخ

لڑکی ویدے کا ڈھل گیا پانی — حرکتیں کرتی ہے نہایت شوخ

غم کے ہاتھوں سے ہو گئی پھیکی
جانصاحب کی تھی طبیعت شوخ

---

[1] یعنے مانگدار سرخ پتنگ۔

ردیف د

نوج ہوں آفتاب کے مانند
کیوں جلوں میں کباب کے مانند

میر گل کا ہے نو بہار کو پیٹ
ہوگا بچہ گلاب کے مانند

موئی خورشید تیری باتوں سے
بھن گیا دل کباب کے مانند

بھابی بیٹی کے گھر کے پانی کو
جانتی ہوں شراب کے مانند

گرمیاں مجھ پہ کرتی ہے مہتاب
لو میاں آفتاب کے مانند

میں بھی ہو جاؤں کیا اجی ننگی
اس موئے بے حجاب کے مانند

ادھر آئی بوا ادھر بھاگی
ہے جوانی بھی خواب کے مانند

پیارے خاں ہی سے خوب بجتی ہے
یہ ستاری رباب کے مانند

گو کھرو کشتی کا میں ٹاکوں گی
ہے کٹوری حباب کے مانند

گھر کے دھندوں میں ہوں پھنسی صاحب
گور کے ہیں عذاب کے مانند

جان صاحب رہی نہ بات کی قدر
قند بکتا ہے راب کے مانند

اگر سنے گا نہ کوئی مری یہاں فریاد
اجی وہاں تو نہ جائے گی رائیگاں فریاد

جو اس کی لاٹھی میں آواز ہے تو پاؤں گی
سوا خدا کے کروں کس سے بگیاں فریاد

نہ گھر میں ڈال کے گوہر کو آبرو کھوئیں
کریں گی صدر میں جا جا کے کسبیاں فریاد

اسے[1] بھائی جوہری اس عدل میں پڑیں پتھر
نگوڑا جھوٹا ہو سچا کرے جہاں فریاد

انار توڑے تو میں دانت کھٹے ہو جائیں
ولایتی کرے ان سے جو باغباں فریاد

اسے[1] جان کہہ دو اگر اس کی جورو بھاگ گئی
چبوترے میں کرے جا کے لال خاں فریاد

[1] اُردو کے شعرائے متاخرین اسے کی یائے مجہول کو گرانا غیر فصیح سمجھتے ہیں

منہ پہ کیا پوچھنا یوسف سے بُرا میرے بعد　　عشق میں نام زلیخا کا ہوا میرے بعد

رات کو خواب میں لیلیٰ نے کہا بندی سے　　تو نے پھر زندہ مرا نام کیا میرے بعد

بیٹے جی بندی کا اللہ و کھائے سہرا　　مجھ کو کیا تو گو جو گھر اس کا بسا میرے بعد

سچ میں کہتی ہوں نبی بخش بُرا ہے داماد　　رکھے عزت مری بچی کی خدا میرے بعد

قبر میں روح کو صدمہ مری ہوگا مرزا　　سوت بچوں پہ اگر ہوگی خفا میرے بعد

کارخانے میں خدا کے نہیں کچھ دخل ہوا　　بچہ تم پہلے جنیں بیاہ ہوا میرے بعد

منہ پہ جو چاہتیں کہ لیتیں بُرا یا کہ بھلا　　ان سے کرنا تھا نہ باجی کو گلا میرے بعد

بھیا فرہاد ہی تھے جان جو دی شیریں پر　　تم نہیں ایسے دکھاؤ جو وفا میرے بعد

بھولی کس برتے پہ ہو یاد رہے اے بنّو　　اس نصیحت کا اُٹھاؤ گی مزا میرے بعد

جیتی جب تک ہوں میں ہے ساری محبت صاحب　　ایسے تم۔ بیاہ کروگے نہ بھلا میرے بعد

دل یتیموں کا بہت ہوتا ہے نازک بنّو
جانصاحب کو گھڑکنا نہ ذرا میرے بعد

ردیف ذ

اے میری اچھی دوا۔ کیا ہوا میرا تعویذ　　نہ بُرا مان بتادے جو ہو دیکھا تعویذ

چاندی سونے میں تو منڈھوائے نہ اُلٹا تعویذ　　ہئے اُگ جاتا ہے چوروں کے نگوڑا تعویذ

بانس منڈھی سے تو پوشیدہ منگایا تعویذ　　خوب جھنڈے پہ صنوبر نے چڑھایا تعویذ

نقش دل پر ہے یہ اس بندی کے جیوں سا بسوے　　بست در بست کا کوکا نے چرایا تعویذ

چاند سورج نہ علی بند نہ ہیکل لائی　　ماما کیا لے کے کروں گی میں اکیلا تعویذ

جو کہ تقدیر کا لکھا تھا ہوا وہ باجی　　کام آیا کوئی گنڈا نہ کسی کا تعویذ

سوت کی آنکھوں کے جادو سے ہوئی کیا بیمار　　پوست پر آہو کے لکھوا کے جو باندھا تعویذ
میری نرگس کو تو بیماری اجی ہے بدنی　　جادو ٹونے کے لئے چاہئے گنڈا تعویذ
سوت کے منہ کو لگے سات توؤں کی کالک　　میرے چھوٹے میں اسی نے بوا گاڑا تعویذ
سحر کیا کام کرے جان پہ اور کیا جادو
نقش دل اس نے کیا ناد علی کا تعویذ

ردیف ر

جب گھر میں آئے ڈھونڈھ چکی بیشتر کمر　　خالی ہی ان کی آئی ہے مجکو نظر کمر
لچکے ہزار کھاتی ہے چوٹی کے بوجھ سے　　نازک دوگانا جان کی ہے اس قدر کمر
مغلانی دیکھوں پڑ گیا پاجامے کا یہ گھیر　　میری تو چکلی چوڑی نہ تھی اس قدر کمر
عنبر سے اور مشکی سے گھسولوں گی تجھے　　صندل نہ تونے مرزا کی پکڑی اگر کمر
میں بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گئی　　مردوں کا منہ چڑاتی ہوں اب باندھ کر کمر
روٹی خدا کے ہاتھ ہے لے جان گھر میں بیٹھ
کیوں باندھے باندھے پھرتا ہے تو در بدر کمر

گھر میں بولے نہ سڑن سمجھے سڑن سے باہر　　ہاں لڑے صبح کنور شام بڑن سے باہر
دونوں یکجا ہوئے جل جل کے ہو الفت کا برا　　نہ ہوئی شمع نہ پروانہ لگن سے باہر
ساتھ سوتیلوں کے تم جاتے ہو بھیا پردیس　　رہنا ہشیار ذرا بھائی بہن سے باہر
رہ کے ٹکسال میں کرہنو نہ کھوٹی باتیں　　ہو نہ نواشرفی خانم کے چلن سے باہر
رنگ لائے گا یہ منہار ہے پاجی بنو
اپنے گھر سے اسے کر لاکھ جتن سے باہر

مر جاؤں تو نہ آئے وہ بندی کی گور پر — کیا ہوں گدھی میں جان دوں بہرام گور پر
دی جس امیر نے جلی کوڑی فقیر کو — سمجھا وہ یہ بھیرا چونا یہ حاتم کی گور پر
پروانے باجی صبح سے مرتے ہیں شام تک — روتی[۱] ہے شمع رات بھر عاشق کی گور پر
روشن علی دیے ہی کی تو ہے یہ روشنی — جلتا چراغ گر نہیں حاتم کی گور پر
کھا جائے گی ہر ایک کو ڈائن نہ چھوڑے گی — تعریف لکھنا گور کی یہ میری گور پر
ہے جانور جو روح - چڑیمار - ہے اجل — پھٹکی کی پھبتی ہے کہی جنگلو کی گور پر

مہمل ہے ایک قافیہ کا کہنا بار بار
کیا بک رہا ہے گور پر اے جان "گور پر"

رہ رہ کے غصے آتے ہیں باندی کی گھور[۲] پر — کیا رنڈی ساہوکاری سے مرتی ہے چور پر
خونی قصائی صدر کا حاکم ہے لال خاں — کوڑے پڑیں عجب نہیں منہدی کے چور[۳] پر
رنگین کی ریختی ہے سخن میرا ریختہ — فیتے[۵] کو فوق کیوں نہ ہوا ہے باجی قور[۴] پر
جھجر میں باجی ایک مسلمان تھا کمہار — یہ حالت اس کے گھر کی نظر آئی زور پر
دلوایا شب برات میں مردوں کا فاتحہ — ٹوٹے گھڑے یہ بدھنے یہ مٹکے مٹھور پر
دریا کنارے خسرو یہ کل دل میں آئی لہر — پن گڈی آج نخ کی اڑاؤں میں ڈور پر
نرگس خدا دے عشق کے بیمار کو شفا — یہ کوڑھ تا مرض تو اجل کے ہے زور پر

اے جان میرے داغوں کی پاتا نہیں بہار
ہے جھاڑ کے نکالتا ہر سال مور پر

آج جو وعدہ کیا تھا پھر گیا وہ بیر پر — اب نہ جا لعنت گرا دو منگلو موئے بے پیر پر

---

۱ اس شعر میں عاشق کا عین گر گیا ہے ۲ گھور - غلاظت ۳ میں ۴ تورہ - ۵ فیتا جو کپڑوں کے حاشیوں پر لگاتے ہیں -

کل پری خانم سے جھونٹم جھاٹا دیوانی لڑی
دو روپے کی اشرفی خانم بوا زنجیر پر

سخت میں حیراں ہوں نسبت ٹھہرتی ہی نہیں
سنگیں خانم کی اجی پتھر پڑیں تقدیر پر

کیا سچی اگلا زمانہ تھا موا منہار کو
لاکھ توڑے دے دیئے اک لاکھ کی زنجیر پر

کیوں تری آنکھوں میں حیبی چھائی ڈھونڈھا ہے چٹ گگن
جلد لا ہے کیا لگا کے اڑ گیا گلگیر پر

قہر کی باندی ہے میری جان نے گی بے حیا
چاہیئے رونا یہ ہنستی ہے بوا تعزیر پر

اس سے ملنے کی کوئی صورت نظر آتی نہیں
روز اک کرتی نئی تدبیر ہوں تدبیر پر

سچ کہا اے جان شکرو کی بڑی ہمشیر نے
دودھ پیتے جو ہوں ان کا فاتحہ دو شیر پر

نماز پڑھ پڑھ کے تو گناہوں سے اپنے توبہ بوا کیا کر
نہ جان ہندو یہ دے۔ دوگانا خدا غرا کر غاغا کر

نہ دیکھ دولہا کو ساس ننندوں کے آگے گھونگھٹ اٹھا اٹھا کر
نئی نویلی[1] دولہن ہے بچی ابھی تو دو چار دن حیا کر

وبال جینا ہے دم الجھتا ہے کیا کروں ہال میں پڑھا کر
جو اپنے عاشق تھے جل بسے وہی مجکو جنجال میں پھنسا کر

نکاحی بیاہی کو چھوڑ بیٹھے میاں ای رنڈی کو گھر میں ڈالا
بنایا صاحب امام باڑا خدا کی مسجد کو تم نے ڈھا کر

وہ ایک دن تھا کہ میرے آگے فرشتے کی تھی نہ دال گلتی
بھرے ہیں گالوں[2] میں اب تو چاول کریں وہ باتیں چبا چبا کر

کریں وہ مجھ پر نہ فرق اتنا کچھ ان کے گھر میں نہیں پڑی ہوں
کروڑوں ایسے بگاڑ ڈالے گھروندے میں نے بنا بنا کر

میں کی سوکن نہیں ہوں جھلو جلے پھپھولے میں پھوڑتی ہوں
یہ طعن تشنیع مجھ سے جل جل کے اے زناخی نہ تو کیا کر

یہ ڈر ہے جتنی کی طرح سر پر نہ تیرے چڑھ بیٹھے چوٹی والا
کنواری بالی ہے موتی بیگم نہ بال کھولے ہوئے پھرا کر

لگائی سوسن نے ایسی مستی کہ جیسے بطخ نے کھائی کیچڑ
کسی نے مارا ہے منہ میں ٹھوکر نہیں پڑی ہے یہ پان کھا کر

وہ بات اگلی نہ یاد رکھی ابھی سے بھولے ہو میری چاہت
مجھے نہ کھونی تھی اپنی عزت تمہاری دم بازیوں میں آکر

---

[1] نئی نویلی یعنی چند روز کی بیاہی ۔ [2] گالوں میں چاول بھرے ہونا یعنی ڈینگ مارنا۔

سوا تمھارے کسی پاس سے میں نے رکھ کے روٹی پہ بوٹی[1] کھائی
اگر نہ مانو اٹھاؤں قسموں کلام صاحب ابھی منگا کر

خدا نے چاہا نہ ٹھنڈے پیٹوں رہے گی سورج کی طرح چندو
جلی ہوں دنیا سے جلتی بھنتی اسی نے مارا جلا جلا کر

گیا تھا گنگا مہاجن آتے ہی پہنچا بابا میاں سے ملنے
نہ ٹالے بالے بتاؤ صاحب منگا دو بالے مرے جڑا کر

نصیب سیدھا اگر ہے میرا یہ مکھی نکلے گی کھاٹ اس کی
وہ سکھ نہ پائے گی جس نے بھیجا ہے اُلٹی پٹی تمہیں پڑھا کر

جوے کی جس دن سے لت پڑی ان کو کیا کہوں تجھ سے حال فضہ
جو سونا چاندی تھی لائی میکے سے لے گئے وہ اڑا اڑا کر

جدائی اس کی تو ایک دم کی نہیں گوارا ہے مجکو لوگو
تمام کنبے کو چھوڑ بیٹھی میں جانصاحب سے دل لگا کر

ردیف ز

گفتگو کرتے ہو کیا اپنے نمکخوار سے تیز
لون کھایا جی جاتا نہیں بیمار سے تیز

ہوں میں بڑھیا یہ جوانوں کے گلے کاٹتی ہوں
اب بھی یہ کند چھری ہے مری دو چار سے تیز

اس پہ تو کرتی ہے یہ چرب زبانی باندی
مرچیں منگوائی ہیں کیا خوب اری بازار سے تیز

سیکڑوں اب تو ہیں گاہک مرے ہو کیوں نہ غرور
جنس ہو جاتی ہے بی جان خریدار سے تیز

آگے رنڈی کے نہیں مرد کی کچھ اصل اجی
پھول چنپا کے ہیں بیلے کے کہیں ہار سے تیز

یہ بھی اندھیر ہے گھر بیٹھے تو آئیں سستی
کھرنیاں لائی ہے گلشن مری بازار سے تیز

کیوں نہ میں مانتی بی۔ آگ بگولے سے سوا
رات کو ہو گئے مرزا ہے انکار سے تیز

جانصاحب سے جو لگوایا ہے سرمہ نرگس
خوب کردائی چھری تو نے گنہگار سے تیز

اس کی الفت پہ کروں اپنے میں قربان عزیز
مال کیا چیز ہے یوسف نہ کروں جان کو عزیز

---

[1] روٹی پہ رکھ کے بوٹی کھانا۔ بے تکلف ہونا۔

دوست بن بن کے تو ہیں پوچھتے باتیں دل کی — کھول دیتے ہیں یہی دشمنوں کے کان عزیز
دودھ تک جس کے نہیں ہونٹھوں کا سوکھا یہ — قدر کیا کرتا زلیخا کی ہے نادان عزیز
موتی چھپ چھپ کے نہ یاقوت کے گھر جایا کر — بات ہیرا کے کہیں پہنچے نہ یہ کان عزیز
کی زنا خی نے جو داماد کی دو دن خاطر — کیا انٹی بات ہے سب رکھتے ہیں مہمان عزیز
آج نو چندی محرم کی ہے درگاہ چلیں — حاضری کا ابھی کر لیویں گے سامان عزیز
پاس پیسا تھا ابھی کوڑیا خانم جب تک — گھیرے رہتے تھے مری بیٹی کو ہر آن عزیز
عارسی آئی سکندر کو مری باتوں سے — صاف آئینہ سا بس ہو گیا حیران عزیز
جو وہ کہہ دیتے ہیں یہ اُتو خصم کرتا ہے — گھر کریں گے مری آبادی کا ویران عزیز

غیر کیا مفلسی میں خاک تجھے پہچانے
جان کر ہو گئے اے جان جب انجان عزیز

ردیف س

لاہور کی ہوس ہے نہ ملتان کی ہوس — اٹکی ہوں اک مغل سے ہے توران کی ہوس
رکھا ہے جب سے سوگ دوگانا نے یار کا — مسّی کی کچھ ہوس ہے نہ کچھ پان کی ہوس
مجکو چھوا تو کھاؤں گی الماس کوٹ کر — دل کی رہے گی دل ہی میں مرجان کی ہوس
چاندی تو کیا میں سونے میں منڈھوا دوں لے بوا — ہو ڈھولنے کے تجھ کو جو قرآن کی ہوس
عرضی لگا دوں جا کے عدالت میں مہر کی — ہاں لے مروں جو اُن کو ہو بہتان کی ہوس
گنگا کے پار کیوں بھری برسات میں میں جاؤں — درگور ایسے میکے کی قربان کی ہوس
اولاد جیتی جاگتی جم جم ہو اس کے گھر — پوری خدا کرے مری بی جان کی ہوس
اے جان اب بلائے وہ دیتی ہے تجھ پہ جان — مٹی میں تو ملا نہ بنی جان کی ہوس

تم کو لازم ہے باپ ماں کا پاس   میں ہوں جورو کرو نہ میرا پاس

سوت سے گالیاں نہ کھلواتے   تم کو ہوتا جو کچھ بھی میرا پاس

کیا زمانہ بڑا ہے - اچھی بی   کوئی کرتا نہیں کسی کا پاس

اس کے نزدیک میں بہت ہوں دور   اس سے ہر بات میں ہے کرتا پاس

ہوں میں جلنے کو کوڑیا خانم   ایک پیسا نہیں ہے مرا پاس

اس خصم سے کنارہ کر خسرو   ڈوب مرنا تو جا کے دریا پاس

بات میں میری کیوں نہ وہ بولیں   مجکو ان کا ہے ان کو میرا پاس

بی دوگانا کا جب سلام لیا ے   حق ہے میں نے کیا خدا کا پاس

ننھا کا تو نہ جان صاحب تم

اس کو کس رشتہ سے شلایا پاس

ماں سے ہم کو سوا ہے پیاری ساس   باجی دُنیا ہو اور ہماری ساس

جو ہران کے کھلے ہیں بہوؤں پر   چھریاں نندیں ہیں اور کٹاری ساس

بولوں بڑھ کر تو ذبح کروائے   ہے وہ جلادنی ہماری ساس

بے خصم کی نرے بڑی خالہ   ماں تو آدھی ہے اور ساری ساس

آنا میکے میں تم جبھی بنّو   آپ منگواوے جب سواری ساس

حق یہ میں تھی بوا بہو خانم   اس سے بن جیتی اور ہاری ساس

ہلکا جوڑا تو ہے بہو پہنے   دیکھو باجی ہے پہنے بھاری ساس

اس کی رنڈی بھی ایسی ہی سوگی   جانصاحب کی ہے گنواری ساس

ے بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔

ردیف ش

کندن کی طرح اشرفی خانم کھری کھوں
مفلس خصم ہے کرتی ہو زردار کی تلاش

بدنام تو نہ نام پرانے محل کا کر
اک دن نا یہ جان لے گی نئے یار کی تلاش

دو دن سے دانہ پانی موے کو حرام ہے
باجی یہ ہے حلالی کو مردار کی تلاش

گوہر اسی میں خیر ہے رکھ اپنی آبرو
لا جلد کر کے موتیوں کے ہار کی تلاش

یوسف نے گھر میں ڈالا جو بازاری کو ہے
جائے گی اس کے دل سے خریدار کی تلاش

اے جان دل دیا تمھیں تعزیر دو مجھے
حاضر ہوں کل سے کیوں تھی گنہگار کی تلاش

تھا کچھ تو چور دل میں جو سو بار کی تلاش
کیوں مونڈی کاٹے رات کو تلوار کی تلاش

کی میں نے رو کے آہ تو ہنس ہنس کے بولے وہ
مدت سے تھی ہیں ابھی ہوا دار کی تلاش

میں بھی جو بھولی بھالی ہوں بھولے کے پاس ہوں
مکّار تم ہو تم کو ہے مکّار کی تلاش

کافی ہے نیک بخت کو بی جان ایک مرد
کسبی کو روز چاہیئے دو چار کی تلاش

میلا ہو یا کچیلا ہو دے جائے کچھ اجی
ہے وضعدار کی نہ طرح دار کی تلاش

مونڈھے[۱] پہ بیٹھوں کرسی کی احمق بنوں میں کیوں
وہ دل نہیں ہے اب جو کروں یار کی تلاش

خانہ خراب باندھ کے لائی ہوں راج بی
اس ریختی کے پیٹ میں دیوار کی تلاش

خضرو کبھی ملا نہیں دریائی ناریل
اِس پار کی تلاش ہے اُس پار کی تلاش

اے جان دل میں بیچوں گی اب کوڑیوں کے مول
رہتی ہے روز مجھ کو خریدار کی تلاش

۱ے مونڈھے پر بیٹھنا یعنی رنڈیوں کی طرح مونڈھے پر بیٹھنا۔

ردیف ص

گزرا دن تو نہ آئی پاس خواص — اُڑ گیا دل سے کیا ہراس خواص
شرط ہے ہڈیاں تری توڑوں — تو نے توڑا مرا گلاس خواص
نکٹی تھمتی نہیں ہے چھینک تری — سونگھی کیا تو نے اوہی ناس خواص
مانگا آئینہ لائی تو تسلا — ہو رہی ہے تو بد حواس خواص
پانچ چھ لیں مگر نہ ٹھہری ایک — کوئی مجھ کو نہیں ہے راس خواص
باندی بچے سے لو میں بیاہ کروں — نوج اس بندی کی ہو ساس خواص
کپڑے اُجلے ہیں پہنے زیور ہے — پھر ترا دل ہے کیوں اُداس خواص
دور کر رنج - زہر کھا - نہ اری — جان کا کچھ نہیں ہے پاس خواص
آپ کے آگے اشرفی خانم — لی گئی ہے روپے پچاس خواص

جان صاحب کہیں نہ قصہ ہو
گاتی بے وقت ہے بھبھاس[1] خواص

مجھ کو خوش آتا نہیں تیرا دوگانا اخلاص — جو کوئی سامنے آیا وہیں جوڑا اخلاص
آج مجھ سے ہے تو کل اور سے مرزا اخلاص — ایسے ہرجائی سے ہو نوج نگوڑا اخلاص
بندی در گزری بہت روؤگی بیجا نہ ہنسو — واہ صاحب مجھے ایسا نہیں بھاتا اخلاص
بن گئی جان یہ الماس کے سن کر جوہر — کیا یاقوت نے ہیرے سے بھی پیدا اخلاص
گلبدن پاس جو کمخواب کیا کرتے ہو — راست کہ دو ہو اکس واسطے ترچھا اخلاص
دن میں سو بار نہ خورشید کے گھر جایا کر — اری مہتاب کرے گا تجھے رُسوا اخلاص

---

[1] بھبھاس ایک راگ کا نام ہے۔

جان صاحب نہ کوئی کام ہمارے آیا　　لاکھ مردوں سے کیا بندی نے پیدا اخلاص

ردیف ض

جانصاحب سے میں دل ہنو لگاؤں کیا غرض　　دے کے دل بے درد کو صدمے اُٹھاؤں کیا غرض
ہے بری خانم چھچھلپائی سے بدتر یہ بلا　　بول کے پیچھے بلا اپنے لگاؤں کیا غرض
زہر کھا کر جان دی نرگس پہ آنکھوں کی قسم　　تیوری پڑیں کی کیوں نسوے بہاؤں کیا غرض
بے مشن بی جان سچ ۔ مرتے پہ مرتا ہے کوئی　　لعل خاں پر لعل سی چنبڑی گنواؤں کیا غرض
ہوگا جو ہانڈی[1] میں ڈوئی میں وہ آئے گا نکل　　بول کر خیرن سے ہنو شر بڑھاؤں کیا غرض
جس کے پلے سے بندھی تام دنکلا وہ ہوا　　ہوگیا دُنیا میں ظاہر میں چھپاؤں کیا غرض
پائنچا[2] بھاری کیا منہدی لگی ہے پانوں میں　　وہ مرے گھر کیوں لگے آنے میں جاؤں کیا غرض
ہے اگر بے قدر منہدی ہاتھ یہ باندھے مرا　　رنگ اپنا پاؤں پڑ پڑ کر جماؤں کیا غرض

دانا بی کا نہ کھاؤں گی گر میلے بہم سے ہوں
جانصاحب او ہی منگل کو نہاؤں کیا غرض

خواہش پلاؤ کی ہے نہ پھولام سے غرض　　تن پیٹ بھر دو ہے اجی آرام سے غرض
دن بھر تو اختیار ہے چاہو جہاں رہو　　باہر نہ گھر سے پاؤں رکھو شام سے غرض
تقصیر چیت لگن کی نہ شمع بہار کی　　بگڑا ہے کام سارا دلارام سے غرض
مر جائے یا جئے کوئی جوتی سے آپ کی　　ہے رات دن تمہیں فقط اس کام سے غرض
کوئی بھلا بُرا کہے کیا مجھ کو کام ہے　　بندی کو ہے حضور کے احکام سے غرض

---

[1] جو ہانڈی میں ہوگا وہ ڈوئی میں نکل آئے گا یعنی جو حقیقت ہوگی وہ ظاہر ہو جائے گی۔
[2] پائنچا بھاری کرنا یعنی آنا جانا ترک کرنا۔

گلشن کے غم میں ہو گئی کانٹا میں سوکھ کر　　کھاتی ہوں خار کیا مجھے آرام سے غرض

کوشش بہت سی کی نہ مٹا پر دنوں کا پھیر
لاچار جان ہو گئی ایام سے غرض

ردیف ط

میں نے تو بھیجے تجھ کو الف خاں ہزار خط　　تو نے نہ لکھا مجکو کبھی ایک بار خط

کیا باجی بھیجتا وہ نکھٹو بھلا مجھے　　جس نے نہ پوچھی بات کبھی در کنار خط

میں لکھتے لکھتے تھک گئی آیا نہ اک جواب　　کس واسطے میں بھیج کے ہوں شرمسار خط

جھنگا کو پہنچا ایک نہ منشی جی کیا کہوں　　پہلی سے بھیجے ساتویں تک تین چار خط

رونے کا اپنے حال میں لکھتی ہوں اس لئے　　اس بے کٹر کے دل کا یہ دھوئے غبار خط

یاقوت نے سمجھ کے مجھے کیا لکھا ہے خط　　میں اپنی ایڑی چوٹی پہ ڈالوں یہ وار خط

آڑے کا پاجامہ جو پہنے ہے گلبدن　　دیتا ہے ترچھی بیل پہ کیا کیا بہار خط

سنبل نسا کی چوٹی کو زلفن جو گوندھتی　　لکھتی ہوں میں غلامی کا اے نوبہار خط

مٹتا نہیں کسی کے مٹائے سے جان لے
پیشانی پر جو لکھ چکا پروردگار خط

در گور اس کی باتوں سے ہوتا ہے دم غلط　　مردہ وہ میرے سر کی ہے کھاتا قسم غلط

گاڑی کے چور کا نہیں کرتا ہے کوئی خون[1]　　منہدی کے چور پہ کیا تم نے ستم غلط

کہہ کر چلو چلو اری تو جان کھا گئی　　باندی نے کر دیا ہے مرا وہی دم غلط

گالی جو منہ سے نکلی ہو کاٹو مری زباں　　تہمت لگا رہی ہے تمھاری حرم غلط

---

[1] چھوٹی چیز کا چور مجازاً لکڑی کا چور کہلاتا ہے۔

قرآن میں اُٹھاتی ہوں لچھمی ہے بے خطا
مرزا بیان کرتی ہے دولت قدم غلط

انگیا مسالیدار نہ اک دن ہوئی نصیب
لہسن[۱] ہے پیاز و پانوں میں تیرے پدم[۲] غلط

لَے[۳] کا خیال سُر[۴] کا نہ ہے تال کا اسے
میں سچا گارہی ہوں یہ دیتا ہے سَم[۵] غلط

کرتے بہت ہیں غیر کے کہنے پہ اعتراض
اپنا کلام سوجھتا ہے جان کم غلط

ردیف ظ

ہے دولہن جان تجھے دولھا سے بیکار لحاظ
رات کو بھی تو نہیں رہنے کا زنہار لحاظ

بدزبانی نہ کرو ان سے بڑے بوڑھے ہیں
ساس سسروں سے دولھن جان ہے درکار لحاظ

ہر گھڑی آکے جٹھانی مرے منہ چڑھتی ہیں
ایک دوبار کروں گی نہ کہ ہر بار لحاظ

کیوں چڑھی آتی ہے تھنکاری سی سر پر باندی
بھوت لپٹا ہے جو کرتی نہیں مردار لحاظ

باغباں چھوڑ دے گلشن کو مرا کہنا مان
کانٹے بوتا ہے کرے گا یہ تجھے خوار لحاظ

ہر کسی سے نہ اُلجھ جان بقول آتش
بات بڑھ جاتی ہے کھو دیتی ہے تکرار لحاظ

ردیف ع

لَو عشق کی ہے سر میں نہ کیوں ہو نثار شمع
پروانے کی طرح ہے بلا بے قرار شمع

ہوتی ستی ہے لاش پہ پروانے کے اجی
مرگھٹ لگن ہے ہندنی یہ نابکار شمع

---

۱ لہسن ایک قسم کا نشان ہے جو جسم پر نمایاں ہوتا ہے ۲ پدم۔ ایک گول نشان جو انگلیوں کے جوڑوں پر پایا جاتا میں ہوتا ہے ۳ لَے لحن ۴ گانے والوں نے آواز کی بلندی و پستی کے سات درجے مقرر کئے ہیں۔ ہر ایک کو سُر کہتے ہیں۔ ۵ اصول موسیقی کے مطابق ۶ موسیقی میں ضرب لگانے کینہ پر آواز کے موزوں ہونے کو تال اور ضرب کے وزن کے ساتھ برابر ہونے کو سم کہتے ہیں۔

"چربی کی باتی" بولیں گے باہر کے بیل سب
کیا کہنا جانیں او ہی نگوڑے گنوار شمع

در گور ایک جا ہوئے جل کے کہ جو دونوں ڈھیر
پروانہ وار سمجھی لگن کو مزار شمع

وہ چاند سا ہے میر چراغن کا میرے مُنہ
جس سے سدا رہے گی اجی شرمسار شمع

کافور چیت لگن ہوئی سب چیزیں اُڑ گئیں
رکھ کے چلم میں لائی جو تو نابکار شمع

پروانے اُڑ کے آتے ہیں بھبتی کہوں بوا
ہے کھیلتی بٹیر کا گویا شکار شمع

اندھیر کیا خدا کی دوا یہ بھی شان ہے
خانہ خراب ہاتھوں سے ہو اس کے چار شمع

رینڈی کا تیل جن کو میسر نہ ہو کبھی
روشن کریں وہ قوم کے کوری چمار شمع

سچ کہتی چیت لگن ہے نہیں لیتے اس کا گل
روشن جو ہو مراد کی اے نوبہار شمع

جلتی جو اندھی ہے روشن ہو انجھے
غم میں ہے اپنے دھگڑوں کے یہ سوگوار شمع

روشن کرو جو اس کو تو وہ کھانہ جائے گی
چربی سے شیر کی کوئی ڈھالے ہزار شمع

پروانوں کے یہ مرنے کی شادی ہے اس کے گھر
جھڑتے ہیں پھول چھوڑ رہی ہے انار شمع

گلگیر کلموہا موا ہیچا[1] کی شکل ہے
بچوں کی طرح روئے نہ کیوں زار زار شمع

اے جان دل میں شک ہو اللہ دے مراد
گل ہو گئی مراد کی دو تین بار شمع

ردیف غ

دیکھ روشن جل رہا ہے کس قدر اندھا چراغ
ہے دکھاتا شام ہی سے صبح کا نقشا چراغ

ایک بیٹی چاندنی خانم ہے بی مہتاب کی
ہے مثل جیسے اندھیرے گھر کا اجیالا چراغ

رات دن نورن دعا حق سے ہے بٹیا دے تجھے
ہے اندھیرا اس جگہ روشن نہ ہو جس جا چراغ

---

[1] کپڑے یا کاغذ کی مصنوعی بھیانک صورت جو بچوں کے ڈرانے کے واسطے بناتے ہیں۔

دم مرا گھٹتا ہے یہ اچھی نہیں ہیں گرمیاں ــــ رات کو دو دن سے کر دیتے ہو تم ٹھنڈا چراغ

دمبدم پیشاب نے اے چاندنی بولا دیا ــــ پائخانے میں اندھیرا ہے پڑا رکھا چراغ

اے چنبیلی پھیرتا جس میں نہیں اک بوند تیل ــــ لا دیا اندھے روٹے نے یہ ہے پھوٹا چراغ

بی اُجالی لائی نہیں مخدوم کی درگاہ سے ــــ ڈھونڈھ لا جلدی ارے روشن کہاں کھویا چراغ

میر گل کی روز کرتا ہے جو نافرمانیاں ــــ پوست کھنچا جائے گا لالہ تجھے کر پا چراغ[۱]

پھر میں خفر وے ملوں ہے جانصاحب کی مراد

روز جاتا شام کو ہے چھوڑنے دریا چراغ

آنکھوں میں نوبہار کے شاید سمائے باغ ــــ جنت کے بی مقابلے میں جو بنائے باغ

اُجڑا ہوا خدا نہ کسی کو دکھائے باغ ــــ باجی جلا مری پری خانم کے جائے باغ

آبادی وہ اُجاڑ مرا کر کے آئے باغ ــــ اک پھل نہ چھوڑا باغ میں سب توڑ لائے باغ

یہ بیل بھی منڈھے چڑھے پھولے پھلے بہو[۲] ــــ دل باغ باغ ہو وہ خدا اب دکھائے باغ

یاد آتے عیش باغ کے ہیں اس گھڑی ــــ ہوتا ہے خار گتی ہے گلشن جو ہائے باغ

چنپا نے جب کہ اوڑھا دوپٹا یہ پنیعی ــــ پھر زعفران کیوں نہ بسنتی کو بھائے باغ

لگا نہال مالی سے ہے سب پہ عام ہے ــــ اب گل چمن ہو چاہے تو سارا اٹھائے باغ

مہرن سی سُرخ چاندنی خانم ہوئی سفید ــــ کچھ سایہ ہو گیا اسے چولھے میں جائے باغ

باغی ہوئی نسیم یہ مجھ سے صبا کنور ــــ منہدی اگر منگاؤں تو ہرگز نہ جائے باغ

نرگس سفید پوش تھی بیمار ہو گئی ــــ اُودا دوپٹا اوڑھ کے سوسن نہ جائے باغ

گلزار خاں کی چاہ میں نرگس یہ رنگ ہے ــــ لگتا نہیں ہے دیدہ اب اس کا سوائے باغ

---

[۱] پا چراغ کرنا یعنے ایک پانوں پر کھڑا کرنا [۲] بیل منڈھے چڑھنا یعنے شادی کا وقت آنا۔

مالن نے کھٹا میٹھا ہے چھوڑا مراد سے
مہتابی نونہال جو ہو وہ لٹائے باغ

آڈل نہال خاں کے نہ تجے میں ایک بار
اے جان لاکھ سبز وہ مجکو دکھائے باغ

ردیف ف

آتی ہے اڑکے آنکھ پہ جو بار بار زلف
جنگلو ہرن کا کھیل رہی ہے شکار زلف

گویا گھٹا نے آدھے چمن کو چھپا لیا
مکھڑے پہ ان کے ہے یہ دکھاتی بہار زلف

سنبل نسا پہ ختم ہے چوٹی کا گوندھنا
چوٹی کی موڑتی ہے مری نوبہار زلف

اُٹھتے دھوئیں میں دل سے میں کھاتی ہوں پیچ و تاب
زلفن کی یاد آتی ہے بے اختیار زلف

خود دم اُلجھ رہا ہے جدائی سے یار کی
میرے گلے کی ہار نہ ہو زینہار زلف

لاکھوں ہی مردوے تجھے دیتے ہیں اپنے دل
اللہ رے کیا بڑھا ہے ترا اعتبار زلف

مکھڑے پہ اس کے ہلنے سے عقدہ یہ کھل گیا
دل لوں کسی کا اس لئے ہے بیقرار زلف

ہوتی ہے بیکلی مجھے گل خاں کمال جب
دیتی اُلجھ اُلجھ کے ہے کنگھی کو خار زلف

کچھ بل کی بات ہے نہیں سیدھی تو بات ہے
کاکل سُنی ہے دیکھی نہیں پیچدار زلف

سنبل نسا نہا کے نچوڑے جو تونے بال
پانی کی بوندیں موتی ہیں اور ابر وار زلف

ہندہ کے بدلے باجی یہ عنبر سے کیوں لٹی
مشکی کی اس خطا پہ کروں تار تار زلف

گوٹیاں کی موتیوں سے بھری مانگ ایسی ہے
دن رات کی دکھاتی ہے گویا بہار زلف

مشکل نہیں ہے شام برن یہ زمین کچھ
جوڑے کی طرح باندھوں جو کہ لاکھ بار زلف

اے جان جانتی ہیں محل خانے والیاں
بٹیاں کہے گا جانے بھلا کیا گنوار زلف

ردیف ق

یوسف کو چاہیے جو ہوا ہے پیرہن سے شوق
جامے ہی میں نہیں ہوس کیسے گلبدن سے شوق

گوٹے کناری سے نہ مجھے ہے کرن سے شوق
کپڑا سفید بھاتا ہے اور سادہ پن سے شوق

دیوانی جب سے ہوں پری خانم کے عشق میں
بندی کے بند بند کو ہے اب رسن سے شوق

بے دیکھے نو بہار کے ان کو نہیں ہے چین
بلبل کو بھگیا نہ ہو کیونکر چمن سے شوق

وحشت ہوئی ہے مرزا کو مشکی کی آنکھ سے
دن رات اب تو رہتا ہے ان کو ہرن سے شوق

اے بچی بڑھیا مرتی ہے اک نوجوان پر
ہو آن کس طرح نہ ہو اس کو پھبن سے شوق

جگنو نہ بازو بند علی بند سے نہ کام
زیور میں مجکو باجی ہے اک لو تن سے شوق

کھاؤگی منہ کی دیکھو نہ پنجوں کے بل چلو
اے جان مجکو ہے نہیں اس بانکپن سے شوق

طور نے جھوٹوں کہا تجھ پہ ہوں بیگا عاشق
اتنی سی بات پہ میں ہو گئی خیلا عاشق

ایسے ہرجائی سے بی کون نباہے خانم
کبھی مجھ پر کبھی تجھ پر ہوئے مرزا عاشق

آپ تو دھگڑی سے دن رات اٹھاتے ہیں مزا
مجھ سے کہتے ہیں کہ ہوں بیگیا تیرا عاشق

جو نہ ماں باپ کا اپنے ہو ممانی سچ ہے
او ہی کیا ہوگا وہ جورو کا نگوڑا عاشق

لالچی بندہ ہے الفت کو بھلا کیا جانے
رکھ دیا ہاتھ پہ جس نے ہوا اس کا عاشق

جان الماس نے دی موتی پہ ہیرا کھا کر
جھوٹ اس میں نہیں چنی تھا وہ سچا عاشق

بات پوچھی نہ کبھی اور رہی اس سے بگڑی
اب جو ڈوکر ہوئی اتنا ہوئی دادا عاشق

مجنوں لیلے پہ ہوا شیریں پہ فرہاد موا
جانصاحب ہوا کیا مجھ پہ انوکھا عاشق

بد بلا ہے یہ بد بلا ہے عشق
پری خانم بہت بُرا ہے عشق

حُسن دریا ہے اے بوا خضرو
دل کی کشتی کا ناخدا ہے عشق

اے عزیزن پڑھا زلیخا میں
دل ہے یوسف تو بھیڑیا ہے عشق

بنّو لذت اُٹھاؤ گی آ گے
اب تو نامِ خدا ہوا ہے عشق

پھر وہ اُترا نہ اے پری خانم
جس کے سر پر اری چڑھا ہے عشق

لاکھ بھوتوں کا ایک بھوت ہے یہ
کچھ جن سے بھی نبس سوا ہے عشق

اس کو پروا نہیں کوئی مر جائے
ایک بے درد یہ موا ہے عشق

چشمِ بد دور دیدے چار ہوئے
انکھ مندی کو جواب ہوا ہے عشق

جس پہ عاشق ہوں بی نہ کوڑی کو
کیا بڑے مولوں بیچتا ہے عشق

جانصاحب ہے جان کا دشمن
دل کو پوچھو تو آشنا ہے عشق

ردیف گ

لیں گے نہ میر موسیٰ میرا اسلام کب تک
مجھ سے نہ وہ کریں گے دیکھوں کلام کب تک

کچھڑی ہوا ہے چونڈا خالق سے ڈرو گانا
توبہ تو کر کرے گی رنڈی حرام کب تک

پیسے پہ بھاڑے کے ہے اتنا غرور داری
بڑھ بڑھ کے یہ کروگے مجھ سے کلام کب تک

پوری نہیں پڑے گی بیلو ہزار پاپڑ
بٹیار ہے گا تم کو چکلے کا کام کب تک

ڈولی منگا کے ان کے گھر آپ میں ہوں جاتی
غیروں کے ہاتھ باجی بھیجوں پیام کب تک

یہ حُسن کے ہیں گاہک مردوں کو خوب دیکھا
یوسف بنا رہے گا بی بی غلام کب تک

یٰسین خاں سے باجی دم ناک میں ہے میرا
ہر روز میں اُٹھاؤں تیسوں کلام کب تک

بت بن گئی ہے آتو پتھر پڑیں نہ بولی
پوچھا جو پڑھ چکوں گی میں مادھورام کٹب

اے جان کرلے جورو ہندنی یہ کیا ہے مرتا
بیٹھا جپا کرے گا تو اس کا نام کٹ تک

ماروں گی لات ہاتھ لگانے نہ دوں گی میں
جاؤ اگر زمین سے تم آسمان تک

ہے ناک چوٹی ہاتھ تمہارے پاؤں پڑتی ہوں
پہنچے خبر کسی کے نہ یہ کانوں کان تک

ق

ہرگز بچے نہ جان قیامت کی رات ہو
جس دن یہ بات پہنچے پھوا ان کے کان تک

گھر میں تمہی گنوار کے باندی میں بن گئی
کودوں چھڑی ہے کوٹھے بوا میرے دھان تک

مٹی کی کلھیاں ٹوٹی پٹاری ہے بانس کی
اے پان خال رہا نہیں اب پاندان تک

صندل نگوڑے تجھ کو بھی یہ دن لگے چہ خوش
گھستے تمہارے پانوں میں چلتے مکان تک

سمدھن تم کھانے جوڑے کا مجھ سے گلا کرو
تم نے نہیں چڑھایا دلہن کو نشان تک

نعمت نے تو لے بندی کی بندی خدا سے ڈر
کہنے میں میرے بھیجا نہیں ایک خوان تک

ڈولی کے پاس آ کے لگا کہنے اک موا
احسان ہو چلو جو ہمارے مکان تک

برسات کاٹی رو رو کے اس گھر میں اے بوا
پانی تھا گھٹنے گھٹنے کبھیں ران ران تک

اے جان تم ہو جانتے انجان ہو نہیں
یوسف سے کی عزیز نہیں میں نے جان تک

ردیف گ

بنو برسات میں سنگار کا رنگ
سرخ اور سبز ہے بہار کا رنگ

سن کے گھر بیٹھے مجھ سے باغ کا حال
ہو گیا سبز نو بہار کا رنگ

لے دن لگنا یعنے اتر جانا ۲ے منگنی کے دن انگوٹھی چھلا وغیرہ دلہن کو پہنانا عورتوں کی اصطلاح میں نشان چڑھانا کہلاتا ہے۔

نادہندی سے اشرفی خانم — اڑ گیا تیرے اعتبار کا رنگ
بھٹے جو بوئیں لال خاں یاقوت — سرخ کیونکر نہ ہو جوار کا رنگ
زنگ سے ہو گیا ہے کوڑی کا — تیری فولاد خاں کٹار کا رنگ
قدر ہتھیار سے ہے مردوں کی — دیکھ تو اوہی کیا ہے دھار کا رنگ
شہر والوں کے آگے خاک جمے — باجی اماں گسی گنوار کا رنگ

جانصاحب وہ چڑھ چکی ٹکسال
دیکھا کندن نے سو ہزار کا رنگ

ایک ایک رنگ میں اجی دو دو ہزار رنگ — دکھلاتے ہیں بہار میں اپنی بہار رنگ
موتی کی طرح رکھے خدا سب کی آبرو — بے رنگ ہے محل کا جواہر نگار رنگ
جنگلا[1] ہے پیلی بھیت کا پیلو[2] بجائیے — ویرانی جائے دل کی اجی دے ستار رنگ
پھولوں نہیں سماتی ہے پھولام پہن کے — نیفے کا تو دکھاتی ہے جو بار بار رنگ
کیا جانتی ہیں اشرفی خانم مجھے نہیں — کندن سنہرا بجھاتا ہے بے اختیار رنگ
چنپا چرا کے لے گئی چنپا کلی مری — چھپتا نہیں ہے چور کا بی زینہار رنگ
بھونرے کی طرح رنڈیاں کیونکر نہ ہوں نثار — مستی کا گھر ہے چمپئی یہ نابکار رنگ
گرگٹ کے خون میں اجی پتنگ ہے یہ بجھا — جینبر موا بدلتا ہے جو بلدیار رنگ
کھا کھا کے تاؤ گھٹمع ہے کیا تجکو ساری رات — فق ہو گیا ہے منہ کا جو تیرے سنار رنگ
کالا ہو یا کہ گورا پسند آئے دل کو جو — اس پر نثار کیجئے ستر ہزار رنگ
منہ زرد آنکھیں لال پھٹے کپڑے جی اداس — عاشق کے بوجھنے کے ہوا ہیں یہ چار رنگ

[1] جنگلا ایک راگنی کا نام ہے [2] پیلو بھی ایک راگنی کا نام ہے۔

پر جو لہے پہ ہے پتنگ[1] اری صبح سے چڑھا | مہرن یہ جل نہ جائے تو جلدی اتار رنگ

رنگریز آج دے تو ہے کل عید اوڑھنے
اے جان دو دپٹا چوری گیا در کنار رنگ

ردیف ل

اے جان کام آئے اگر یہ تمھارے دل | حاضر ہے کیا عزیز ہے کچھ تم سے پیارے دل
بڑھیا کے پیچھے بچے جوانی خراب کی | کس سے لگایا تو نے ہے آفت کے مارے دل
جھنڈے[2] پہ جان کر چڑھے رنڈی ہو یا کہ مرد | دیتا ہے اس طرح کے زناخی ابھارے دل
چلتا نہیں ہے زور محبت میں اس سے کچھ | عزت یہ جس کی چاہے نگوڑا اُتارے دل
ہمدم ہمارے سینے پہ تو رکھ کے دیکھ ہاتھ | اب تک دھڑک رہا ہے یہ دہشت کے مارے دل
وہ دن خدا کرے کہ میاں سوؤ اُس کے ساتھ | جیتے ہو جس سے مچھیاں دو اور ہارے دل
لاڈو یہ جی میں آتا ہے دیدے نکال لوں | کیا خوش ہوا ہے دیکھ کے تیرے اشارے دل
دریا پری[3] کا سایہ ہے کر چاندنی کی سیر | دیوانی تیرا بہلے گا دریا کنارے دل
خضرو سے جا کے ایک مہاجن اٹک گیا | جمنا کا خوب لگ گیا گنگا کنارے دل

اے جان جان تک بھی ہے بھانویں[5] نہیں ترے
ہے کیا بڑی بساط جو تم مجھ سے ہارے دل

بھائی یوسف گئی سودے کو جو بازار اصیل[4] | پیدا کر لائے نیا اپنا خریدار اصیل
کر لیا اپنا انھیں لائی وہ مکار اصیل | بی بی میں باندی بنی گھر کی ہے مختار اصیل

---

۱ وہ لکڑی جس سے سرخ رنگ نکالا جاتا ہے ۲ جھنڈے پر چڑھنا یعنی رسوا ہونا ۳ دریا پری عورتوں کی ایک فرضی پری کا ہے ۴ اصیل۔ ماما۔ خادمہ ۵ بھاویں نہیں یعنی پروا نہیں۔

بُوا شراف کے جوہر مٹیں تکلیف سے کب — زنگ میں لاکھ ہو چھپتی نہیں تلوار اصیل
جان سولی پہ رہے گی مری بھیا منصور — بد نظر وہ ہیں نہ رکھوں گی طرح دار اصیل
سَوت کے غم سے بڑا ہو گیا آزار اسے — چھوٹی نرگس کی روش بنتی ہے بیمار اصیل
اب ہوا اس کو بتاؤں گی بری ہے منہ زور — باد کے گھوڑے پہ رہتی ہے یہ اسوار اصیل
خوب ہی اشرفی خانم کا گیا کنٹھا پایا — کنگلی آئی تھی اجی بن گئی زر دار اصیل
ٹھنڈی سانسیں نہ بھرو کھوئی گئی گر بندوق — عملی[1] تھی تمھیں لے دوں گی ہوا دار[2] اصیل
پاؤں کی جوتی بھی کیا خوب لگی سر چڑھنے — مجھ سے ہر بات میں کرتی ہے یہ تکرار اصیل
اور آجائے گی بازار سے کر ڈالو حلال — ٹینی مرغی ہے یہ کب سے ہوئی مردار اصیل
گھر کروں اپنا میں برباد جو رکھوں بچھیا — جانصاحب مجھے ایسی نہیں درکار اصیل

ردیف م

جب او ہی اپنا کر چکے بدنام نام ہم — اب کہتے ہو کہ تجھ سے نہیں رکھتے کام ہم
ان مردوں سے جیتے جی دبنے کے ہم نہیں — باجی فرشتے خاں سے کریں یہ کلام ہم
دو سو روپے جو اشرفی خانم کہیں تو آئیں — اب ایسے نادہند ہوئے کنگارام ہم
جب ہم سی ڈھونڈھ لاؤ گے تم نیک پارسا — اُس دن کریں گے آپ کو جھک کر سلام ہم
میں بھی تمھاری لونڈی ہوں سو جاں سے اجی — کہتے ہیں آپ دل سے ہیں تیرے غلام ہم
بہکایا سوت نے تمھیں نادان ہوا جی — بی بی کا دانہ کھا کے کریں گے حرام ہم
پھر تم بھلا خصم بنے کس دن کے واسطے — احسان کیا تمھارا اگر خرچیں دام ہم

---

[1] عملی بندوق عورتوں کی اصطلاح میں معمولی روزمرہ کے استعمال کی بندوق کو کہتے ہیں۔
[2] ہوادار۔ وہ بندوق جو ہوا میں دور تک گولی پھینکتی ہے۔

جنگل میں کھویا بادیہ[1] لائے نہ آج تک — کہتے تھے چل کے شہر میں لے دیں گے جام ہم

بی جلسے والیوں میں اگر نوکری بھی کی — بچتے رہے شراب سے تو بھی مدام ہم

مرزا کا کہنا صبح کنور تجھ کو ہے یقین — لکڑی کی ان کی او بھی چرالیتے[2] شام ہم

اے جان مردوئے سے پڑھایا نکاح ہے

کیوں صدر سے ڈریں نہیں کرتے حرام ہم

اشرفی خانم - بہو کا کیا مری آیا قدم — ہو گیا آباد گھر برباد ہے کھوٹا قدم[3]

سنتی تھی چاندی کا بیرا مجکو اس سسر کی قسم — میرے گھر لائی نگوڑی نحس سونے کا قدم[4]

ایک شب بھی مردوا مجکو لگاتا ہاتھ اگر — روز پڑتا پاؤں دھو دھو کر سدا پیتا قدم

پاؤں سب کے پھیرنے[5] میکے کو جاتی ہے بوا — نکلا اس پر بھی نہیں سسرال سے میرا قدم

منہ دکھاؤں گی نہ تم کو مانگ کھاؤں گی میں بھیک — گھر سے جس دن آپ کے صاحب مرا نکلا قدم[6]

ہاتھ کٹواؤں گی اس لنگڑے موئے شمشاد کے — گر صنوبر باغ کا اس نے مرے کاٹا قدم

لے گئے[7] اس طرح بایاں - کان کاٹے چور کے — پاؤں چوموں کونسا[8] ہے آپ کا دہنا قدم

پاؤں[9] بھاری کیا ہوا حدی سے بدتر بن گئی — دو قدم منزل ہے مجکو اٹھ نہیں سکتا قدم

سچ تو ہے اے جانصاحب مرد ہیں وہ زندہ[10] جو

عشق کی گلیوں میں ہے ثابت رہا جن کا قدم

---

[1] ترکی میں بڑے پیالے کو بادیہ کہتے ہیں [2] کسی دھات یا ہاتھی دانت کا بنا ہوا خول یا چھلا جو لکڑیوں اندا وزاروں میں لگتے ہیں [3] نامبارک [4] مبارک قدم [5] دلہن کا یا چلّہ نہا کے زچہ کا اپنے عزیزوں کے گھر جانا عورتوں کی اصطلاح میں پاؤں پھیرنا ہے [6] قدم ایک پیڑ کا نام ہے جسے ہندی میں کدم کہتے ہیں [7] بایاں طبلے کو کہتے ہیں جسے بائیں طرف بیٹھ کے بجاتے ہیں [8] دہنا قدم لینا یعنی چالاکی کا قائل ہونا [9] حاملہ ہونا۔

ردیف ن

گیلی[1] سوکھی دونوں جلتی ہیں ہوا سرکار میں
بی اُجاڑی زنت رہا اندھیر ہر دربار میں

کچھ نہیں نرگس کو مرزا تن بدن کا اپنے ہوش
کام پر دیدہ لگے کیا۔ دل لگا ہے یار میں

لال خاں سے جا کھوئے آئے مونگا جان کو
گھر ہے دُردانہ کا پنا جوہری بازار میں

سوت میری پانچ ہے میں اس سے چھپسی سوا
وہ تو ہے دس بیس میں ایک ہوں دو چار میں

ہیں کمر کے جو کڑے جنیاں وہی مضبوط ہیں
جَس[2] نہیں دیکھا کبھی نامرد کی تلوار میں

دیکھ کر سلما نشانی اس کی میں روتی نہیں
موتی موتی ہوں پرونی بادلے[3] کے تار میں

سوت کے غم سے مری چھاتی تو چلنی ہو گئی
لوگ کہتے ہیں لگی ہیں کھڑکیاں دیوار میں

جھاڑو بی بی کی پھرے[4] ہو جائے گھر بیری[5] کا صاف
کوڑی کوڑی بھیک مانگے وہ موا بازار میں

جانصاحب جس کو سمجھو ہیں بڑے یہ یار غار
آشنا کیسے گرا دیتے ہیں وہ خود غار میں

برسوں بچی کو نہیں پیار کبھو کرتے ہیں
پیار بھی کرتے ہیں، تو کاں میں تو کرتے ہیں

اوجلی[6] بگڑی ہے عبث اس کی تو بن آئی ہے
کپڑے لڑکے مرے دو روز میں گو کرتے ہیں

ٹوک جانے کی نہیں ان کو ہے چھپٹی باجی
میری انگیا کی کٹوری میں رفو کرتے ہیں

ساس ہوں پر میں خدا لگتی[7] کہوں گی بیٹی
پاس مرزا ترا امراؤ بہو کرتے ہیں

سیدھی قسمت ہے تو اک بال نہ ٹیڑھا ہو گا
جادو پڑھ پڑھ کے کریں مجھ پہ جو جھو کرتے ہیں

---

[1] گیلی سوکھی یعنی اچھی بُری۔ نیک و بد [2] جَس: وصف۔ ذاتی جوہر [3] بادلا: سونے چاندی کے تار کو کہتے ہیں جو گوٹا بُننے اور کلابتوں بٹنے میں کام آتے ہیں [4] بی بی کی جھاڑو پھرے یعنی تباہ ہو [5] بیری: دشمن۔
[6] اُجلی یعنی دھوبن [7] خدا لگتی کہنا یعنی خدا سے ڈر کے بات کہنا۔ سچ کہنا۔

لال پیلے مجھے غصّہ کے دکھا کر دیدے
کھانا پینا[1] مرا کیوں آپ لہو کرتے ہیں

اے بہو جان تو کیا بیٹی ہے گرجے[2] خاں کی
جانصاحب تجھے ہر وقت جو تو کرتے ہیں

تماشا کرتے یہ بچے تمھارے پھرتے ہیں
میں صدقے دیکھو اجی پیارے پیارے پھرتے ہیں

ملا نتھا ایک ہی لیلیٰ کو اے دوا مجنوں
ہزاروں اس سے تو وحشی ہمارے پھرتے ہیں

یہ گر کے حوض میں کھوئیں گے آبرو میری
بلاؤ بچوں کو باجی کنارے پھرتے ہیں

کسی نے کر[3] دیا کچھ ان کو کیا پری خانم
محل میں کل سے جو خشتک[4] اتارے پھرتے ہیں

بنت بنانے کی مہرن نہیں سُن او مہتاب
پسند آیا جو سلما - ستارے پھرتے ہیں

وہ دوست جان کے گاہک ہیں جانصاحب کا
نگوڑے بیری جو اس کو اُبھارے[5] پھرتے ہیں

خالی حویلی ایک نہیں ہے جہان میں
کیا آگ بے محل لگی گھر کے مکان میں

عنقا کی شکل نام کمر کی سُنا میاں
پایا زمین میں نہ اسے آسمان میں

باجی ستارا جان جو دیکھو تو لطف ہے
مہتاب سے سوا ہی زہرہ کی تان میں

مرتی تو ہے دکھا دو نگوڑی کو اس کی شکل
اٹکا ہے تو بہار کا دم باغبان میں

ٹکسال والی اشرفی خانم کے تنو روپیے
گھن[6] کے لگے ہیں تانبے کے بی پاندان میں

گوہر کے دانت دیکھ کے الماس مر گیا
یاقوت گاڑ دو اسے ہیرے کی کان میں

---

[1] کھانا پینا لہو کرنا یعنے ایسا رنج و غصّہ دلانا جس سے کھانا پینا خاک میں مل جائے [2] کُتے سے مراد ہے۔
[3] کسی نے کچھ کر دیا یعنے کسی نے جادو کر دیا [4] خشتک - میانی [5] اُبھارنا یعنے بہکانا۔
[6] گھن کے روپے یعنے وہ روپیے جو سکہ رائج کے ہوں۔

صندل اگر نہ آتا تو ہوتیں لڑائیاں — عنبر میں باجی مشکی میں اور زعفران میں
گرگٹ کا کیا لیا مری خورشید نے جنم — تنو سو بدلتی رنگ ہے ایک ایک آن میں
پھبتی کہی یہ میں نے ثریا پہ رات کو — باندھا ہے یہ فرشتوں نے چھینکا مکان میں

اے جان آئیں ہوش میں بن جائیں آدمی
وحشی اگر ہوں جمع مری داستان میں

جب شاد شاد آئے مرے تم مکان میں — اے جان جان آگئی بندی کی جان میں
تاثیر اتنی ہے مرے غم کے بیان میں — رنڈی رولادے مردوں کو ایک آن میں
مہتاب اور زہرہ ہیں وہ دونوں کٹنیاں — تھگلی لگائیں چھید کریں آسمان میں
آہوں سے میرے گرنے نہیں پاتا آسماں — سو سو لگائیں ٹھیکیاں اس اک مچان میں
بھرتی ہوں آہیں میں نہیں اس بھوں کی یاد میں — چلّوں پہ چلّے باندھ رہی ہوں کمان میں
چوٹی کا بوجھ او ہی اُٹھائے جو یہ کمر — بوتا نہیں ہے اتنا بھی مجھ دھان پان میں
اس طرح گلبدن سے ہنسا آپ کیجیے — ماروں کٹاری چٹکی جو لو میری ران میں
دی ہے جو ہنٹی اشرفی خانم فقیر کو — جوڑا ہے تم نے ٹاٹ مشجر کے تھان میں
مرزائی جان بات کرو او ہی جامہ زیب — ہنستی ہو سب سے جفتے[1] نہ پڑجائیں شان میں
بھاری کیا ہے پانچہ اس سے نہ آئیں وہ — سیڑھی لگاکے کودوں گی اُن کے مکان میں
بکتا رہا وہ شام سے مہتاب صبح تک — آتی نہیں ہے نیند تمھارے مکان میں

جیسا تمھارا نام ہوا ہے نہ ہوئے گا
اے جان کوئی لاکھ کہے اس زبان میں

---

[1] شان میں جفتے پڑنا یعنے عزت میں فرق آنا۔

الٰہی جو موے بدنام میرا نام کریں — انھیں کی ننھی بڑی کو مرے غلام کریں
اکیلی جاؤ جو مسجد میں طاق بھرنے کو — دوگانا جان تمھیں جھک کے ہم سلام کریں
ستم ہے بلے پڑھے دو بول گر کھلا ناڑا — ذلیل ہوں گی زناخی نہ ایسا کام کریں
رہا نہ جائے گا اس سے ہوئی جوان جہاں — کسی سے بیٹی کی نسبت کا اب پیام کریں
کروں جو اُجڑے محلے میں گاے سید کی — ابھی تو ہندو موئے سب یہ رام رام کریں
بنی ہیں تھالی کی بیگن وہ ڈھلتی پھرتی ہیں — کسی کے گھر میں تو بی بیگما مقام کریں

بلا لا صبح کو جلدی سے جانصاحب کو
وہ آج بھی نہ کہیں کل کی طرح شام کریں

وہ جس کو ڈولہ[۱] اب اے نوبہار دیتے ہیں — اسی نگوڑی کی خاطر یہ ہار دیتے ہیں
خدا نے ہاتھ دیئے ہیں بدن کھجانے کو — خرابی پیسے کی ہے پشت خار لیتے ہیں
دو موہی[۲] رسی ڈسے ان کے دونوں ہاتھوں کو — منوہی[۳] جان کے وہ مجھ کو مار دیتے ہیں
ذرا محل میں تو آئیں بناؤں گی چنگا[۴] — یوں ہی غریب کی عزت اُتار دیتے ہیں
ببول بو کے مجھے سولی پر چڑھائیں گے — درخت گھر کے لئے میوہ دار دیتے ہیں
یہاں سے جائیں اجی ان کی میں دبیل[۵] نہیں — جوئے کے واسطے کیوں میرا ہار دیتے ہیں
کرم ہے کل سے بڑا آج میرے چونڈے پر — بلائیں وہ جو مری بار بار دیتے ہیں
عجب طرح کے سخی دیکھے اس زمانے میں — نگوڑے سوم کی پگڑی اتار دیتے ہیں
نہ کوئی جائے بلانے کو جانصاحب کے — ہم آپ کوٹھے پہ چڑھ کر پکار لیتے ہیں

---

۱ کسی امیر کا غریب کو روپیہ دے کے، زوجہ بنانے کے واسطے لینا ۲ دو موہی رسّی یعنی دو منہ کا سانپ ۳ منوہی یعنی خاموش۔ بے زبان ۴ چنگا بنانا یعنے سزا دینا ۵ دبیل یعنے دبنے والی۔

مل گئی جب کوئی بنگالے کی اوباش تمھیں   بھیڑ بن جاؤگے مارے گی جو دو ماش تمھیں
میری گاڑی سے اگاڑی جو بڑھے جاتے ہو   کتّوں کوّوں کو کھلانی ہے مری لاش تمھیں
چھوڑ دو ہرجائی پن اور ایک پہ تم میٹھ رہو   ایسی ہمت نے بنی جان خدا کاش تمھیں
پارسائی کی بھلا قدر مری کیا جانو   جب خوشی ہوتی جو ملتی کوئی اوباش تمھیں
آج کیوں آیا اجی باسی کڑھی میں اُبال[۱]   بھیجنی کیا تھی بھلا کل کی مجھے آش تمھیں
اے بی مہتاب اگر چاندنی لے جاؤگی تم   فرش کر دیں گے ابھی مار کے فراش تمھیں
اس کو قربان کروں اپنے گزی گاڑھے پہ   میری جوتی سے میسر ہے اگر تاش تمھیں

اپنی بچی کو تمھارے رکھتی نہ تم کو دیتی
جانصاحب میں اگر جانتی عیاش تمھیں

دال آٹے کا سنو بھاؤ ہے اس دم کھلتا   چاہنے والے اجی جب کہ بچھڑ جاتے ہیں
سوم کے پیسے میں لگ جائے نہ کیونکر کائی   پال کے آم ہیں پکتے نہیں سڑ جاتے ہیں

لاکھ تدبیر کرو ایک نہیں بنتی ہے
دن مقدر کے جب اے جان بگڑ جاتے ہیں

جوجو نہیں اُٹھانی تھیں میں نے اٹھالیاں   بس بس زبان روکو نہ دو مجھ کو گالیاں
مرزا بڑی چڑیلیں تھیں یہ جلسے والیاں   اچھا ہوا محل سے گئیں سب نکالیاں
مانجانی ہوں میں ڈالوں گی آنچل یہ میرا کام   جوتا چھپا کے نیگ لیں دولہ کی سالیاں
وہ ترش رو ہوئے مرا دل کھٹا ہو گیا   نارنگیوں کی پھینک دیں گلشن پہ ڈالیاں
بجلی گرے الٰہی مہاجن کی جان پر   کیا پڑ گئیں کھٹائی میں کانوں کی بالیاں

---

[۱] باسی کڑھی میں اُبال آنا۔ بے وقت کام ہونا۔ بھولی محبت یاد آنا۔

کیسا ڈری ہوں رات کو آئیں جو خواب میں ۔ کچھ گوری گوری عورتیں کچھ کالی کالیاں

سنتی ہوں ایک روز بلاتی ہیں مردوا

کیا نیک بخت ہیں مری ہمسائے والیاں

جی سے بھاتے ہیں مجھے باجی تمھارے ہاتھ پاؤں ۔ گورے گورے ننھے ننھے پیارے پیارے ہاتھ پاؤں

کرکے ننگا اس نے سر ڈھانکا زبردستی مرا ۔ کشتیاں لڑ لڑ کے میں نے لاکھ مارے ہاتھ پاؤں

اے دوگانا جان دیکھیں کس کی منہدی خوب ہے ۔ سُرخ ہوتے ہیں ہمارے یا تمھارے ہاتھ پاؤں

کس گھڑی سے ادہی گیندی کھیلتی پھرتی ہو تم ۔ شل نہ ہو جائیں کہیں باجی تمھارے ہاتھ پاؤں

ہاتھا پائی ہر گھڑی کی خوش نہیں آتی مجھے ۔ باجی صاحب مجھ سے تم رکھو کنارے ہاتھ پاؤں

چار گھر جا کے اجی کھاؤں گی چکی پیس کر ۔ دل نہ میں نے بیچ کھایا ہے نہ ہارے ہاتھ پاؤں

جانصاحب مجکو تم دبکا لو بالا پوش میں

مارے جاڑے کے ہیں ٹھنڈے میرے سارے ہاتھ پاؤں

بیاہ خانم کا کروں گی نہ میں زنہار کہیں ۔ آپ ہی اپنا بسا لے گی وہ گھر بار کہیں

رنڈی چل دور چچے مجھ پہ یہ بہتان نہ کر ۔ میرے بیری مرے دشمن ہوں گرفتار کہیں

ان کے بن پوچھے میں نوچندی میں کیونکر جاؤں ۔ ہے یہ دھڑکا کہ نہ ہو جائیں وہ بیزار کہیں

مردوے کھاتی ہوں میں سیوں کلاموں کی قسم ۔ تیرے بن پوچھے گئی ہوں جو میں اکبار کہیں

جا کے سسرال میں دولہا سے دلہن خانم تم ۔ پہلے ہی روز نہ کر بیٹھیو اقرار کہیں

آؤں کس طرح ترے پاس دوگانا جنیاں ۔ باجی ہونے ہی نہیں دیتی ہیں اسوار کہیں

میری ماما نے نکالی ہے نئی مجھ سے چھیڑ ۔ بھیجتی ہوں کہیں جاتی ہے یہ مردار کہیں

ایک پر بیٹھ رہوں اور کسی سے نہ ملوں ۔ ایسی بندی نے کئے ہی نہیں اقرار کہیں

بس تو ہاں ایسی ہوں پھر کس لئے تو آتا ہے ۔۔۔ ڈھونڈھ لے اور کوئی جا کے طرحدار کہیں

ماما۔ کتنا پے کا بے ڈول پڑا ہے لپکا ۔۔۔ ایسی باتوں سے اری کھائے گی تو مار کہیں

جانصاحب مری خاطر سے نہ کہنا تم نے

رنڈی دیکھی ہے دوگانا سی طرحدار کہیں

بیاہ خانم کا تو کر دینے کو تیار ہوں میں ۔۔۔ باجی کوڑی کا سہارا نہیں لاچار ہوں میں

اس کی صورت سے ددا ایسی ہی بیزار ہوں میں ۔۔۔ نام پر بھی نہیں اب مارتی پیزار ہوں میں

پنجہ کش اپنی بھنگیڑن سے موئے کر پنجہ ۔۔۔ چھوڑ دے میری کلائی اری بیمار ہوں میں

جانے بندی کی بلا تجھ پہ گزرتی کیا ہے ۔۔۔ ناک چوٹی میں تو اپنے ہی گرفتار ہوں میں

تم پہ میں مرتی ہوں جو چاہو ستم[1] جوتو تم ۔۔۔ سچ تو ہے ہاں اجی ایسی ہی گنہگار ہوں میں

دیکھا آنکھوں سے جو کانوں سے میں سنتی تھی لوا ۔۔۔ اب تو چاہت میں زلیخا کی طرح خوار ہوں میں

اپنے گھروا ہے کی وہ جا کے خبر تو لیویں ۔۔۔ ان کی بہنا سے زیادہ نہیں مکّار ہوں میں

اپنے پلّے سے نہ باندھو مجھے اب چھوڑ دو تم ۔۔۔ لاکھ مکاروں کی مکار ہوں بدکار ہوں میں

جانصاحب میں یہ رمز آپ کے پہچان گئی

تم بھی کہتے ہو کہ مردوں میں طرحدار ہوں میں

یوہیں اُلجھی رہے گی اک نظر جب تک نہ دیکھے گی ۔۔۔ ددا گیا جان نکلے گی دم اٹکا ہے حیا تن میں

جدائی سے ہوا ان کی بڑا آزار[2] اے نرگس ۔۔۔ ہوئی ہوں سوکھ کر کانٹا نہیں باقی لہو تن میں

مرے مرزا کو اے سبزہ بنایا تو نے پردیسی ۔۔۔ اُڑائی خاک گھر میں ہولیاں گا گا کے ساون میں

وہی ڈستا ہے او رنڈی خصم دو تین تو کھائے ۔۔۔ نہ میں مانوں گی ماموں کا بے جوڑے آسن میں

پری خانم سی دیوانی کو شیشے میں اُتارا ہے ۔۔۔ بڑے عامل ہو تم اے جانصاحب عشق کے فن میں

---

[1] ستم جوتنا یعنے ظلم کرنا [2] بڑا آزار یعنے مرض دق یا سل۔

چاہت تمہارے دل میں ہماری اگر نہیں
پرواہ آپ کی بھی ہمیں اب قدر نہیں

دھگڑوں کے پیچھے وہی زناخی تو مر نہیں
جنیاں جوانی مفت یہ برباد کر نہیں

دولت نسا ہیں اشرفی خانم سے بد چلن
کھوٹی ہی راہ چلتی ہیں حاکم کا ڈر نہیں

آنکھوں کی اندھی ہے وہ مثل[۱] نام نین سکھ
نرگس کو دن کو اونٹ بھی آتا نظر نہیں

بھٹیاریوں کی طرح خواصیں لڑتی ہیں آج
مرزا یہ سیر دیکھی کبھی عمر بھر نہیں

دار الشفا میں مرتے ہیں بیمار اے حضور
کوڑا دوائیں ملتی ہیں جن میں اثر نہیں

بنیے[۲] تلنگے اب وہ محل پھاندنے لگے
ہوتا فرشتے خاں کا جہاں پہ گزر نہیں

اے جان لکھنؤ سے نکل جاؤں گی میں اب
اوقات مجھ نجبتی کی ہوتی بسر نہیں

یہ بڑھا درد آج میں کل میں
کل تھا پیڑو میں آج کل کل میں

سوت جل ککڑی[۳] آ گئی بل میں
پھنسی جاتی ہے اپنی ہی جھل میں

تل نہیں مانگ میں زناخی کی
وہ کنھیا کھڑا ہے گوکل میں

آنکھ لڑتے ہی ہو گئی عاشق
موہنی[۴] تھی موے کے کاجل میں

گیہوں جل بل کے میں اٹھا نہ سکی
بچے ہونے کی اوہی ہلچل[۵] میں

باجی جینا مجھے وبال ہوا
دیکھ کر ایک نائی کی قبلیں

تیرے ہی سر کی ہے قسم عنبر
لو محبت کی پائی صندل میں

---

[۱] آنکھوں کی اندھی نام نین سکھ - یہ مثل اُس جگہ بولی جاتی ہے جہاں کوئی باوجود عیب کے اچھے ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے [۲] نفرت ظاہر کرنے کا ایک کلمہ ہے [۳] جل ککڑی حقیقۃً بن ڈبی کو کہتے ہیں مگر عورتوں میں یہ ایک کلمۂ حقارت ہے [۴] مسخر کر لینے والے جادو کو موہنی کہتے ہیں [۵] گھبراہٹ۔

پچھوڑا لیلیٰ کو تھا تڑی مجنوں   کون یہ دیکھتا تھا جنگل میں
نین سُکھ کو سمجھ نہ گاڑھا یار   آنہ محمودی اُس کی چھل بل میں
ق
سر کی چادر تلک نہ چھوڑے گا   باندھ رکھ میری بات آنچل میں[1]
میں پڑی کیسا ابیر کے گھر میں   پھنس گئی بوڑھی بھینس دلدل میں

میم صاحب گلے پڑی اے جان
سر ڈھکا کیوں یہ ٹھہرے کونسل میں

رکھیں ہمسائی مرا مال چرا کے گھر میں   اینٹ[2] اُلٹوں گی دوگانا میں خدا کے گھر میں
میں جلی۔ تو بھی تو لوٹے ذرا انگاروں پر   اب نکل جاؤں گی میں آگ لگا کے گھر میں
ڈولی لا دو کھڑے پانی نہ پیوں گی صاحب   خوب رسوا کیا سمدھن نے بلا کے گھر میں
بیٹھی ہوں جو مجھے رنج موا دیتا ہے   نام کی اس کے بوا چیز بنا کے گھر میں

جانصاحب کی نہ کیوں باتوں سے بگڑوں لوگو
روز وہ آتے تھے اک فقرہ بنا کے گھر میں

سیدا[3] کل کھڑے ہیں بوا کا نبات میں   لیکن سمائی[4] سب کی ہے شیخوں کی ذات میں
مردوں کو گھور و چھید کرو تم قنات میں   رخنے نکالو مجھ سے نہ تم بات بات میں
بیشک اچی ہے شک مجھے دولھا کی ذات میں   کیسے ہوئے ہیں جمع براتی برات میں
ہوں جیسے چال ڈھال میں ہر ایک بات میں   بوٹے سے چہرے مہرے میں چھب تختی گات میں

---

[1] آنچل میں بات باندھ رکھنا یعنی نصیحت یاد رکھنا اور کبھی نہ بھولنا [2] اینٹ اُلٹنا۔ عورتوں کا ٹوٹکا ہے کہ جب کسی سے عداوت ہوتی ہے تو مسجد میں اُس کا نام لے کے اینٹ اُلٹی کر کے رکھ دیتی ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ اس عمل سے دشمن ہلاک ہو جاتا ہے [3] اکل کھرا وہ جو دوسرے کو نہ دیکھ سکے [4] کھپت۔

میرا سا رنگ روپ تو چھپا کو ہو نصیب
میں ایک ہوں ہزار میں وہ پانچ سات میں

اس غم سے آدھی کیسی نہ چوتھائی میں رہی
اک دو سے تیسرا نہ ملا ساری رات میں

اس سے نہ بات وہ کرے اس سے نہ بات یہ
ٹھیریں نہ بولے آج سے کھری کی بات میں

چلتی وہ چال ہوں کہ نہیں چڑھتی پیچ پر
پکڑتے ہیں پہلواں کئی دانوں گھات میں

خیمے میں کیوں اترتی اگر ایسا جانتی
کیسا یہ پردہ چھید ہیں لاکھوں قنات میں

نادار کے چلن پہ روپے والی جب چلے
بٹا لگے نہ اشرفی خانم کی ذات میں

اپنے تو چھوڑ دیتے ہیں غیروں کا کیا گلہ
اللہ کا نام آتا ہے بی مشکلات میں

کیونکر میں تیرے جان کو دوں اس پہ ہے حرام
سیّد کا حق نہیں ہے دوگانا زکات میں

خورشید کے ہیں ٹوٹے مہتاب ہاتھ پاؤں
تیرا خصم ہے جا کے ذرا داب ہاتھ پاؤں

میری بھی چھانیوں کا دوگانا نہیں جواب
نازم خدا جو اُن کے ہیں نایاب ہاتھ پاؤں

بھاری وہ جوڑا پہنے گی ہوگا خصم کو داغ
توڑوائے گی زناخی کے کمخواب ہاتھ پاؤں

اے جان میں ہوں کڑوی یہ میٹھا ہے قافیہ
ثابت نہ ہوں بلا سے کہوں راب ہاتھ پاؤں

بچ نکلے میرے آگے بہت وہ بڑھے نہیں
کنگھی کی طرح سوت مرے سر چڑھے نہیں

ہمسائی تم نے خود نہ سنا ہوگا کیا کہوں
کوٹھے پہ بے پکارے کبھی وہ چڑھے نہیں

عزت مری گھٹی تو گھٹی اس سے تجھ کو کیا
خیر اَوَّہ بات کر کہ اری شر بڑھے نہیں

گھوڑے پہ چڑھ کے کیوں نہ وہ منہ زوریاں کریں
جو عمر بھر گدھے پہ نگوڑے چڑھے نہیں

توڑوں گی ہاتھ اب جو بگاڑوگی آستیں
یاں سے گھٹاؤ خانہ یہ بچھوا بڑھے نہیں

شامت ہے آئی کہتی ہے تو مجھ سے نو بہار — وہ جال ڈالوں ٹھرّے کا تم سے گڑھے نہیں

اس شہر میں تراب یہ مٹی کا کال ہے — وہ کونسا مکان ہے جس میں گڑھے نہیں

اے جان جا کے تم میاں خورشید سے کہو
میرے محل میں آیا کرو دن چڑھے نہیں

پھلا پھولا آباد گھر دیکھتے ہیں — تجھے ایسا شاطہ بدر دیکھتے ہیں

بوا بے ہنر کیا مری قدر جانے — ہنرمند میرے ہنر دیکھتے ہیں

جلاتے ہیں مردوں پہ دل ہم مثل ہے — تماشا یہ گھر پھونک کر دیکھتے ہیں

جو حیوان رنڈی سے ہیں دل لگاتے — بوا رنج وہ ہی بشر دیکھتے ہیں

زناخی سدا جو ہیں پھولوں پہ سوتے — انھیں ایک دن خاک پر دیکھتے ہیں

خدا ہے رہے پیٹ اب پیرزادے — ترے بھی عمل کا اثر دیکھتے ہیں

پرائی بہو بیٹی اپنی ہے صاحب — کسی کو نہیں بد نظر دیکھتے ہیں

میں باہر نہیں جانصاحب سے آئیں
زناخی مراد دل اگر دیکھتے ہیں

پہن کر کپڑے انگریزی میاں خوش رو نکلتے ہیں — نئے موتی محل سے بن کے اب لو لو نکلتے ہیں

مجھے ہو سونہ حف دیدوں میں تم سے ہوں گے دیتی — ذرا ڈورے سے ناپو کس کے بی بازو نکلتے ہیں

گلے میں کوکلا گائن کے ہڈی ہی نہیں گویا — ہزاروں میں نہیں یہ حلق یہ تالو نکلتے ہیں

وہ کرسی کے بوا احمق ہیں جو دو دن کی کسرت میں — کبھی تو دیکھے مونڈھے کبھی بازو نکلتے ہیں

مجھے لوٹن کا جوڑا ہے جو خاکی شاہ نے بھیجا — خدا کی شان ہے بچے اچھی یاہو نکلتے ہیں

---

١ تجھے ایک کلمۂ لعنت ہے ٢ حف نظر یعنی چشم بد دور سے حرف حف لیا ہے۔ رعایت کے واسطے دیدہ لائے ہیں۔
٣ ایک قسم کا کبوتر ہے جو اس طرح بولتا ہے گویا یاہو کہتا ہے۔

میں وہ رنڈی نہیں جو چھوڑ دے وہ جلسازی[1] مرے پھندے سے کب ایسے الو اُلو نکلتے ہیں

لئے تو جانصاحب آپنے بوسے ہیں مالن کے
مگر کیسے یہ منہ کی راہ شفتالو نکلتے ہیں

نہ کیں جورو سے تقریریں ہزاروں سدا کیں جس نے تقصیریں ہزاروں
نہیں آنے کی دم میں میں تمھارے عبث کرتے ہو تدبیریں ہزاروں
نہ بگڑوں گی بناؤ لاکھ باتیں سُنی ہیں ایسی تقریریں ہزاروں
پری خانم سی دیوانی نہ ہوگی پہن آئی ہے زنجیریں ہزاروں
نرالی سب سے ہے بندی کی قسمت وگرنہ دیکھیں تقدیریں ہزاروں
میں اس جلاد کے پالے پڑی ہوں نئی دیتا ہے تعزیریں ہزاروں
یہ کیا نقشہ ہے کیوں تم لائے گھر میں تلے اوپر کی تصویریں ہزاروں

تمھیں تو سات خط[1] آتو کو اے جان
ابھی ہیں یاد تحریریں ہزاروں

بھیجا نسبت کا ہے پیام کہاں کہاں بچی مری غلام کہاں
کر دیں ثابت مجھے یہ حافظ جی میں اُٹھا آئی ہوں کلام کہاں
اوبھی دیتی نہ میں جواب تمھیں ہے یہ تہمت کیا سلام کہاں
تھرہے کوٹھری میں مسجد کی باندی کرنے گئی حرام کہاں
جیس ہنڈیوں کا چکھ چکی ہے مزا وہ کرے گی بھلا قیام کہاں
بیاہ ماموں نے بھانجی کا کیا جانصاحب کا ہوگا نام کہاں

---

[1] سات خط یعنے ہفت قلم۔ وہ یہ ہیں ثلث۔ محقق۔ توقیع۔ ریحان۔ رقاع۔ نسخ۔ نستعلیق۔
[2] ہنڈیوں کا مزا چکھنا یعنے بہت سے آدمیوں کے پاس رہنا۔

ہیں اری دولت قدم مشکی پہ کیا کوڑا کروں — وہ نہیں باندی مری منہ زور ہے تو کیا کروں
دوش میں یعقوب کو یوسف بھلا کیا مال ہے — بی نباتی جان ہیں مصری کو تو سودا کروں
منہ وہ بنوائیں ذرا شپر ہو گا ماما خیر ہے — ان کا در پردہ ہے مطلب بھائی سے پردا کروں
بانٹ دو کوڑی کی کر دوں چار پیسے کے لئے — اپنے بیگانوں میں اس کو آج وہ رسوا کروں

جانصاحب اے دوگانا گر لگائے ہاتھ وہ
تیرے ہی سر کی قسم اک حشر میں برپا کروں

اپنے رسوا تجھے خود کرتے ہیں بیگانوں میں — خیلا فرزانہ نہ بن رہ کے تو نادانوں میں
اُن کے ملنے سے ہوئی زیست دوبارا میری — ہے مثل پانی پڑا سوکھے ہوئے[1] دھانوں میں
ہم تو مردِ دل کو بُوا مرد ہمیں گھورتے تھے — لطف دیوالی کو تھا چوک کی دوکانوں میں

گو نہیں بیٹا ہے یہ بیٹی ہی پروان چڑھے
ایک ہے چھیچھڑا ہمسائی یہ نوخوانوں میں

کیا کلیلیں کریں بی مر رہے بیچارے ہیں — کل سے بچے مری بکری کے یہ بے چارے ہیں
دل لگا جس سے۔ موے نے کیا رو کر رسوا — دیدے درگور مرے صدر کے ہرکارے ہیں
آنچ پیڑو کی سہے کون اُڑائیں نہ مجھے — اُپلے والی کے جلے عشق میں وہ بچارے ہیں
ہوک پیڑو کی گئی آج دوگانا جنسیاں — گندے پانی سے نلے دائی نے جب دھارے ہیں
کل مجھے ہاریں گے وہ جوہری سے اے گوہر — آج تو موتیوں کا ہار مرا ہارے ہیں
کلو بھٹیاری کے خاطر جو مجھے چھوڑ دیا — اصل پر کھنچ گئے وہ قوم کے بھٹیارے ہیں

---

[1] سوکھے دھانوں پانی پڑنا یعنے نا امیدی میں مراد بر آنا۔

اُڑ گئی روٹی نصیبوں نے اُڑائی ہے یہ خاک
ہن کے اب بدلے برستے اجی انگارے ہیں

جانصاحب سے نہیں جلتی مرے ہیں دلسوز
بھانجے مجکو یہ جیٹوں سے سوا پیارے ہیں

نگوڑے مردوے کیا کیا گناہ کرتے ہیں
خراب جان کے عقبیٰ کی راہ کرتے ہیں

اُٹھاتے جا کے عدالت میں ہیں بڑی روٹی
دوگانا کام تو جھوٹے گواہ کرتے ہیں

زناخی نوج کسی کو ہیں آجکل ووں دل
موئے نفاقتےا دودن کی چاہ کرتے ہیں

خصم تو کیا ہے بوا کنبا چھوٹ جاتا ہے
یہ ٹھگ ہیں مردوے دل میں راہ کرتے ہیں

مزا ملا ہے وہ بی جان جانصاحب سے
کہ فاقے کرتے ہیں ہم اور نباہ کرتے ہیں

پسند باغ کی مالن سے حور کی باتیں
ہوا ہے خار سُنیں وہ قصور کی باتیں

حواس اُڑ گئے سُن کے حضور کی باتیں
نہ ہوں فرشتے سے میرے یہ نور کی باتیں

نکیلے ہو تو یہ بالی دو بجلیاں لاؤ
کرو نہ لکھنؤ میں کانپور کی باتیں

ہوا ہر ایک ہے فرعون کے لئے موسیٰ
خدا کو بھی نہیں بھاتیں غرور کی باتیں

قسم ہے ٹیسوں کڑاموں کی اے دوگانا جان
میاں فہیم سے سیکھیں شعور کی باتیں

کھڑے کھڑے وہ مرے پاس آکے ہوجائیں
یہ کچھ ان سے کرنی ہیں مجکو ضرور کی باتیں

ہے مرد نام کو۔ نامرد جانصاحب ہے
چھپے گا سُن کے زناخی وہ سور کی باتیں

ا نفاقتا یعنے منافق۔

اجی ڈھونڈھ کے باجی ہی یار کریں موئے تیلی تنبولی کو پیار کریں
مرے[1] اُس سے زنا خی ہزار کریں مری جوتی سے چوہڑے چمار کریں
مجھے قہر کی نظروں سے گھور لیا مجھے دیدے دکھائے تو خوب کیا
میں تو شکر نہیں کرنے کی خیر جیا[2] کبھی آنکھیں نہ مجھ سے وہ چار کریں
ترے جال میں جیسا پھنسا ہے ابھی ملے جانور ایسا جو ہم کو کبھی
چڑی ماروں کی طرح سے ہم بھی اجی سُنا بیٹھے ہی گھر میں شکار کریں
بُوا چھوڑ دیں اُس کو خدا کی قسم مُوا خونی جو گھر میں ہے آتا ستم
بُرے مرد نگوڑے کو بیگما ہم ایڑی چوٹی پر اپنی نثار کریں
بڑی مصری نے کھایا ہے زہر ددا[3] ابھی تھوڑا ہی نشہ اُسے ہے چڑھا
چہرے والا وہ لکھے دوائیں زرا جو پلائیں نشے کا اُتار کریں
اجی لاکھ دوائے نکالے مگر نہیں سچّی یہ ہونے کی جھوٹی خبر
چلے بس جو ہمارا مہاجنی پر مُوئے جمن کو گنگا کے پار کریں
لگی جانے میں کاہے کو اوہی بھلا بڑی باجی کریں جو بلا کے دغا
سُنو جان نہ مانوں گی ایک کہا مرے آگے بہانے ہزار کریں

دو چار نہیں سُن چکی دس طور کی باتیں
باندھی ہیں غزل میں اجی دستور کی باتیں
لعنت کرائے کیا تجھے شیطان لگا ہے
سُنتی ہے بوا کیوں مُوئے مزدور کی باتیں
جو کسبیوں میں لطف ہے وہ ہم میں کہاں ہے
تھتکاریوں سے پوچھتے ہو حور کی باتیں

---

١ مرے اس سے یعنے میرے ٹھینگے سے ۔ میری جوتی سے ۲ جیا۔ کھلائی ۔ دودھ پلائی ۔
۳ ددا ۔ وہ بوڑھی لونڈی ہے جو بچپن میں خدمت کر چکی ہو۔

عزّت سے ہوا پیسا ہے اسے کوڑیا خانم
دمڑی کے لئے منتی ہو مزدور کی باتیں

کیا کنگلیاں ہیں ادہی یہ مرزا کی خواصیں
انعام کے دن کرتی ہیں یہ بور[1] کی باتیں

مصرع ترا اے جان ہے تلوار کا پھلڑا
کیوں ہوں نہ ترے شعر میں اندر کی باتیں

ردیف و

نہ جاؤ تم پڑو چولھے میں بھیجو میرے بھائی کو
لگے ہیں درد مرتی ہوں بلالے وہ دائی کو

ملی قسمت سے ہے اوباش جورو داہی نائی کو
خصم کی طرح رنڈی مونڈ کھانے گی خدائی کو

لوہیں چھریاں بھکیں یہ غم نہ دادے ان کی جائی کو
مرے پلنے سے جن لوگوں نے باندھا اس قصائی کو

ہوا گو غائب آئینہ نہ لائی میل کچھ دل پر
اجی اس آنکھ منڈی کے دیکھو دیدوں کی صفائی کو

قدم سے سوت کے آباد کرنا سیج تم اپنی
کروں در گور سمجھوں اب جنازہ چارپائی کو

نہ چھوٹی تم سے رنڈی ایک اور میں چھوڑ بیٹھی ہوں
تمہارے واسطے گھر بار کیا ماں باپ بھائی کو

نہ بات اس سے کرو سمدھن بنی پھرتی ہے شتّاہے
ڈلی یہ زہر کی ہے پی نہ لو تم اس مٹھائی کو

یہیں دن کو چاندنی خانم کا سر اوڑھوں کیا غارت
زنانخی رات بھر میں میری شبنم کی دلائی کو

ہوا ثابت کہ دریا باد سے جاڑے میں آئیں گے
بوا آب رواں کا بھیجا ابرا جو رضائی کو

مرے ہونٹوں کی جب لیتا ہے مچھی ترش ہوتی ہوں
تو کہتا ہے ملاتی ہو مٹھائی میں کھٹائی کو

کروں کیا جان صاحب جاکے گھر میں جیرے وارے کے
تمہارے راج میں پیسا نہ کوڑی ہے دوائی کو

---

[1] بور یعنی خیرات ۔

اب نہ سوؤں گی تمھارے ساتھ اور کوسوں گی یہ
داغ نکالیں اس کے جس کو بھیجتے کمخواب ہو

رات کو دو دن سے اڑ جاتے ہیں میرے پاس سے
مجھ نبختی کی بنے قسمت سے تم سرخاب ہو

موتی خانم ہے سڑک پر مردوں کا اژدحام
آبرو دو گی چلی تو دیکھنے تالاب ہو

سانپ بچھو سمجھو اس کو بھیج دو صاحب مجھے
میرے میکے کا تمھارے گھر میں جو اسباب ہو

ٹپے[1] گاتی ہو نہیں رو رو کے غم میں سوت کے
میرے گھر کو تم بناتی آجکل پنجاب ہو

خاک کی اپنی جوانی کیا نہیں میں جانتی
پارے والی سر فرا رو کے لئے بیتاب ہو

جل نہ جائے یہ کہیں خورشید کی صورت غلام
ہاتھ سے نسرین کے چھڑوا رہی مہتاب ہو

کیوں نہ دوڑے جاؤ گھر تم سوت کے پھر کیا کرو
جانصاحب دل موا سینے میں جب بیتاب ہو

غلط بالکل پڑھاتی ہے بڑی روٹی[2] تو فتو کو
فضیلت کیا پڑی ہے دے کے کو دل اپنی آتو کو

یہ کہہ مرجان سے مونگا کہ موتی جان روتی ہے
بلا لا جوہری بازار سے تو جا کے لولو کو

بنی بیگم نہ سمجھیں میر دولھا نام بھی سن کے
یہ دل میں آگئی کیا لہر بیٹی دی دوہا[3] جو کو

کمان افسر کی بیٹی تم وہ تیر انداز کا بیٹا
لگا لو اس سے دل گوٹیاں نشانہ تم نہ یہ چو کو

نہ ہوں کیوں چاند سورج سے زیادہ چھاتیاں روشن
مری محرم نے انگیا میں کیا ہے بند جگنو کو

حسنو باجی پری خانم خدا پر اپنے شاکر ہوں
کہ ٹونوں کو سمجھنی ہوں کسی کے بس نہ جادو کو

الٰہی کوڑھ ٹپکے ایسی مغلانی کے ہاتھوں میں
کتر کے کر دیا غارت مری انگیا کے بازو کو

سنوائے جانصاحب کل میں نوچندی کو جاؤں گی
چنا جائے دوپٹا پائجامہ بھیجو اتو کو

---

[1] ٹپا ایک قسم کا راگ ہے۔ ٹپا گانا یعنے بیکار بیٹھنا [2] بڑی روٹی عورتیں کلام اللہ کو کہتی ہیں۔
[3] دوہا جو وہ مرد ہوتا ہے جو دوسری عورت سے شادی کرتا ہے۔ معمولاً رنڈوا دواجو کہلاتا ہے۔

میرے پیچھے پری خانم کو لگا دیتے ہو ۔۔۔ کیوں نہ بگڑوں مجھے دیوانہ بنا دیتے ہو
روٹی کپڑا مرے تن پیٹ کو کیا دیتے ہو ۔۔۔ کیا کھلا دیتے ہو گیا اوہی پہنا دیتے ہو
گزری اس پیار سے دل میرا کڑھا دیتے ہو ۔۔۔ ہنستے بچے کو اجی تم تو رُلا دیتے ہو
فتنہ انگیز یہ طوفان ہے برپا کرتی ۔۔۔ کیا ہی روتی ہے جو سوتے سے جگا دیتے ہو
سوت سے گرم ہوئے جب کیا ٹھنڈا مجکو ۔۔۔ ہنس کے لڑواتے ہو روٹھ کے ملا دیتے ہو
بی جمالو کی طرح ڈال کے بھُس میں چنگی ۔۔۔ دوڑتے پانی کو ہو آگ لگا دیتے ہو

جانصاحب مجھے تم خیلا ہو سمجھے صاحب
چٹکیوں میں جو مری بات اُڑا دیتے ہو

مہتاب کو بُری نہ میاں آفتاب دو ۔۔۔ مستانی ہوشیار ہے اچھی شراب دو
ہلکی گلابی پھول سی تم بھر کے پھول سے ۔۔۔ مجھ کو میاں نسیم گلابی شراب دو
کانٹے پڑے ہیں حلق میں ہوں لو گو بیقرار ۔۔۔ ماہی توے میں بھول کے مجکو کباب دو
آتو جی شادی کرنے پہ مائل ہے فاضلہ ۔۔۔ پڑھنے کو حُسن و عشق کی اس کو کتاب دو
دولت وہ پیسے والی ہوئی کیا بنی ہے سوم ۔۔۔ گھنی ہے کوڑی کوڑی کا مجکو حساب دو
کرنے دو دو دبرٹ کے جو کرتا ہے چھیڑ چھاڑ ۔۔۔ تم تو نہ اپنے ہاتھ سے بنّو حجاب دو
چالے بھی چار ہو چکے کب تک رہے گی شرم ۔۔۔ گھونگھٹ اُٹھاؤ اوہی خصم کو جواب دو

پیوند ہو زمیں کا جس روز کہ یہ جان
مسّی تم اپنے ہاتھ سے یا لو تراب دو

تم نہ آئیں دل بہت تڑپا ہمارا رات کو ۔۔۔ ذکر اے گوئیاں رہا کیا تمھارا رات کو
ہو گیا دھک سے کلیجا اوہی میں تو ڈر گئی ۔۔۔ گھر میں بی مہتاب کے ٹوٹا جو تارا رات کو

اپنی رنڈی کے لئے مجھ سے لڑے تم چھیڑ کر — کیا مری تقصیر تھی تم نے جو مارا رات کو
ہوں میں رسوا تھا یہی مطلب تمھارا اے میاں — نام جو لے کر مرا تم نے پکارا رات کو
چاندنی خانم سے مرزا گر نہیں ہے تم کو کام — کیا سمجھ کر اس سے کرتے تھے اشارا رات کو

مینہ برستے میں گئی میں جانصاحب کے جو پاس
بھر گیا جوتا مرا کیچڑ میں سارا رات کو

دھمکاؤ کسی بودی کو تلوار دکھاؤ — خونخوار پن اپنا نہ یہ ہر بار دکھاؤ
در پردہ جو خوش مجکو سناتے ہیں یہ مرزا — مشتاق ہیں مشتاق ہیں دیدار دکھاؤ
کنگلا ہے تو میرا ہے تمھیں کیا ہے زناخی — اپنا کوئی دھگڑا مجھے زردار دکھاؤ
کس دن کے لئے رکھی ہوس دل کی نکالو — جھنڈے پہ چڑھاؤ مجھے سرکار دکھاؤ
مصری ہوئی حرّاف زلیخا سے زیادہ — یوسف کی طرح تم اسے بازار دکھاؤ

صدقے میں تمھارے ستو اے جان کسی طور
بندی کو شہنشاہ کا دربار دکھاؤ

ہوا حرمت خدا نے جیسی عصمت دی تھی مریم کو — ملی ہے پاکدامن کے تصدق سے وہ اب ہم کو
پری خانم ہے دیوانی پڑیں پتھر نگوڑی پر — بٹھایا نیک بختوں میں ہے مونڈھے والی خانم کو
یہی تعلیم دیتے ہیں اجی شکرو کو مکھو خاں — مجھے تو زہر لگتا ہے نہیں یہ دیکھتی سم کو
میاں خورشید مجھ سے دن دہاڑے چال چلتے ہیں — جو ابتر ہو وہ مانے ایسے سوکھے آپ کے دم کو
نکالوں پیٹ سے جو پاؤں کیا ہے سر پھرا میرا — گھسے یاں کون صندل تم سے یہ عادت نہیں ہم کو

وہ تلوے میرے دھو دھو کے پئیں میں جوتیاں ماروں
بتا دے جانصاحب ایسا کوئی ٹوٹکا ہم کو

ہیں کس سے رہی او ہی روکو زباں کو　　چلو چپ رہو جھوٹی سچی نہ ہانکو
لگا کیا ہے شیطاں سمجھائے کوئی　　ہماری طرف سے موئے بد گماں کو
ہمیں سوت کے واسطے چھوڑتے ہیں　　دکھائیں گے کیا منہ وہ سارے جہاں کو
نہیں دل سے اے لڑکے بڑھیا ہوئی ہوں　　جیوں چاہتی ہوں میں اچھے جواں کو

سنو جانصاحب بھلا کیا ہے نسبت
مری نیلی چادر سے اس آسماں کو

ہے قیامت جانتا بجار داری رات کو　　دن سے ہوتی ہے زیادہ بیقراری رات کو
گلبدن کے ساتھ اگر اب آپ جا کر سوئیں گے　　پیٹ میں اپنے میں ماروں گی کٹاری رات کو
اے بُوا گو ہر حسین آباد کے تالاب پر　　آبرو لی چاند خاں نے کل ہماری رات کو
چاندنی خانم ستم ٹوٹے ستارا جان پر　　سیر دریا کی گئی کرنے ہے واری رات کو

جانصاحب میں نہ ہونے دوں گی بچی کو سوار
دن کو کیا سوتے تھے لائے ہو سواری رات کو

اس کتابی منہ کی اک مجھی دوگانا جان دو　　میں نہا دھو کر ہوں آئی چومنے قرآن دو
ایک ہی ششتا ہے باجی منجھلی بھائی کی بہو　　موٹے موٹے کیا لگائے ہیں مجھے طوفان دو
سوت کی پھبتی نہ کھائی۔ بانجھ دنیا سے چلی　　دل میں میرے رہ گئے افسوس ہے ارمان دو
ہاتھ اب مجھ کو کسی صورت لگا سکتے نہیں　　اپنا سر کھاؤ مری پاپوش سے تم جان دو
چھاتیوں پر اور محرم کی میں کیا پھبتی کہوں　　حسن کے میٹھے مجھولی پر ہیں گاڑی بان دو

وہ مشل ہے میری ان کی ایسی الفت ہے بوا
جان تو ہے ایک اور قالب میں میری جان دو

تو خصم والی بنی سیج ہے اری ہاں اب تو — دیدہ پر بانگ ہوا اور بھی گوئیاں اب تو
فاضلہ جس سے کریما کی ہے نسبت ٹھہری — نام حق پڑھ چکا پڑھتا ہے گلستاں اب تو
اجڑی گھر بار بسا۔ ہو چکی بچوں والی — بیٹھ کر لڑکیوں میں کھیل نہ گڑیاں اب تو
کواریوں سے بھی سوا کرتی ہیں نخرے تلّے — نوجوانوں کو پھنسا لیتی ہے بڑھیاں اب تو

چوٹ چوٹی پہ ہو گل بھوٹے ہو چوٹی کی بہار
جان ٹکواتی ہو موباف میں کلیاں اب تو

کیوں نہ دیدوں کو کہوں نوح کی اولاد میں ہیں — لائیں طوفان جو رو رو کے دوگانا دو نو
پتلیاں بھان متی آنکھیں یہ ہیں حیدر آباد — ایک عالم کا دکھاتی ہیں تماشا دو نو
باجی یوسف کے بچھڑنے سے جو پھوٹے دیدے — لے کے یہ اترے ہیں یعقوب کا ورثا دو نو
ڈولا اچھلا ہے تری بہنوں کا سمجھا ان کو — میں تو چپ ہوں وہ مرا کرتی ہیں شکوا دو نو
ساس نندیں ہمیں جو چاہیں کہیں اے گوئیاں — ایسا ہی رکھنی ہیں کم بختیں یہ رشتا دو نو

سالیاں جورو سے اچھی ملیں تم کو اے جان
ایسی ہنس مکھ ہیں نہیں جانتیں رونا دو نو

رنڈوے کب تک رہو گے بھائی گھر آباد کرو — باپ دادا کے نہ تم نام کو برباد کرو
حق میں جورو کے قصائی نہ بنو اے بیٹا — نام مشہور تو کہنے میں نہ جلاد کرو
یہ نہیں پڑھنے کی اس آتو سے فتنہ انگیز — اس پہ آخون معیّن کوئی جلاد کرو
کیا سلیمان پہ تم مرتی ہو دیوانی ہو — مرد و اڈھونڈھ کے بی کوئی پریزاد کرو
چھوڑتے مجکو ہوا اب کرتے ہو شادی صاحب — کیا قسم کھائی تھی بھولو نہ ذرا یاد کرو

لے ڈولا اچھلنا۔ غیر مرد سے آشنائی کرنا۔ شامت آنا۔

سچ مثل ہے کہ گنہ کرتے ہو تم بے لذت — ہے اگر بات بُری پھر کوئی اُستاد کرد
گر کے آزاد صنوبر کو اسے دے ڈالو
جان صاحب مرے شمشاد کا دل شاد کرد

دانوں پہ ہر مرد چڑھتا ہے بڑی مشتاق ہو — آٹھ دن میں نُو سے ہونا جفت کیا ہی طاق ہو
سیکڑوں مٹھی مرادیں[1] آگئیں اکبارگی — بی دوگانا روز تم مسجد کا بھرتی طاق ہو
پیٹ بھرلوں گی اجی دو گھر کی چکی پیس کر — اور ہی رزاق ہے کچھ تم نہیں رزاق ہو
کوڑیا خانم کی بھائی کو نہ دینا کام تم — جب تلک بیسانہ اگلے سال کا بیباق ہو
لوٹ کر گھر لے گئے ٹھگ کے ہم کو کھا گئے
جانصاحب تم ہماری جان کے قزاق ہو

دربار چلے ہیں اجی زنہار نہ ٹوکو — دیکھو وہ خفا ہوں گے خبردار نہ ٹوکو
دیکھوں گی تماشا کہو دربانوں سے جاکر — آنے دو نٹوں کو اُنھیں زنہار نہ ٹوکو
ہلکا ہے لہو اس کا ذرا دیکھ لو ایڑی[2] — بچی مری ہو جائے گی بیمار نہ ٹوکو
عادت ہے یہ باندی کی تو پھر روں گی باجی — تو چپ رہو اب ہو گئی ہشیار نہ ٹوکو
کس کام کو جاتی ہے خدا جانے دوگانا — بے فائدہ تم کرتی ہو تکرار نہ ٹوکو
جھر بیری کے کانٹے کی طرح لپٹے گی گلشن — ہو جائے گلے کا نہ کہیں ہار نہ ٹوکو
مردوں کا بھی ہیں جانتی ہوں کام سنو جان
تم رنڈی سمجھ کر مرے اشعار نہ ٹوکو

---

[1] میٹھی مرادیں یعنے اچھی مرادیں [2] کسی کو نظر بد سے بچانے کے لئے اپنی ایڑی دیکھتے ہیں۔

ردیف ہ

جب چاہوں وہ احمق بنے اُلّو سے زیادہ
ٹونوں میں اثر ہے مرے جادو سے زیادہ

میں تول لیا کرتی ہوں نظروں میں ہر اک کو
کانٹا سی ہوں آنکھیں ہیں ترازو سے زیادہ

شیریں کی طرح تلخ ہے جینا مجھے مصری
باتوں میں تری زہر ہے بچھو سے زیادہ

ناحق نہ کرو پاس تم اس کا مرے بھیّا
ماں باپ کا ہے مرتبہ جورو سے زیادہ

عصمت نہیں ملنے کی اگر لاکھ چھپے گی
کسبی کی بہو اوہی گھریلو سے زیادہ

جب مردوے نے پہلے پہل ہاتھ لگایا
میں باغ میں شرمائی لجالو سے زیادہ

دے ہاتھ میں جورو کے جو رو رو کے کمائی
باجی وہ کماؤ ہے نکھٹو سے زیادہ

موتی کے لئے آبرو چنّی نے گنوائی
یہ بالے سے سن میں بنی لولو سے زیادہ

ڈرتی تو میں سب بالیاں تختی رہیں باجی
ہم جولیوں میں بن گئی گھگھو سے زیادہ

اے جان کہو ریختی اک اور تم ایسی
پہلو ہو ہر اک شعر کے پہلو سے زیادہ

گو آبرو مرزا کی ہے گنگو سے زیادہ
اسلام[1] ہے رغبت مجھے ہندو سے زیادہ

لہریں ہیں لٹیں ناف بھنور پیٹ ہے دریا
ہر چلو مری خصرو کا ہے ٹاپو سے زیادہ

کیوں پیل نہ ڈالیں مجھے تل لادے شکرو
یہ تشنہ[2] ہے حق میں مرے کولھو سے زیادہ

ننھا سا نہ جیوڑا مری بچی کا وہل جائے
بی نام نہ لو ڈرتی ہے جوجو سے زیادہ

کیوں گھاٹ پہ آنگیا کے نہ ٹکواؤں میں خصرو
ہے عشق مجھے کشتی[3] کے اُتو سے زیادہ

پلے ہے بندھی اس کے یہ قسمت کی ہے خوبی
جو مردوا ظالم ہے ہلاکو سے زیادہ

---

[1] نام ہے یعنی اے اسلام [2] تشنہ یعنی تشنیع [3] کشتی کا اُتو یعنی کشتی نما اُتو۔

یہ گت نہ بجا گھر مرا ویراں کرے گی جنگلا[1] ارے منحوس ہے پیلو سے زیادہ
پیازو نظر آتا ہے مجھے دال میں کالا باتیں نہ بگھارا کرو اردو سے زیادہ
وہ ٹھنڈیاں[2] نکلیں مری گائن کے دوگانا ایک ایک ہے دانا اجی گھنگھرو سے زیادہ
اے جان قلم بند سناؤں گی اسے بھوگ[3]
الجھے نہ فضیلت مری آتو سے زیادہ

منہ سے تو کچھ کہیں پہ کریں نابکار کچھ مردوں کی بات کا نہیں بی اعتبار کچھ
کیا تخت و تاج لیں گے سلیمان کا موئے دیوانے ہوگئے پری خانم کسار
دل نوج ایسا ہووے۔ کڑی نرم کیوں سہوں کرتی نہیں ہوں آپ کو صاحب میں پیار
اس کان جو سنوں تو میں اس کان دوں اڑا مانوں نہ ایک مجھ سے کہیں وہ ہزار
تم کو بسنت کی ہے خبر کیا میاں بسنت ہے آج کچھ بہار تو کل ہے بہار
مسجد کا طاق بھرنے نگوڑی چلے گی کب کیا فرض ہے دوگانا کو کرنا سنگار
پارے میں ان پہ جا کے خدا جانے کیا ہوا
اے جان دل ہے کل سے مرا بے قرار کچھ

گوٹیاں چھپانہ عیب ہوا اب پر آئینہ مرزائی جامہ خانہ میں کروا کر آئی نہ
پھر اس میں مکھڑا دیکھو کہ گوندھا ہے کیسا سر مشکی سے مانگ لاوے اگر عنبر آئینہ
جب تک رہی میں شیش محل میں تھا میرے پاس موتی محل میں چوری گیا گوہر آئینہ
آتی ہے عار سی مجھے فاقے بلا سے ہوں بھیجوں گی بیچنے کو نہ میں گھر گھر آئینہ
سیدی سکندر آئے تو کہہ دینا بیگما کہتی تھی گوئیاں لایا بڑا حد بھر آئینہ

۱؎ جنگلا اور پیلو راگنیوں کے نام ہیں ۲؎ چیچک ۳؎ بھوگ سنانا یعنی گالیاں سنانا۔

اللہ رے شوق بچی ابھی سے بناؤ کا
چھٹتا نہیں ہے ہاتھ سے اُدم بھر آئینہ

اس آئینے کے ٹوٹنے کا غم ہے دل کے ساتھ
چھاتی کا میرے بن گیا اب پتھر آئینہ

یوسف ہوں تجھ پہ مرتی زلیخا کی طرح سے
ہے میری چاہ تجھ پہ تری مجھ پر آئینہ

پھٹکار کس کے منہ پہ برستی ہے چل پرے
مُنہ دیکھ اپنا مردوے منگوا کر آئینہ

جو چاہے بولے دولھا کی ماں سرخرو ہوئی
بیگم بنی کے تخت کی لے چادر آئی نہ

تلخی تمھارے عشق کی اے جان گُھل گئی
سب باتیں آپ کی ہیں مرے دل پر آئینہ

ردیف ی

رانڈ ہو گور کا یا مُنہ اری کمّن دیکھے
نوج غم سوت کا دنیا میں سہاگن دیکھے

دوستی میں تری جو رنج ملا ہے مجکو
کھوجڑے[1] پیٹے وہ دشمن کا نہ دشمن دیکھے

چشم بد دور ہیں نرگس کی رسیلی آنکھیں
گو ہے بیمار کوئی اس پہ یہ چتون دیکھے

شمع افروز کی بی چھاتیوں پر پھبتی کہوں
تیل پانی کے کنول آج ہی روشن دیکھے

چھپ کے مستی نہ ابھی بچّی لگا گوری ہے
کیا کہے چھو چھو جو آگے تری سوسن دیکھے

میری چوٹی کی تو وہ چوٹی کی ہے چوٹ پڑی
سو قدم اُڑ کے ڈسے جس کو یہ ناگن دیکھے

اور کیا ہوگا بنا گھر تو بگاڑا رنڈی
شر ترے ہاتھ سے کیا کیا نہیں خیرن دیکھے

نور تن کا مری دم ڈھک ڈھکی میں اٹکا ہے
جب سے اک اکے کے بازو پہ ہیں جوشن دیکھے

باغ میں توڑ و گل اندام جو کچی کلیاں
خار کیوں گر نہ ہو کن آنکھوں سے مالن دیکھے

جانفشا حسب نے دیا جب سے گل اندام پہ دل
ایک جھنڈے کے ہزاروں اجی دشمن دیکھے

---

[1] کھوجڑے پیٹا یعنی نگوڑا۔

اب کہنے کو مانوں گی نہ زنہار تمھارے　　دو سوت کو لے میری بلا ہار تمھارے

نادان ہو تم دوست ہیں ہشیار تمھارے　　بی لڑنے کے آپس میں نہیں یار تمھارے

بڑھیا ہوئیں اب تک میں خریدار تمھارے　　عاشق انھیں کہتے ہیں جو ہیں یار تمھارے

بے واسطے شر روز کیا کرتی ہے خیرن　　رہنا مجھے گھر میں ہوا دشوار تمھارے

یہ ورثہ کا جھگڑا ہے سنو چھوٹی ممانی　　دو چار بڑے اپنے ہوں دو چار تمھارے

لیں مول جو دو باندیاں بی اشرفی خانم　　گاہک کوئی پیدا ہوئے زر دار تمھارے

اچھے ہیں کئے ڈھونڈھ کے پیدا یہ دُگانا　　لگما ترے ہیں دونوں طرحدار تمھارے

تم جھوٹ کے پتلے ہو تمھیں سچ سے ہے کیا کام　　انکار سے بدتر ہیں سب اقرار تمھارے

عزت لو ہزاروں ہی کی اے جان وہ بدہو
ہو قہر حوالے ہو جو اخبار تمھارے

کس گدھے باپو سے ہنوا کے بے لائی بجلی　　اس پہ بجلی گرے جس نے یہ بنائی بجلی

ابری کاغذ پہ جو روتی ہوئی کھینچی تصویر　　آہ کے بدلے ہوا میں نے بتائی بجلی

کالی چادر کو نہیں پھینک کے چمکی مہتاب　　کوندکے وہی گھٹا سے نکل آئی بجلی

بالیاں - بالے اجی چھالے مگر خوب بنے　　پھوٹے دیدوں مجھے بھابی کی نہ بھائی بجلی

رعد خاں جورو پہ کیوں گرجے نہ بادل کی طرح　　پیج کے یار کو رنڈی نے کھلائی بجلی

کیا بیاں کیجئے دانتوں کی چمک کا عالم　　انبہ پرشاد نے ہنس ہنس کے گرائی بجلی

یار نے بھیجی ہے جب پہنے گی رسوا ہوگی　　آج ظاہر میں اگر اس نے چرائی بجلی

کان[1] جھونٹوں کے بھی کاٹے مرے نکٹے تو نے　　ٹالے بالے ہی میں دن گزرا نہ آئی بجلی

بال[2] باندھی وہ بلا چور رہے اس سر کی قسم　　جان صاحب پری خانم نے اڑائی بجلی

---

[1] کان کاٹنا یعنی سبقت لے جانا [2] بال باندھی چور یعنی مشاق چور۔

جان صاحب کی خبر لادے جو لے دلبر مجھے
اس کی میں لونڈی ہو لے مول وہ بے زر مجھے

ہو محبت کا بڑا راتوں کو گلیوں میں پھری
ٹھوکریں کھلوائی اس دل نے اجی در در مجھے

پیری چٹی گوندھ دے ماما تو وہ کہنے لگی
یاد ہے سستی کے ڈسنے کا نہیں منتر مجھے

مل گئے کیا تم حسین آباد میں مجھ حور کو
باغ اب جنت ہے اور تالاب ہے کوثر مجھے

آج اُن کے دل پہ آئینہ مری چاہت ہوئی
دیکھ کر دُبلی ہوئے حیران اور ششدر مجھے

سب دیا صاحب نے سچ ہے جھوٹ میں کہتی نہیں
تیل، سرمہ، مسّی، منہدی عطر بھی لاکر مجھے

چکنی باتوں کا ہو مُنہ کالا۔ کیا دل میرا خون
لال خاں پہناؤ گے پھولوں کا نگر زیور مجھے

وہ اگر قرآن کا جامہ پہن کر کچھ کہیں
اے دوگانا جھوٹھ سمجھوں کچھ نہ ہو باور مجھے

مفت کرنا دور لے جانا۔ مثل سچی ہوئی
کالے کوسوں لے گیا اک مردم دے کر مجھے

قدر کیا نامرد جانیں مردوے جو مرد ہیں
جانصاحب شاد ہوتے ہیں وہی سُن کر مجھے

جب نہ دو پیسے کمانے کی ہو تدبیر کوئی
ناک[1] میں کوڑیا خانم نہ کرے تیر کوئی

کلموہی رنڈی کئے دھوپ میں کیا بال سفید
کرتا دانا سے ہے نادانی کی تقصیر کوئی

قند کے بدلے نمک جھونک دیا شیریں نے
شکر والیسی بھی پکاتا ہے بھلا کھیر کوئی

چاندی خانے میں نہ سونا تھا تجھے اے فضہ
پھر یہ کہتی ہے بتائے مری تقصیر کوئی

نقش ہو جائے جو دل پر سنوں سو جان سے میں
بھائی مانی وہ پڑھو ریختی تصویر کوئی

مجھ سے کیا پوچھو اجی اپنے ہی گھر والوں سے
کوئی اچھا نہیں کہنے کا بُری چالوں سے

---

[1] ناک میں تیر کرنا یعنے تنگ کرنا۔ دق کرنا۔

مچھیاں رات کو کیا خوب نشے میں لیں واہ　　خون کے نالے بہلتے ہیں مرے گالوں سے
میرے دیدے ہیں سمندر کے بھی نانا دادا　　سیکڑوں ندیاں پیدا ہوئیں ان نالوں سے
بی صنوبر ہے عجب کیا جو لگے سرو میں پھل　　پھول پیدا ہوئے مردوں کا اجی ڈھالوں سے
جانصاحب کے کبھی دم میں نہ آتی ہرگز
چھوٹے مرزا نے پھنسایا ہے بڑی چالوں سے

ہوں کھرے کھوٹے نہ اس میں آئے ہیں ٹکسال سے　　اشرفی خانم روپے پر کھالے کندن لال سے
ہے خدا کی شان وہ افضل نسا خانم بنی　　بیچتی پھرتی تھی گلیوں میں جو کھرنی فالسے
آپ کے سر کی قسم سب سے بڑا ہے اعتقاد　　بھائی نعمت خاں بڑی روٹی کی مجکو فال سے
ترش ہوتے ہوں تو ہوں کر منع ان کو نوبہار　　ہے بڑا آزار نرگس کو نہ دیویں فالسے
جانصاحب تو رہے جم جم سلامت سچ تو ہے
نام روشن ہو گیا میرا ترے اقبال سے

ڈر ہے لگتا او ہی ان دونوں کی مجکو چال سے　　چھوکری آندھی ہے لڑکا کم نہیں بھونچال سے
اے دوگانا شیخ جھنگا میری بجری کا غلام　　ہے بڑا جھپ جھالیا بچنا تم اس کی چال سے
اس کی چاہت ہے بڑی خانم سدا اچھلانے کی نحاک　　لاکھ پنڈت سے وہ پوچھے یا کسی رمال سے
نام میکے کا مٹایا کی اشارے بازیاں　　کیا ہی کھل کھیلی ہے بنو آتی ہی سسرال سے
باؤلے کتے نے ٹپو خاں تجھے کاٹا تھا کیا　　تو جو کہتا ہے چلا آتا ہوں میں گگرال سے
جانصاحب سچ یہ ہے ٹکسال والی کا کلام
جو نہ ہو دل کا غنی وہ کم نہیں کنگال سے

اجی وہ آندھی سی لڑنے کو ایک بار آئی　　ہوا کے گھوڑے پہ دولت قدم سوار آئی

پکڑ کے بال میں پاپوش اس کے مار آئی — چڑھی دماغ کو گرمی تھی سب اتار آئی
بھنسایا مرزا کو شہباز خاں کی باندی نے — جب آئی گھر میں تو وہ کھیلتی شکار آئی
بسا بسایا گھر اپنا نہ پھر ہیں بھولی بھلی — نگوڑی سبز قدم ایسی نو بہار آئی
خدا ہی خیر کرے بیگما کے ڈھینڈھے[1] کی — مہینا میٹھا[2] ہے کھاتی ہوئی اچار آئی
یہ ٹوٹکا[3] کیا ٹانگوں میں اپنا ڈال کے منہ — گئی میں چولھے کے آگے انھیں پکار آئی
رکھوں ماما کو درگاہ سے تو ہو آؤں — دماغ عرش پہ ہے لے کے کیا کہار آئی
بگڑ گیا ہوا معلوم تجھ سے یار ترا — زناخی شکل بنائے جو سوگوار آئی

دل اپنا کرتا ہے اے جان کس لئے بھاری
جو تیری بات تھی بگڑی ہوئی سنوار آئی

جو تھی کو تو صورت میں ذرا دیکھوں دلہن کی — بندھوا کے انگوٹھی مجھے لادو اجی گھن کی
ق ماں کا بھی سمجھو نہ ہیو یا می دلہن کی — بنّیا تمھیں لازم ہے کرو بات چلن کی
بچھی مری نجبن پری خانم کو بلا لا — میں مثنوی فیروز سے پڑھواؤں حسن کی
خانم صبح کو پھر کس لئے کرتے تھے اشارے — چاہت نہیں مرزا جو تمھیں شام برن کی
نال جو کہتے ہو سچ کہتے ہو ہاں مری تو ہوں ایسی — گھر وا ہے میں تو جاکے خبر لیجئے بہن کی
اچل دور پرے ہٹ یہ نہیں لوں گی مرچا تول — بنیا ترا دھگڑا تھا جو تو لائی ہے کنگھی
گرا یہ الٹا دھرا سیر میں پنسیری کا دھوکا — بھاتی نہیں باتیں مجھے کھوٹوں کے چلن کی
کھا لو یہی پکا ہے کریلوں کا جو سالن — صدقے گئی خاطر کرو مجھ راند دلہن کی

---

[1] ڈھینڈھا یعنی حمل [2] میٹھا مہینا۔ حمل کا آٹھواں مہینا [3] جب کسی کو جلد بلانا چاہتی ہیں تو عورتیں اپنی ٹانگوں میں منہ ڈال کے چولھے کے آگے اس کا نام لیتی ہیں [4] ماما بنیا یعنی طرفداری کرنا۔

بھائی کا مرے بیاہ ہے ڈالوں گی میں آنچل[1]   بنوا دو کوئی اوڑھنی اچھی سی کرن کی

کیوں جان نہ ہو بندی کے اقبال پہ تم تے
سنتی ہے مصیبت وہ سدا جھیسی برٹن کی

دم مرا ناک میں ہے ہاتھ سے ناشادوں کے   تم تک آسکتی نہیں بس میں ہوں جلادوں کے
مجھ سے آآ کے جو لڑتے ہیں میاں کے شاگرد   یہ تو اپنے گھر میں پڑھانے ہوئے اُستادوں کے
اپنا پردیس سے آیا نہ مسافر سبزہ   راتیں ساون کی کٹیں دن بھی گئے بھادوں کے
عشق دونوں کو جو زندی کا ہے لٹوائیں گے گھر   طور بے طور ہیں بی جان کے دامادوں کے
دیکھتی جس کو ہوں دڑانہ چلا آتا ہے   دیدے کیا پھوٹ گئے ہیں موئے پیادوں کے
عشق میں اُن کے میں کس طرح نہ ہوں دیوانی   میرے مرزا میں ہیں انداز پری زادوں کے

جانصاحب کا اجی ہو گیا کچھ اور دماغ
جب سے جانے لگے دربار میں شہزادوں کے

بڑی باجی نے ناحق ہی ستم یہ مجھ پہ توڑا ہے   بتائیں تو وہ میرا کو نسا دھگڑا نگوڑا ہے
لگے آگ ایسی گرمی کو ہوئیں سب چوڑیاں ٹھنڈی   پکڑ کے ہاتھ کیسے زور سے پہنچا مروڑا ہے
جواہر کیوں نہ اترائے جڑاؤ پہن کر گہنا   روپے والی ہوئی کس چیز کا اب اس کو توڑا ہے
بنی ہے جان پر اک دم نہیں چین اس کے ہاتھوں سے   نگوڑا دل ہے پہلو میں الٰہی یا کہ پھوڑا ہے
گئی تھی کل زیارت کے لئے مصری کی بغیا میں   اکیلا پا کے اس نے مجھ کو کیا توڑا مروڑا ہے
دبیل ایسی ہی میں تو ہو گئی دل دے کے صاحب ہاں   ستم جو جو کرو تم میرے اوپر وہ نہ تھوڑا ہے

---

[1] نکاح کے بعد جب دولہا دلھن کے گھر میں ادائے رسوم کے واسطے جانے لگتا ہے تو دولہا کی بہنیں دروازے سے اُس کے سر پر آنچل ڈال کے گھر میں لے جاتی ہیں اور نیگ مانگتی ہیں۔

دوگانا جان کیسی باؤ کے گھوڑے پہ پھرتی ہے   ہوا جب سے سواروں میں خصم کا داغ گھوڑا ہے
زبردستی کی شیخی کرتے ہیں مُنہ اپنا بنوائیں   وہ کیا چھوڑیں گے مجھ کو آپ ہیں نے اُن کو چھوڑا ہے
مجھے سودا ہے کیا جو تیل مل کر سر کو چکٹاؤں   نہائی ہوں ابھی تو گیلے بالوں کو نچوڑا ہے

اسے اے جانصاحب گھاٹ پر انگیا کے ٹکواؤں
جو میں نے گو کھرو کشتی کا گنگا جمنی موڑا ہے

سر پہ باندی جو مرے آ کے تو چلاتی ہے   میں نے جانا اری چند یا تری کھجلاتی ہے
اپنی صورت سے جو کوکا مجھے ترساتی ہے   میں سمجھتی ہوں یہ سب دائی کی بدذاتی ہے
کل سے گھر میرے دوگانا جو نہیں آتی ہے   دل ہے بے چین مری جان چلی جاتی ہے
لوٹی جاتی ہے مری جان ہنسی کے مارے   دیکھنا چھوچھو کو کیسی پڑی بڑائی ہے
کچھ نہ کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے مجھے   رات سے آنکھ جو گوئیاں تری شرماتی ہے

مجھ کو یہ چوچلا تیرا نہیں بھاتا ماما
جانصاحب سے تو کس واسطے کھسیاتی ہے

کہتی ہوں میں خدا سے یہ شام اور سویرے   جم جم رہیں سلامت باجی کے بچے میرے
عصمت کی دیکھوں حرمت کس طرح سے بچے گی   لڑکی کو اُس کے لونڈے لیتے ہیں روز گھیرے
میں خود جلی بھُنی ہوں مجھ سے کرو نہ گرمی   بس ٹھنڈے ٹھنڈے صاحب تم جاؤ اپنے ڈیرے
بیٹی ہوں سورما کی دو چوٹوں میں بھگا دوں   لشکر امیر خاں کا گر آ کے مجھ کو گھیرے
سودا ہوا ہے تم کو اوباش میں نہیں ہوں   گلیوں میں میری آ کے کرتے ہو تم جو پھیرے
مارے پڑو گے ناحق دیکھے نہیں ہیں تم نے   تلورے بانکے ترچھے بھائی مرے یہ چچیرے
منگل کا دن ہے صاحب ہو جائے گی وہ دُبلی   بچی کو میری دیکھو مارو نہ تم ٹھٹیرے[۱]

---

[۱] ٹھٹیرا = جوار یا جرے کی لکڑی۔

بھولی سمجھ نہ مجھ کو سنتا ہے جانصاحب ۔۔۔ ایسی نہیں ہوں ننھی آؤں جو دم میں تیرے

دیا ہے کونسا میرا خزانہ بھر تو نے ۔۔۔ نگوڑے فاقے ہی کروائے عمر بھر تو نے
بلایا یار کو گھر میں جو بے خطر تو نے ۔۔۔ کسی عزیز کا لاڈو کیا نہ ڈر تو نے
طلاق دے مجھے یا عیب میرا ثابت کر ۔۔۔ میں جان دوں گی نکالا ہے کیا ثمر تو نے
نگوڑے الّو کے پٹھے سے دوستی کر کے ۔۔۔ بسا بسایا اُجاڑا زناخی گھر تو نے
خدا بچائے تری جان رنڈی باز بنا ۔۔۔ نکالے مردوے چیونٹی کی طرح پر تو نے
میں کوس کوس کے کھا جاؤں گی ہوں کل جبھی ۔۔۔ مری زبان کا دیکھا نہیں اثر تو نے
ملوں گی تلوے تلے آنکھیں تیری اے نرگس ۔۔۔ خصم کو میرے اگر دیکھا بد نظر تو نے

بچی ہوں آج بھی مر مر کے جانصاحب میں
گیا جو کل سے نہ لی آج پھر خبر تو نے

کھلوا نہ ٹھوکریں موئے دل دربدر مجھے ۔۔۔ رسوا نہ کر ذلیل نہ کر گھر بہ گھر مجھے
بچھڑا وہ جب سے پھر نہیں آیا نظر مجھے ۔۔۔ میری خبر نہ اس کو نہ اس کی خبر مجھے
صدمہ تری جدائی کا ہے اس قدر مجھے ۔۔۔ بے دانہ پانی کٹتے ہیں آٹھوں پہر مجھے
میں چھوڑ کر حلال کو کرواؤں جب حرام ۔۔۔ برباد کرنے ہوویں جو چاہیں گھر مجھے
کاہے کو غم کے ہاتھوں سے سولی پہ چڑھتی میں ۔۔۔ منصور تجھ سا کوئی جو ملتا بشر مجھے
طوفان کے لگانے سے ہوگا نہ بیڑا پار ۔۔۔ ق ۔۔۔ دیکھا کسی کے ساتھ تھا تالاب پر مجھے
وہ تو سڑک تھی ہاتھ پکڑ لیتے بے دھڑک ۔۔۔ میرا تو ڈر نہ تھا یہ تمھارا تھا ڈر مجھے
تم پانی پانی شرم سے ہوتے ابھی فقط ۔۔۔ میں ڈوب مرتی اتنی تھی غیرت مگر مجھے
اک شمع والے پر میں ہوں پروانہ آج کل ۔۔۔ جلتی ہوں نیند آتی نہیں رات بھر مجھے

پھنسواتی ان کی ننھی بڑی کو میں صدر میں ۔۔۔ ہوتا دوگانا جان جو منظور شر مجھے
جب اوکھلی میں سر دیا دھمکوں سے کیا ہے ڈر ۔۔۔ سب کو خدا دے جیسا دیا ہے جگر مجھے
مرزا یہ جان جاتی ہے حاکم سے بھی کہوں ۔۔۔ پھانسی دے یا چڑھائے کوئی دار پر مجھے

آ آ کے ہر گھڑی جو یہاں گھورتا ہے تو
اے جان تیرے دیدے سے لگتا ہے ڈر مجھے

چھپا موباف چوٹی میں نہیں گوئیاں نے ڈالا ہے ۔۔۔ لپیٹا اوہی رسّی کا یہ بچہ کوڑیالا ہے
موا خورشید کیا مہتاب سے رتبے میں اعلیٰ ہے ۔۔۔ یہ لے پالک ہے خانم کا تو وہ مرزا کا پالا ہے
خدا کا قہر ٹوٹے کسبیاں لونڈوں سے لڑتی ہیں ۔۔۔ زناخی نے نہیں لڑکی یہ بابی سانڈ پالا ہے
کسی دھگڑے کا اپنے سوگ رکھا ہے دوگانا نے ۔۔۔ محرم بھی گیا اب تک دوپٹا سر کا کالا ہے
تمہا چا مارا ۔ مارا میرے لڑکے کو تمہیں کیا ہے ۔۔۔ نہ کچھ کہنا اسے صاحب مرے بھائی کا سالا ہے

گیا جوتا نیا میرا الٹی میں آن کر ہے ہے ۔۔۔ تمہارا گھر ہے بی ہمسائی یا کاندو کا نالا ہے
مرادم ناک میں ہے لے دوگانا سمدھیانے سے ۔۔۔ بٹے گی دال جوتی آج پھر بنو کا چالا ہے
کٹوری گا بچ کی پہنے ہو جو گوئیاں کہوں پھبتی ۔۔۔ اناروں پر لگایا آگے یہ مکڑی نے جالا ہے
دوانے مال کا انا کے پھر دعوے کیا مجھ سے ۔۔۔ گڑے مردے اکھاڑے پھر وہی جھگڑا نکالا ہے

کہوں کیا جانصاحب آج تو وہ اڑ گئے میٹھا تھا
ہزاروں منتیں کر کے موئے بنئے کو ٹالا ہے

سوت کا پیٹ ہے یہ غم ٹھہرے ۔۔۔ اور میرا نہ ہے ستم ٹھہرے
روز تم آگ لینے آتے ہو ۔۔۔ نہ کبھی پاس ایک دم ٹھہرے
آج کیا جانی دیکھی ہے دنیا[1] ۔۔۔ کچھ تو ڈھونڈے پہ ہے کرم ٹھہرے

---

[1] آج کیا جانی دنیا دیکھی ۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی مدتوں کے بعد متوجہ ہوتا ہے یا سفر سے واپس آتا ہے ۔

کروں آزاد میں صنوبر کو لوگو اُن کی اگر حرم ٹھہرے
شیخ کو دن لگے ہیں موتی جان سجادہ ادہی جھوٹے ہم ٹھہرے
دونوں ڈالیں ابھی کڑھائی میں ہاتھ میرے اُس کے یہی قسم ٹھہرے
اب نہ بولوں گی جانصاحب سے
بات کہنا بھی گر ستم ٹھہرے
جاسوسی لینے میرے خبردار کب پھرے صاحب کے لوگو ڈھونڈھتے دوچار کب پھرے
کیا سوئیاں جہاں سے ناپید ہوگئیں تم ڈھونڈتے مرے لئے بازار کب پھرے
مرنا ہے مجھ کو ان پہ نہ بہتاں لونگی میں مرزا جو مجھ سے کر گئے اقرار کب پھرے
لوگوں مرے وکیل سے ہمسائی گٹھ گئی جب لگھ گئی قبالے میں دیوار کب پھرے
نرگس کے میں تو جینے سے بے آس ہو گئی ایسے خدا کے گھر سے ہیں بیمار کب پھرے
کنگھی گئی وہ لینے جو چلتی ہے جوں کی چال سر کب گندھے گا دیکھئے مردار کب پھرے
بے داموں دے جو آئی ہیں بی جنس حسن کی بے آس او ہی اپنے خریدار کب پھرے
کر یاد باپ بھائی کے بچے کدھر گئے بیہوش کو تو روتی ہے ہشیار کب پھرے
باندھو نہ پیش بندی ہے تسبیح ہاتھ میں
اے جان کب ملے نہیں سو بار کب پھرے
سرکار میں ہے گھر میں وہ بے پیر نہیں ہے وسواس نہ کر شوق سے آبر نہیں ہے
دیوانی ہو چھوٹے کی پڑے جان پہ بجلی توڑا ہے مرا طوق ہے زنجیر نہیں ہے
شیریں اسے ہمشیر کھلا دیں نہ سلونا چاٹی مری بچی نے ابھی کھیر نہیں ہے
نقشہ ہے بوا گول مصور کی بہو کا ہاں آدمی کی شکل ہے تصویر نہیں ہے

یہ الیس رہی اپنے نشانے کو نہ چوکی — ہمسر کے کیا ناک میں کب تیر نہیں ہے
موتی بڑی گوہر کے ہیں در اوانہ نے بدلے — قسمت ہے یہ اس کی مری تقصیر نہیں ہے
پایا جو خصم نیک تو بد ساس ملی ہے — کیا بگڑوں بن آتی کوئی تدبیر نہیں ہے
کس طرح سے لوں سوت پہ بچھل پائی کی ہین جان — ٹھنائی نہیں - پاس کوئی بیر نہیں ہے

جو مرد ہیں وہ قدر مری کرتے ہیں اے جان
نامرد کے آگے مری توقیر نہیں ہے

میری جوتی سے - نو بہار گرے — اس کنوئیں میں نہ زنہیار گرے
ڈر گئی چھت سے وہ چھہار[۱] گرے — ایک دو کیسے تین چار گرے
میں نہ بولی نکالیں شاخیں لاکھ — میر گل پاؤں پر ہزار گرے
مجھ کھری سے یہ کیا ہے کھوٹا پن — تجھ پہ بجلی موئے سنار گرے
میلا اترک کا سارا لوٹ لیا — ٹڈی دل کی طرح گنوار گرے
اس میں گھوڑے کی کیا خطا مشکی — چھینکتے وہ ہوئے سوار گرے
تم ہو دانا ولایتی خانم — بولو کیا وجہ تین چار گرے
نگھری نہ ہے ہوا چلتی — ق — خود بخود ٹوٹ کر انار گرے
کھا گئے گلگلے[۲] یہ آسا کے — ٹوٹیں ٹانگیں جو چوبدار گرے
منہ کی خورشید کھائے اے مہتاب — اوندھے منہ ہو کے ایک بار گرے
جانصاحب اک اور ریختی کہہ — ہووے ثنایت ہزار بار گرے

---

۱ چھہار = پتھر یا ڈھیلے کا بڑا ٹکڑا ۲ عورتیں بعض منتوں کے پورے ہونے پر بی بی عائشہ کے گلگلے پکاتی ہیں اور سیدانیوں کو کھلاتی ہیں۔ مرد اور ناپاک عورتوں کو چھونے نہیں دیتیں۔

یہاں غبارہ۔ دوربار[1] گرے — گھر جلے سوت کا وہ پار گرے

بچے والی مرے نہ دنیا میں — پیڑ خالق نہ باردار گرے

غش ہو سن کر ستار جنگلو کا — پھینک کر بین بینکار گرے

تار باتوں کا ٹوٹے اے گائن — کہیں کھونٹی سے یہ ستار گرے

کیا ہی چھٹنے سے چاروں شانے چت — بچے دونوں یہ ایک بار گرے

کیوں نہ منہ دوسرے کا دیکھے وہ — آپ سے کھل کے جو اِزار گرے

او ہی مرزا چڑھا یا پیڑ پہ کیوں — نہ کہیں میسر ہی نوبہار گرے

جانصاحب کمر میں آئی چک
لے گئے ڈولی جو کل کہار گرے

محل میں آئے وہ میرے گئی گردش ستارے کی — بہت دن سے خفا تھے آج مجھ سے بات بارے کی

مثل ہے ہاتھ بیچا ہے نہیں کچھ ذات بیچی ہے — نہ سمجھے نرم کوئی میں بھی بیٹی ہوں کرارے کی

ڈرے گی مردوے جب پھیر میں[2] بوڑی کے آئے گی — ابھی صورت نہیں دیکھی ہے اے شیریں کرارے کی

نہانے جو گئے بیٹھے سے لاکھوں مر گئے ہندو — خبر جمنا سے پائی ہے یہ گنگا کے کنارے کی

نہ میں گونگی نہ میں بہری سنو میری کہو اپنی — اجی کیا بیچتے گپ چپ[3] ہو جو سمجھوں اشارے کی

نہ بھولوں گی کبھی یاد اس کی باجی ایک ڈھا رہی ہے — سنی ہے دائرے[4] میں چیز میں نے وہ کدارے[5] کی

عزیزوں سے سوا میں چاہتی ہوں اپنے یوسف کو — زلیخا باجی ہے مجکو قسم فرزند پیارے کی

ستارا جان میری آج کل ہے زور پر رتی — مجھے مہرن نے بھجوائی ہے انگیا چاند تارے کی

---

[1] دوربار: خدانخواستہ۔ خدا نہ کرے [2] بوڑی کے پھیر میں آنا یعنے کسی لالچ سے مصیبت میں گرفتار ہونا
[3] گپ چپ یعنے گپ چپ کے لڈو یا مٹھائی [4] دائرہ ڈفلی یا چنگ کو بھی کہتے ہیں [5] کدارا۔ دیپک راگ کی رنگنی

ہوائی منہ پہ ہے مہتاب کے اُڑتی اجی دیکھو — کبھی صورت نہیں چھپتی ہے جیتے اور ہارے کی
نہ بھیگی ہیں مری پلکیں نہ آنکھیں ڈبڈبائی ہیں — کنارے پر اجی نہروں کے باڑھیں ہیں نہارے کی

سناری کی محبت میں جو نکلیں تار آنسو کے
نہ کیوں دیدے پہ پھبتی جانصاحب کے ہو پارے کی

ڈولا گئی سرکار میں ہمشیر تمھاری — روٹی کی بخوبی ہوئی تدبیر تمھاری
چلتی نہیں جورو پہ جو تدبیر تمھاری — بیٹا میں اسے کیا کروں تقریر تمھاری
سن سن کے مرا حال وہ چھندرا[۱] کے یہ بولے — کچھ ہم تو سمجھتے نہیں تقریر تمھاری
ایسی بھی تو دیوانی نہ تھی اے پری خانم — بن پوچھے پہن لینی میں زنجیر تمھاری
گھر میں رہے رنڈی کے ہو باتیں شباؤ — جھوٹی ہے سراسر اجی تقریر تمھاری
عصمت تو بڑی نیک تھی کی اب ہو گئی بدکار — ہمسائی یہ صحبت کی ہے تاثیر تمھاری
کروائے گی اب خون مرے لال کا صاحب — ہے سرخرو چونڈا جو یہ ہمشیر تمھاری
مہتاب کا چاندی کا ہے توڑا گیا چوری — قطعہ بی مہرنسا سونے کی زنجیر تمھاری
شادی کا ہے گھر کس کو کہوں بن نہیں آتی — اس میں نہ خطا میری نہ تقصیر تمھاری

اے جان بسر ہووے گی کس طرح سے اوقات
میرا کہیں منصب ہے نہ جاگیر تمھاری

دکھاتا رنگ زمانے کا وہی کیا کیا ہے — مرا کلام بھی جمشید کا پیالا ہے
چڑھاوے آوے میں جب ہیں کمہار نے برتن — یہ دیکھا اس نے کہ سو میں ایک کچا ہے
نہیں سہج کوئی بات آج باجی آجائے — نویں مہینے تو مشکل سے بچہ ہوتا ہے

---

۱ چھندرانا یعنے انجان بننا۔

کمال منہ کا نوالا نہیں ہے بی نعمت　　خمیر حسینی کا بارہ برس میں اٹھتا ہے
نہ آبخورے سے ڈلواؤ سر پہ پانی تم　　ق　　اسی سے اے بوا ہو جاتا بال خورا[۱] ہے
یہ ٹوٹکا ہے محل خانے والیوں کا سند　　ہزار بار سنا لاکھ بار دیکھا ہے

تمام عمر نہ آئے گی یہ زبان اسے
کہے وہ ریختی لے جان اس کا منہ کیا ہے

نوج تم پر کسی کا جی نکلے　　سچ ہے تم بے وفا جی نکلے
موتی خانم کی آبرو کے نثار　　چار یار اس کے جوہری نکلے
میر گل کو بلا لے اے چنپا　　کچھ تو اس دل کی ہے کلی نکلے
مفت رکھا نہ ایک کوڑی دی　　میں تو مرشد تھی وہ ولی نکلے
باجی سمجھو نصیب ٹیڑھا ہے　　سیدھی باتوں میں گر کجی نکلے

جانصاحب غزل کا لطف یہ ہے
بات میں بات اک نئی نکلے

جو میرے ڈالنے کی گھر میں جستجو کرتے　　تو باجی اماں سے وہ آ کے گفتگو کرتے
موئے زنانے مری قدر وہ کیا جانیں　　مرے تو آنے کی ہیں مرد آرزو کرتے
ہماری ان کی ہے اولاد ایک جان جگر　　عزیز ان سے بھلا اپنا ہم لہو کرتے
زناخی جان بڑے بھائی کا گلہ ہے عبث　　وہ بات چھیڑتے شادی کی گفتگو کرتے

محبت ہوتی اگر ہم سے جانصاحب کو
نہ اس طرح ہمیں رسوا وہ چارسو کرتے

---

[۱] بال خورا ایک مرض ہے جس سے سر کے بال گر جاتے ہیں۔

چھوٹی خانم کے جو گھر بن کے غزل خواں پہنچے
میں تو ٹھنکاری تھی وہ گھورتے پریاں پہنچے

بے کلی دل کو ہوئی نوچ میں پہنوں گجرے
پھولوں کے بوجھ سے دکھنے لگے جُغنیاں پہنچے

میٹھی باتوں پہ نہ جا بس کی ہے وہ گانٹھ مُوا
کیا کہوں اس سے جو صدمے مجھے گوئیاں پہنچے

کچھ بھی سر سبز ہے تم سے نہ الف خاں لوں گی
مجھ کو ہاتھوں سے کریما کے گلستاں پہنچے

حسن وہ نام خدا تجھ میں ہے چھوٹی خانم
حور پہنچے نہ ترے مکھڑے کو نہ غلماں پہنچے

یہ نہ لکھا نہ پڑھا لاکھ وہ قابل تھے اجی
جان صاحب کی نہ باتوں کو الف خاں پہنچے

کر رہا ہے اپنے بیگانوں میں رسوا دل مجھے
اس نگوڑے نے نہ رکھا اب کسی قابل مجھے

اُلٹی سیدھی باتیں ہٹ دھرمی سے جو چاہو کرو
آپ قائل ہو کرو گے کیا بھلا قائل مجھے

رنڈیاں لا لا کے دلتے تھے مری چھاتی پہ مونگ[۱]
دق کیا ایسا کہ آخر ہو گئی ہے سل مجھے

پاس اگر ان کے نہ جاؤں میں تو اوگو کیا کروں
چین ہی لینے نہیں دیتا نگوڑا دل مجھے

گر نہیں آتے مری باندی کی جوتی سے نہ آئیں
ہر گھڑی کی دانتا کل کل سے ہے کیا حاصل مجھے

لیتے ہی انگڑائی ایسی چک کمر میں آ گئی
لیٹ کر اٹھنا ہوا ہے اوہی اک مشکل مجھے

آپ کے غصے کے ڈر سے جا کے چھپ جاتی ابھی
کیا کروں صاحب نہیں ملتا جو ہے کابل مجھے

میری بیری کھائیں تتّیسے کی صاحب جھنڈیاں
لڈو بنواؤں گی لا دو تل پورے سے تل مجھے

روز پھر آتی ہے لونڈی مری جا کر خالی
بھاڑ میں[۲] جائے کرایہ وہ کریں گھر خالی

---

۱ چھاتی پر مونگ دلنا = آشنا یا دوسری عورت کی طرفداری میں مرد کا ایسا فعل کرنا جو اُس کی زوجہ کو ناگوار ہو۔ ۲ بھاڑ میں جائے ایک کوسنا ہے یعنے جہنم میں جائے۔

لال مُنہ ہو گیا غصّے سے نہ کھانا کھایا — سُنا مرزا نے جو پکّے ہیں چقندر خالی
ہے ہی ایک دو شالہ مرے سر پر مرزا — دے نہ آنا جو نہ ہو بھڑوا رفوگر خالی
کام بیگم نے کیا گونڈے میں مردوں کا اجی — گڑھیال نوروز میں کروائیں بہتر خالی
مجھ کو دھڑکا ہے دوا ان کی خدا خیر کرے — خط گلے میں نہیں آتا ہے کبوتر خالی

یہ بھی ہر روز نئی رنڈی لگا لاتا ہے
جانصاحب کا نہیں رہتا ہے چھپر خالی

کب کب آتے تھے جو مرزا میرے گھر آنے لگے — فیلسوفی سے زناخی کی گھر آنے لگے
جم جم آئیں منچلے آغا منع میں کرتی نہیں — خیر یہ ہے ساتھ ان کے بد نظر آنے لگے
ناک چوٹی میری کٹواؤ گے اپنا ہاتھ منہ — گھر میں وہ بیٹھے ہیں تم ایسے نڈر آنے لگے
ان خواصوں کے دوا دھگڑوں نے پھر جو بنا ستم — پھر اسی صورت سے ڈھیلے رات بھر آنے لگے
لڑکی ان باتوں سے تو مردوں کا سر کٹوائے گی — جو نہ آتے تھے وہ اب تجھ کو ہنر آنے لگے
مارے دُبلاپے کے اس حالت کو پہنچی بیگما — دونوں ہاتھوں سے کڑے ہر دم اُتر آنے لگے
دن دہاڑے کس لئے تم میرے گھر آتے نہیں — کس کا ڈر ہے چھپ کے جو پچھلے پہر آنے لگے

لالہ موجی لال کی خاطر سے گوئیاں آتے ہیں
بن بلائے جانصاحب کیوں ادھر آنے لگے

باہمن یہ مجھ سے کہتے ہیں پوتھی بچار کے — پھندے میں تم پھنسو گی ابھی تین چار کے
ویسا نہ پایا پاس رہی میں ہزار کے — اُس کے گلے کا ہار ہوئی جب تو ہار کے
اللہ رے گھمنڈ مری نو بہار کے — پھولوں نہیں سماتی بھڑوے پہ پیار کے
ننگی کھلی نہ بیٹھی ہوں ہمسائے والیاں — کوٹھے پہ تم چڑھا کرو صاحب پکار کے

چاندی کا تار تم کو نہ لانا ہوا نصیب / سونے کا میرا لے گئے زیور اُتار کے
پکھراج کیوں نہ پہنے گی ہے آج اس کا راج / دو جوہری ہیں یار جواہر نگار کے
میکے کے میرے نام کو باندی نہ کر ذلیل / یہ چل مٹاؤں گی میں تیری مار مار کے
قبضے میں جن کے ہوں ترے ٹکڑے اُڑائیں گے / جیتا بچے گا تو مجھے تلوار مار کے
ہاتھوں سے ان کے لاکھ کا گھر خاک ہو گیا / کنگلی بنا دیا ہے مجھے ہار ہار کے
دیکھو مرے بدن کو لگاؤ گے تم جو ہاتھ / سر پر چڑھوں گی پاؤں سے جوتی اُتار کے
دیکھی جو اپنی چوٹی کی پرچھائیں رات کو / رسی سمجھ کے بھاگی میں اک چیخ مار کے
نرگس کی آنکھیں ہو گئیں چُندھی لگائے روز / اک پھول کی کٹوری میں کاجل ہی پار کے
درگور تم کو اپنا ہی مطلب ہے سوجھتا / اے جان میں تو مرتی ہوں مارے بخار کے

انگوٹھی تو یوں مفت پائی نہ ہو گی / سناروں کو جب تک دکھائی نہ ہو گی
بھلی عورتوں سے بُرائی نہ ہو گی / بُرے مردوں سے بھلائی نہ ہو گی
منگا دو مجھے ڈولی میکے کو جاؤں / تمہارے لئے کچھ بُرائی نہ ہو گی
قیامت کا دن یاد رکھو نہ بھولو / وہاں کیا خدا کی خدائی نہ ہو گی
نہ ہرگز کروں بات رمضان خاں سے ق / جیوں مر کے تو بھی صفائی نہ ہو گی
ہے پہلے پہل رکھا بچی نے روزہ / اگر اس کی روزہ کشائی نہ ہو گی
لگایا کرے آگ پانی میں سوکن / کبھی میری اُن کی جُدائی نہ ہو گی
بُری تو بتاتی ہے مسی کو سوسن / فرشتوں نے تیرے لگائی نہ ہو گی
نہ بھیجو اسے باجی بی بی کا دانہ / وہ ہے میٹھے بھر سے نہائی نہ ہو گی
میں کیا جانصاحب کے گھر سونے جاؤں / سوا خاک کے چارپائی نہ ہو گی

کام جمنا سے نہ رکھتی ہوں نہ کچھ سوسن سے — میر گلزار مگر سمجھوں گی ہاں گلشن سے
دونوں مستی کی رتیں ہیں یہ دوگانا جنیاں — مردوے ہولی سے خوش ہوتے ہیں ہم ساون سے
میری گوئیاں کی جو چوٹی میں ہے مو بافِ سیاہ — باجی ڈسوائے گی دل کس کا یہ اس ناگن سے
ہونٹھ مل مل کے ابھی نیلے کروں گی مرزا — یہ جو منہ بند اپنی کرے کٹے ذرا سوسن سے
میں کلپتی ہوں تری جان کو اب آٹھ پہر — تو چھوا چھو کیا کرتا ہے پڑا دھوبن سے
بیگما کھاتی ہیں پھر روٹی پہ روٹی رکھ کر
جانصاحب یہ سنا میں نے ہے مجبوبن سے

کپڑوں کے نام

قاضی جی کس کتاب میں لکھا یہ حال ہے — بقچی حرام کہتے ہو بقچا حلال ہے
رادھا کو اپنی یاد کرے کیا وہ مال ہے — کون اس سے رادھا نگری کا کرتا سوال ہے
نینوں کا تھان بیچ چکے لالہ نین سکھ — ڈھاکا دیا ہے بوٹی کلیران کا جال ہے
جاموسی بنتی ہیں یہ صحنچی میں باندیاں — ان سے تو چھپ کے باتیں بھی کرنا محال ہے
مرزائی جان پہنے لگے گزی کیوں گزی — گاڑھا ہے یار کپڑے کا جو کوئی وال ہے
گل کھاتے ہو یہاں ۔ ہے بنارس میں گلبدن — ابلہ پری کا اپنی یہ تم کو خیال ہے
مل مل کے ہاتھ رہ گئی تن زیب کے لئے — دیں بھاری جوڑا سوت کو اس کا ملال ہے
بھیجا ہے اس کو یار نے کمخواب محرمات — فتنہ کے ساتھ سونا خصم کو محال ہے
سیدھا کروں گی آج روپے کو خوب سا — آڑا منگانے پہ ہوا ترچھا کمال ہے

---

[1] یہ جو منہ بند کرنا = چپ رہنا [2] روٹی پر روٹی رکھ کے کھانا یعنے اطمینان سے زندگی بسر کرنا [3] اپنی رادھا کو یاد کرے یعنی اپنے گھر خوش رہے رہا ئے ۔ ہوا کہا ہے [4] رادھا نگری ایک قسم کا ریشمی کپڑا جو رادھا نگر میں بنا جاتا ہے

پگھلی قلندری پہ نگوڑی فقیرنی — کیا موئی جھیٹ کا اجی دنیا میں کال ہے
پھولام کی کٹوریاں جوبن کی ہے بہار — چڑیا پھنسی ہے آگے وہ کرتی کا جال ہے
رنتی دراز عمر کی کوتاہ ہو چکی — در گور لمد راز کا کس کو خیال ہے
لوں گی نہ لنکلاٹ کبھی اور نہ کام لیٹ — بڑھیا ہوئی ہوں دل مرا گودڑ کا لال ہے
ٹانڈے میں جھولا مار گیا شربتی کو بی — کمبخت کو یہ کیسا لگا میٹھا سال ہے
جوڑے میں پائجامہ جو ہے چارخانے کا — گھر چار وہ کرے گی یہی کھلتا حال ہے
یہ تانا بانا جس کو خوش آئے کرے نکاح — بہتر ہے یہ حرام وہ بدتر حلال ہے

لُقچی کا اک نمونہ ہے یہ ریختی مری
اے جان جس کو قدر ہے اس کا یہ مال ہے

کوئی بھی پوچھتا نہیں پچھمی یہ حال ہے — دولت ہمارے حُسن کی مُردے کا مال ہے
لہلوٹ کھل اُدپاڑ[1] کے پالے پڑی ہوں میں — دم کیوں نہ اُلجھے بال کی اب کھنچتی کھال ہے
حلوائی کی دُکان کی پھبتی نہ کیوں کہوں — دن رات آسمان مٹھائی کا تھال ہے
ہے چاند تو اندرسا ستارے ہیں گولیاں — شاخیں کرن ہیں اور یہ سورج سہال[2] ہے
مصری نہ بات ایسے عزیزوں سے کرتی میں — یوسف منا کے لے گیا اِس کا خیال ہے
کیا ہو گا گُل ہزار پھلاے موا بہار — میں پات پات ہوں وہ اگر ڈال ڈال ہے
چنپا گلے کا ہار جو ہے باغبان کے — کیا دھوتی بندنے کیا تجھ کو نہال ہے
بانا لیا فقیری کا چیتے کی اوڑھی کھال — بن بن پھروں گی اس کی کمر کا خیال ہے
آٹھ آنے پیسے باندھ فرنگی محل چلے — اب کے تماش بنیوں کا جنیاں یہ چال ہے

---

[1] کھل ادپاڑ = کھال اُدھیڑنے والا - لالچی [2] سہال = ایک قسم کی خستہ روغنی روٹی۔

نرگس یہ ڈیڑھ دیدے نہ رو بیٹھنا کہیں
آنکھیں بگاڑ دیتا نگوڑا کمال ہے
سولہ کے پاس اشرفی خانم وہاں رہی
اے جان کھوٹے شہر کی یہ کھوٹی چال ہے

کھیلے مسجد میں جو اسب کے ہیں لگوار بندھے
اک دوگانا کے انوکھے نہیں دو یار بندھے
سینہ بے چین ہو پر چھاتیوں کو چین ملے
محرم انگیا کی مری کھینچ کے دیوار بندھے
ساتھ نرگس کا بنفشہ نے دیا تنگی میں
ایک کیا ڈو ڈو گلے سے مرے بیمار بندھے
اس ننانویں[1] کی سدا نام سے پرہیز کرو
تو ج پلّے سے. تو عشق کا آزار بندھے
قاضی اُتنے ہی پہ پڑھتا مری فضہ کا نکاح
مہر میں اشرفی خانم کے جو دینار بندھے
مینڈھے لڑواتی ہو تم پال کے بھابی بکری
کھول لے جاؤ نہ گھر میں مرے زنہار بندھے
جو موئے تکتے کسی کی ہیں بہو بیٹی کو
چور کا حال ہوا جب ہوئے اظہار بندھے
چین جب آئے گا دل کو مرے بھیا یوسف
ایک رسّی میں یہ سب چوٹا بازار بندھے
ٹکٹکی باندھ کے دیکھے جو تجھے اے نرگس
دونوں دیدے ہوں ٹمٹکی سے وہ یار بندھے
سر زبردستی کنواری کا جو ڈھانکے بنّو
کوڑے اور جوتے پڑیں چھٹے گنہگار بندھے
اپنے اللہ سے ہر دم ہے یہ بندی کی دعا
روزی مردوں کی کھلے پھر کہیں تلوار بندھے
جانصاحب جسے خوش ہوتے ہیں سن کے شاعر
ریختی میں وہ تری قافیے دو چار بندھے

تم سے نسیم کیا کہوں وہ لوگ کیا ہوئے
اپنے گئے بہار کے دن سب ہوا ہوئے
آنکھیں ملائیں اوروں سے ہم سے جدا ہوئے
جنگلی ہرن سے تم اجی وحشی سوا ہوئے
پھولی پھلی نہ ہائے صنوبر سی جورو بانجھ
وہ کیا نہال دے کے مجھے بددعا ہوئے

[1] ننانواں عورتوں کی اصطلاح میں وہ ہے جس کا نام لینا اچھا نہ ہو یا جس سے نفرت کرنا چاہتی ہیں۔

کڑوے کسیلے دن ہیں لگی زہران کو بات — مصری کو کوسا شیریں نے وہ بدمزا ہوئے
ٹیڑھے ہو اپنی جورو سے سیدھی سناؤں گی — خوش رہیئے آپ مجھ سے جو ناحق خفا ہوئے
اے خضر و جن کی چاہ میں کُنبے کا ڈوبا نام — دشمن ہیں جان کے وہی اب آشنا ہوئے
لڑکے یہ بگڑے۔ تیلی کا چکنا گھڑا بنے — دیدے کا پانی ڈھل گیا وہ بے حیا ہوئے

اے جان ہرزمیں ہیں وہ ریختی کہی
سُن سُن کے ہوش بیریوں کے باختہ ہوئے

نام پھر حاتم کا جاگا سوم خلقت ہو گئی — اُڑ گیا دنیا سے پیسا گُم سخاوت ہو گئی
جس بھرے گھر میں گئی پھر آئی خالی ہاتھ میں — جا بجا جانے سے دل کو باجی نفرت ہو گئی
چار پیسے تک نہ ڈولی کے کرایہ کے دیئے — کوڑیا خانم مری کوڑی کی عزت ہو گئی
کی نہ تھی وہ بات جب تک بلبلاتا تھا بہت — تھوک تیری مردوے دو دن کی چاہت ہو گئی

کچھ نہیں اب ہونے والا جانصاحب جان لے
اس زمانے میں بھی ہمت خان کی ہمت ہو گئی

مرزا کے جب سے نکلی۔ نہیں آتشک گئی — بدبات پھوٹی چار میں یہ ہانڈی پک گئی
ایسی سیاہی چھائی یہ آنکھوں میں یار بن — لو کھیر میں ہے ڈالنے شیرہ میں نمک گئی
بیری کو بھی مرض نہ جدائی کا ہو نصیب — غش آیا گر حکیم جی دروازہ تک گئی
سب لیٹی پونجی[1] کھا گیا تیرا دبنگ یار — مجھ سے نہ اُڑ زناخی تو اس سے جھپک گئی

بیچا جو مُنہ یہ باندھ کے اے جان آیا تو
بچی مری ڈھل گئی اور میں جھجک گئی

---

[1] لیٹی پونجی یعنے مال متاع۔

ثریا جاہ کا دل ہیں نہایت قدر دانی ہے — مری کیا اصل اے مہتاب ان کی مہربانی ہے

عجب سرسبز جوبن ہے کرے گی خون دھگڑے کا — ستم محرم کی کرتی سرخ ہوگیا آج دھانی ہے

ترے دل میں بسی مصری - جاد یوسف بیگ بھیا کی — یہ کیوں آنکھیں چرائے مجھ سے مرتا تجھ میں پانی[1] ہے

نہ کر عنبر سے منہ کالا ارے صندل سے صندل گھس — یونہیں منظور اے مشکی اگر ذلت اٹھانی ہے

ہرن کی کل سرا میں کس سے آنکھیں تم لڑاتے تھے — یہ چلن اچھا نہیں یہ عین وحشت کی نشانی ہے

بڑی خانم ستارہ جان مغلانی کی ہے باری — حضور ان کو نہ دیں شمسی[2] یہ کیا نامہربانی ہے

زلیخا کی طرح عاشق ہوئی کیا تجھ پہ اے یوسف — کہی جاتی مری رسوائی کی گھر گھر کہانی ہے

نہ تم اتنی سی ہٹ پر جاؤ اس لڑکی کی اے مرزا — یہ آفت کی ہے پرکالا یہ شر کرنے کی بانی ہے

گواہی دل مرا دیتا ہے تو رنڈی نہ چھوڑے گا
ترے ہاتھوں مری جاں ایک دن اے جان جانی ہے

زبردستی لڑی مجھ سے پری خانم کو سودا ہے — کوئی سمجھائے تو اس بدبلا کو ہو گیا کیا ہے

سڑک سے کل گئی ڈولی مری شیروں کے آگے سے — ڈری ان سے نہ میں صاحب بندی کا کلیجا ہے

محبت میں تمھاری مجھ کو دوڑاتا ہے گلیوں میں — نگوڑا دل نہیں رکتا بڑا منہ زور گھوڑا ہے

کرو کنگھی نہ چھوٹے پن سے اے سنبل نسا بیگم — تم اپنے بال سلجھاتی ہو میرا دل الجھتا ہے

بہار افروز مارا میر گل کی مجھکو چاہت نے — بدن میرا اسی غم سے ہوا گھل گھل کے کانٹا ہے

ہوئے مٹھوس[3] پہ کڑے مجھ سے کل بیگم کی بہنیا میں — نہ بات ان سے کروں گی بغض دل میں سمایا ہے

میں جا بیٹھوں گی میکے میں کروں کیوں روز مر کے فاقے — ابھی نام خدا دینے کو روٹی سارا کنبا ہے

---

[1] پانی مرنا یعنے ذات میں کھوٹ ہونا [2] شمسی - چھ مہینے کی تنخواہ یا چھ مہینے کے بعد رخصت۔
[3] ایک قسم کا میٹھا میوہ۔

نہا دھو کے بڑی روٹی میں اس ضد سے اُٹھاؤں گی
خدا کا قہر ہے طوفان لو بندی پہ باندھا ہے

نہیں انگیا چرائی تو چرائی اپنی محرم کی
پھٹک بول اُٹھی تیرا کیا اس کی اپنا اجارا ہے

جیا اب دو جیا ہو آسرا ہو جائے روٹی کا
خدا سے لو لگی ہے دل کو اپنے دھیان رہتا ہے

اکیلی جان تھی جب تک ہر اک صورت گزرتی تھی
مری جاتی ہوں جیتے جی کہ آیا خرچ دونا ہے

جہاں پڑھتی ہوں مردوں کی سو ٹھٹی سی ہے لگ جاتی
یہ مجھ بڑھیا کا کاتا ہے جوانوں کا تماشا ہے

ہنوں دیوانی کپڑے پھاڑ کر جنگل میں جا بیٹھوں
بہن کہلاؤں مجنوں کی یہی اب دل میں ارادا ہے

مزا ہے ریختی میں مردوں کے شعر کہنے کا
موا اپنے موافق جانصاحب خوب کہتا ہے

در زبان دیہات پورب

ٹسوے بہایئے نہ مرے آ کے سامنے
یہ نخرے تلّے کیجیے جورو کے سامنے

گھر سے نکالو پاؤں تو سر کاٹ ڈالیں گے
لوگو بہانا کیا کروں مرزا کے سامنے

کس طرح جاؤں دیکھنے لہرا رہا ہے جی
چھڑیاں سڑک پہ میں کھڑی دریا کے سامنے

رنڈی بنارسی ہے تمھاری جو گلبدن
کیا خوب گائی رات کو مرزا کے سامنے

فرعون نے خدائی کا دعوی کیا اجی
غارت نگوڑا ہو گیا موسیٰ کے سامنے

مرزا کا قول سچ ہے کہ ویران ہو گا گھر
جنگلا وہ روز گاتی ہے ابا کے سامنے

مجھ کو تو ڈالا گھر میں۔ فرنگن کے ہو مرید
مسجد بنائی آپ نے گرجا کے سامنے

تم کو اتنی بھی نہیں میری اگر پرواہ ہے
پہ چھوڑ دو روٹی نہ دو بندی کا بھی اللہ ہے

چاہتی جس کو میں ہوں اس کا نہیں کچھ بھی قصور
دل ہی اپنا کھو جڑے پیٹیا بڑا بدراہ ہے

مجھ کو چلا کھولنا ہے چھوڑ دے اپنی مراد
رات آئی ہے بڑی جانا مجھے درگاہ ہے

لپٹی جاتی تھی یہ شہدی منع تو ان کو کرے
کون داروغہ مرے سکھپال[1] کے ہمراہ ہے

جانصاحب آئی ہو شادی ہے بیگم جان کی
آج ساچق کل ہے منہدی پرسوں اس کا بیاہ ہے

مرتے ہیں سب کے مرد یہ تاثیر ہو گئی
شیریں کو میٹھا زہر تو تقدیر ہو گئی

مہرن نسل ہے صبح کو باجی یہ کہہ گئی
کافور طاق پر سے طباشیر ہو گئی

بچی کا گلبدن کی گیا کل چونٹ پھول
نرگس نے اس کو چھنگلی دی اکسیر ہو گئی

تم ناک چوٹی کاٹنا پھر ہو جو یہ قصور
بخشو مری خطا اجی تقصیر ہو گئی

دیوانے یہ ہوئے پری خانم پہ مرد وے
سونے کے مول لوہے کی زنجیر ہو گئی

تم جان ہو امیر میں بیٹی فقیر کی
سچ ہے خصم کیا تمہیں توقیر ہو گئی

کس کس سے کہوں لوگو کہ چور آیا کدھر سے
کونجل مرے گھر میں ہوئی ہمسائی کے گھر سے

خورشید کو لے آئے وہ کل پہلے گجر سے
گھبرا نہ اری شام برن صبح کنور سے

ڈر لگتا ہے بندی کو ترے ٹوٹکے ٹونڈر سے
صدقے گئی خالق کہیں اب بینہ نہ برسے

ڈالا مجھے بیمار بتم اس کے ہوں دیدے
کھانا نہ بچا بندی کو نرگس کی نظر سے

پائل[2] ہے وہ گانا ذرا ٹھوکر تو لگا جا
چک آئی ہے اٹھا نہیں جاتا ہے کمر سے

وہ آتے ہیں کیا آتا ہے بھونچال محل میں
مرجاتی ہوں جیتے جی بلا کو ہی کے ڈر سے

غرّا او نہ اے شیر خاں لو ہوش کے ناخون[3]
تم آئے ہو بلی تو نہیں نانگھ کے گھر سے

۱؎ ایک قسم کی پالکی ۲؎ وہ بچہ پیدائش کے وقت جس کے پاؤں پہلے نکلیں ۳؎ صحیح ناخن ہے مگر بیگمات کی زبانوں پر واو کے ساتھ ہے

کوٹھے پہ چڑھی رات کو مہتاب اکیلی ‌ ‌ سایہ بھی موا بھاگ گیا ایسی نڈر سے

کیا ریختی کہہ کہہ کے کیا نام ہے پیدا
اے جان ترا عیب بھی بہتر ہے ہنر سے

جب آکے گھر میں وہ خانہ خراب رہتا ہے ‌ ‌ کہوں میں کس سے جو مجھ پر عذاب رہتا ہے
کباب ہوتا ہے دل جل کے ایسی باتوں سے ‌ ‌ وہ میرے پاس جو پی کر شراب رہتا ہے
اجی میں کیا کروں وہ بات آج تک نہ ہوئی ‌ ‌ دولھن سے دولھا کو ایسا حجاب رہتا ہے
جو تم ہو پانچ میں چھتیسی ہوں وہ میرے پاس ‌ ‌ تمھاری بات کا دوہرا جواب رہتا ہے
نگوڑی بھنڈیاں ایسی خراب ہوتی ہیں ‌ ‌ کسی جتن سے پکاؤ لعاب رہتا ہے

ہے شوق گانے بجانے کا جانصاحب کو
جو گھر میں اس کے یہ چنگ و رباب رہتا ہے

بی ستارہ جان نے پھبتی کہی نایاب ہے ‌ ‌ چاند تو بگلا ہے اور سورج بوا سرخاب ہے
انکھ مندی[1] اُٹھ جاؤں باجی تو گنا ہوں سے بچوں ‌ ‌ کھول کر آنکھیں جو دیکھا او ہی دنیا خواب ہے
کس لئے ڈرتی ہو آنو جی سے لو تعبیر تم ‌ ‌ ہو گا اچھا کیا ہوا دیکھا جو بھونڈا خواب ہے
رات دن سے ہے سوا خورشید وہ ہے روشنی ‌ ‌ چھوڑی مہتابی پہ کیا مہتاب نے مہتاب ہے
آنکھ پھوڑوں گی میں نرگس کی ترے داغوں گی منھ ‌ ‌ اُس نے اک بادام کھایا تو نے اک عناب ہے

لاکھ کا گھر خاک تو اے جانصاحب کر چکے
بیچنے کو کونسا باقی رہا اسباب ہے

مر نہ جاتا میلے سر سے تھی رہی بیمار سے ‌ ‌ دوستی میں دشمنی رنڈی نے کی یہ یار سے

---

[1] انکھ مندی یعنے کنواری - ناسمجھ -

شامیانے میں سنہری ٹانکی مہرن نے کرن
چاندنی مہتاب نے سی باولے کے تار سے

روندتی پھرتی ہے باندی پانوں کے نیچے اناج
تو نہیں ڈرتی نگوڑی پیٹ کی بھی مار سے

سیر دریا کی کروں گی آج چل کر رات کو
میر محفلی کو بلا لا جا کے خضرو پار سے

اپنے بچے چھین لو بندی کو دو صاحب طلاق
کام کچھ مجھ کو نہیں اب آپ کے گھر بار سے

مجھ سے ہرگز آنچ ہیڑو کی سہی جاتی نہیں
سوت کے گھر وہ رہیں کیا کام مجھ مُردار سے

ہے ابھی بیہوش بچی خیر ہوئے جان کی
ڈر لگا رہتا ہے بی بالا پڑا ہشیار سے

وہ اگر ہیں بانجھ تو میں بھی ہوں چھتیسی بوا
کیا ملا سنجوگ ہے مکّار کا مکّار سے

ایسی ہی اک ریختی کہہ جانصاحب اور بھی
حکم آیا ہے مرے نواب کی سرکار سے

جس کے تھی قبضے میں پھل پایا یہ اس خونخوار سے
رکھ کے تہمت کاٹ لی چوٹی مری تلوار سے

اے کریما اس تکبّر سے موے شیطان کو
طوق لعنت کا ملا اللہ کے دربار سے

آبرو لیں میری گوہر کی طرح کیا ہے مجال
اے جواہر باز آئی موتیوں کے ہار سے

باو کے گھوڑے پہ پھرتی ہے نہیں ملتا مزاج
پھنس گئی ہمسائی اے دولت قدم اسوار سے

خاک کے پیوند ہوں گے اے دوگانا جان ہم
زندگی کس کی ہوئی اس عشق کے آزار سے

قطعہ

ایسی مشاطہ کا کورے استرے سے مونڈے سر
نوج بیٹی کی کہوں نسبت کو اس مردار سے

جن کے گھر سے بات لائی جانتی ہوں خوب میں
میں نہ کچھ کا بل سے آئی ہوں وہ قندھار سے

ہنستے بچے کو رلا دیتے ہیں کیا خو ہے بُری
اے کھلائی لے لے باز آئی میں ان کے پیار سے

میں تو مر کے بچی جھونٹوں نہ لی آ کے خبر
کنوار جھیل میں سر اُتارا تھا اسی اقرار سے

کُشتیاں نوشاہ سے لڑ لڑ کے کیوں تھکتی ہے تو
تخت کی ہے رات بنّو فائدہ - انکار سے

غیب سے کٹ جائے گردن تیری میں کوسوں اگر
اُلٹی سیفی تیز ہے میری تری تلوار سے

اور کیا پھبتی کہوں بن آئے ہو لنگور سے
داڑھی منڈواؤ ہیں باز آئی خدا کے نور سے

ان کے غم میں روتے روتے ایسا ڈھلکا لگ گیا
باجی اماں کم نہیں آنکھیں مری ناسور سے

بیٹی اور داماد کے کس نے اُٹھائے ایسے ناز
بات باہر کر رہی ہو اپنے تم مقدور سے

کیا برابر کا ہے یہ باجی مرا دیکھے گا کیا
ہوں خفا ٹھینگے سے مرزا کیوں چھپیں مزدور سے

باتیں دو فصلی کرو ان سے اجی جن کے لئے
خربزے کھیلی سے آئے آم خالص پور سے

گھر سے گیا نکلا قدم نخاس کی گھوڑی بنی
آتے ہیں دولت قدم کیا کیا چڑھیتے[۱] دور سے

ترش رو ہوں گے کہوں جو رنڈی بازی چھوڑ دو
تھے وہ چمرخ[۲] ہو گئے اب سوکھ کر امچور[۳] سے

جانصاحب سچ ہے کہتا کون کہتا ہے اجی
لکھنؤ میں اب غزل گانے کی بہنر طور[۴] سے

گھر میں مہتاب کے خورشید کہاں رہتا ہے
دن کو جائے وہیں راتوں کو جہاں رہنا ہے

ایسی بے چین ہوں جامے سے ہوں اپنے باہر
کیا کہوں درد کمر میں جو میاں رہتا ہے

ٹل گئی نات نلے پیڑو پھٹا پڑتا ہے
اک کمر ہی میں نہیں درد میاں رہتا ہے

ہے مثل آپ ہی گرتا ہے وہ اس میں خسرو
کھودتا اور کی خاطر جو کنواں رہتا ہے

دل جلی - مانگ جلی[۵] - کوکھ جلی[۶] ہوں بنّو
کیا ہوا منہ سے نکلتا جو دھواں رہتا ہے

---

[۱] چڑھنے والا [۲] چمرخ = چمڑے کا ٹکڑا جو چرخے میں لگایا جاتا ہے - یہاں مُراد دُبلے پتلے سے ہے [۳] امچور = کچے آم کی سوکھی پھانکیں - یہاں مراد دُبلا پتلا [۴] ایک شاعر کا تخلص [۵] مانگ جلی یعنے بیوہ [۶] کوکھ جلی یعنی وہ عورت جسے اولاد کے مرنے کا غم ہوا ہو

جانصاحب یہ فقط دیکھنے کا ہے کپڑا
خاک چلتا ہے یہ کیا آب رواں ریشماب

یوسف مرا گھر مصر کا بازار ہوا ہے
ہر ایک زلیخا کا خریدار ہوا ہے

پتھر کا کلیجہ کیا پرسوت کے غم میں
دق ایسی ہوئی سل کا اب آزار ہوا ہے

سسرال کو اب جائے خصم مارے گا بنو
کی مُہر۔ بڑی روٹی پہ اقرار ہوا ہے

کیا جانے کوئی حال خصم جورو کے دل کا
کس بات پہ اس کے مرے انکار ہوا ہے

لے جان میں خسرو کی طرح روتی ہوں دن رات
دل تجھ سے لگانا یہ سزاوار ہوا ہے

تمھارا دل اگر مجھ پر نہیں ہے
مجھے بھی جان کچھ دو بھر نہیں ہے

خوشی ان کی بگڑتے ہیں تو بگڑیں
مجھے منظور ان سے شر نہیں ہے

کروں گی جو کہ جی چاہے گا میرا
کسی کا زور کچھ مجھ پر نہیں ہے

پھروں گھر میں سبھوں کے دوڑی دوڑی
پھرا بندی کا صاحب سر نہیں ہے

جلے پاؤں کی میں بلی نہیں ہوں
مرے پاؤں میں گھن چکر نہیں ہے

نہا دھو کے بڑی روٹی اٹھاؤں
مرا کہنا اگر باور نہیں ہے

یہاں پھر کس لئے آئے ہو چھپ کر
اگر جورو کا تم کو ڈر نہیں ہے

وہ موذی توبہ کالے خاں نگوڑے
ترے کاٹے کا کچھ منتر نہیں ہے

انھیں کس طرح پاس اپنے بلاؤں
بھرے ہیں لوگ خالی گھر نہیں ہے

کٹے گی مفت میری ناک چوٹی
مجھے کیا وارثوں کا ڈر نہیں ہے

جدائی میں تمھاری جانصاحب
مجھے آرام اک دم بھر نہیں ہے

کھوؤں کیوں حرمت میں اپنی دو پہر کے واسطے … روٹی کپڑا مجھ کو لکھ دیں عمر بھر کے واسطے

پیر بھاری[۱] ان کی بیٹی کا ہوا جب سے بوا … ایک دن بھیجی نہ ماما بھی خبر کے واسطے

بھول پہلا پھل یہ میٹھا ہے نہ گر جائے کہیں … بیٹا گنڈا لاؤ جورو کی کمر کے واسطے

ہر گھڑی جھگڑا بکھیڑا ہو گا اور قصہ فساد … گھر میں خسرین کو وہ لے آئے ہیں شر کے واسطے

دو ہرے اخراجات کر کے گھر میں لائی ہوں بہو … جو ادھر کے واسطے تھا وہ ادھر کے واسطے

دوست باندی کے بنے دشمن ہماری جان کے … داغ تھا قسمت میں یہ لوگو جگر کے واسطے

ہاتھ سے بچی کو کھویا جانصاحب وہ نہ لائے
پاؤں بھی ان کے پڑی پر رام سر کے واسطے

کروں گی دھوم سے شادی ہوا نسبت تو ٹھہری ہے … گلہرا ہے مرا اور منجھلی بھابی کی گلہری ہے

نہایت غرق ہے چاہت میں دریا بار دالی کی … مرے خسرو کا بھائی بھی زناخی کیا ہی لہری ہے

ہے مطلب اس کا بی بی باز آئیں کام لینے سے … اجی نبتی ہے یہ باندی نہ گونگی ہے نہ بہری ہے

بنا ہے عشق ہر کارہ۔ نگوڑی خانگی ہیں ہوں … یہ حاکم ہے یہ سینہ صدر کی گویا کچہری ہے

نہ پہنچے اشرفی خانم کا کھڑا اس کے تلوؤں کو … مری کندن کی وہ مہرالنساء رنگت سنہری ہے

خطا کیا گور گن کی او ہی اعمالوں کی خوبی ہے … ابھی سے تنگ ہے جو قبر چوڑی اور گہری ہے

ملا سب خاک میں پھولوں کا گہنا کھل گیا مطلب … یہ کہتی گور پر مرے کی چادر اور مسہری ہے

فلک سکھیال ہے بنری کا اور تارے کہاران کے … ہیں مہرے چاند سورج بی زناخی زہرہ مہری ہے

کہارو کیا کہاری ہو گے تم بن بیا ہی میٹھی کی … سواری ہے نہ ڈیوڑھی ہے سواری یہ کہری ہے

نہیں دیکھا جو کل سے دل مرا بے چین ہے لوگو
بلاؤ جانصاحب کو ہوئی اب تو سہری ہے

(۱) پیر بھاری ہونا یعنی حاملہ ہونا

دوگانا پی کے۔ وہ مجھ سے مدام رہتا ہے سوا حلال میں کرتا حرام رہتا ہے
مجھے ہے چھیڑتی تو گو دوگانا دو دن سے کہ جب نماز میں باقی سلام رہتا ہے
کہیں ٹھہرتی نہیں چاند خاں کی بات بوا ہوئے مہینے ہر اک سے پیام رہتا ہے
خدا ہر ایک کو دنیا میں نیک دے اولاد نشان باقی اجی ان سے نام رہتا ہے
رسول خاں ہی کو بھیجو امامی جان کے گھر تمھیں تو ساری خدائی کا کام رہتا ہے

پڑی ہوں پالے میں اے جان اس نگھوڑ کے
کہ جس کی گانٹھ میں پیسا نہ دام رہتا ہے

بی بنا آتی ہے بگڑی ہوئی تقدیر کسے اچھی سوجھی ہے برے وقت میں تدبیر کسے
رنج مجنوں کی ہو باتوں سے نہ کیوں لیلیٰ کو بنّو دیوانے کی خوش آتی ہے تقریر کسے
اپنا گھر بھرنے کا اس وقت کے حاکم کو ہے دھیان ملک چھن جاتے ہیں اب ملتی ہے جاگیر کسے
بکتی ہے بکنے دو دیوانی پری خانم ہے دے گئی طوق کسے اور یہ زنجیر کسے
نقشہ دنیا کا ہے یہ ایک پہ مرتا ہے ایک اس مرقع کی پسند آئی نہ تصویر کسے
پڑھ چکا نام خدا ساری زلیخا یوسف یاد ہے اس کی طرح خواب کی تعبیر کسے

جانصاحب نے کہا جو مرا دل جانتا ہے
آپ اپنی ہوئی ثابت اجی تقصیر کسے

یہ بات سچ ہے جسے جس سے پیار ہوتا ہے وہ لاکھ جان سے اس پر نثار ہوتا ہے
دوگانا جان تمھیں ان گنا مہینا ہے نہ کھا ڈگرم نگوڑا اچار ہوتا ہے
خفا جو ہوتے ہو ناحق تو خوش رہو صاحب وہ مجھ سے کام نہیں بار بار ہوتا ہے

لے اس شعر میں واجد علی شاہ کے معزول ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

لگاؤں آگ میں ایسے بناؤ کو ہے ہے
لگانا منہدی کا ہے دُکھ سنگار ہوتا ہے

زناخی جان یہاں کس لئے تو آتی ہے
خفا جو تجھ سے ارے تیرا یار ہوتا ہے

میاں بسنت تمھیں کچھ خبر بسنت کی ہے
تمھارے محلوں کا ناظر بہار ہوتا ہے

بنی ہے جان پہ میرے تو دل لگاتے ہی
یہ عشق لوگو کسے سازوار ہوتا ہے

پکا دو باجی مجھے آہ[1] اوہی کا سالن
یہ جتنا کھانا ہے سب ناگوار ہوتا ہے

یہ مرد اپنے ہیں مطلب کے آشنا اے جان
کہیں ہزاروں میں اک دوستدار ہوتا ہے

تماشا کوٹھے پہ چل کے برات کا دیکھیں
جہیز نکلا ہے دولھا سوار ہوتا ہے

بلائیں لیتے ہو ہر دم گلے لپٹتے ہو
یہ آج کیا ہے جو اخلاص پیار ہوتا ہے

وہاں تو جلد بلایا ہے جانصاحب کو
یہاں دوگانا کا اب تنگ سنگار ہوتا ہے

خدا دیتا ہے ٹکڑا نان نفقے کا سہارا ہے
وہ راجہ مجھ پہ مرتا ہے کہ جس کا نان پارا ہے

جئے بیٹی مجھے داماد کے دم کا سہارا ہے
مثل ہے مول[2] سے بی جان ہوتا بیاز پیارا ہے

ستارا جان کو پیارا جو ہو وہ مجھ کو پیارا ہے
بس اے مہرن نسا ملکہ مری آنکھوں[3] کا تارا ہے

پھنسا جو مولوی کیا پڑھ کے جادو ماش مارا ہے
پری خانم نے کچے جن کو شیشے میں اُتارا ہے

بہو تم ہو خسر کا مال جو ہے وہ تمھارا ہے
امانی جان کے اس میں خصم کا کیا اجارا ہے

رونا آپ کا حیوان ہے یہ لایا چارا ہے
نہیں کھاتی اگر بکری مرا کیا اس میں چارا ہے

برابر گر نہیں نسبت[4] کے۔ در ماہبہ ہمارا ہے
غنیمت ہے نمک کی کنکری کا تو سہارا ہے

---

[1] مرچوں کا سالن [2] مول سے بیاز پیارا یہ مثل عورتیں زیادہ تر داماد کے لئے بولتی ہیں یعنے داماد بیٹی سے زیادہ پیارا ہوتا ہے [3] آنکھوں کا تارا یعنے بہت پیاری [4] نسبت تخلص ہے میر احمدی علی ریختی گو کا۔

سنو شیریں عجب میٹھا نیا مضموں ہمارا ہے
چھپے تارے جو بدلی میں بنا گویا گمرارا[1] ہے

بوا یہ آٹے میدے کی بنائی تافتانیں ہیں
جو کوئی چاند سورج کی طرف کرتا اشارا ہے

روا ہے گر کہوں رزاق کی سینی فلک کو میں
بوا میدے کا پیڑا دیکھ لو ہر ایک تارا ہے

چپاتی کو سنو ہے نیرھویں کے چاند کی پھبتی
زنانی چاند پہلی کا تو روٹی کا کنارا ہے

گلابی شاہزادہ نے کیا اقرار کیا جھوٹا
نہیں ہیں پھول کھلتے کیسا بنو کا ستارا ہے

میں میٹھک دیتی ہوں دریا پری کی تم نہیں آتیں
یہ دل میں لہر کیا آئی کیا مجھ سے کنارا ہے

خدا کا خوف کر کے چونڈا منڈوایا نہیں باجی
جوؤں کے واسطے باندی کے سر میں پارا ڈالا ہے

خدا شاہد ہے لے باجی نہیں احسان میں بھولی
اگر سر سے کسی نے میرے تنکا بھی اتارا ہے

مہاجن سے تمہارے بدلے میں باتیں کروں جا کے
یہ کہئے جانصاحب آپ کے دل کو گوارا ہے

خوب ہی شاد کیا او موئے ناشاد مجھے
یعنی اللہ سے اس بات کی ہے داد مجھے

بی صنوبر کو جو دیکھا نہ رہا یاد مجھے
بچا قمری کا جو ہے دے گیا شمشاد مجھے

ساس نندوں کی طرح او ہی نگوڑا میلا
بولیاں بول گیا آپ کا داماد مجھے

گھر مرا موسا گھر آبادی کا آباد کیا
اُجڑے بی اتو خصم نے کیا برباد مجھے

بن کے دیوانی نہ کیوں تجھپے پڑوں جن کی طرح
تم سا ملتا نہیں اب کوئی پریزاد مجھے

اس سے گل پھولے گابی ہنستے ہی گھر بستے ہیں
اب صنوبر کو بھی کرنا پڑا آزاد مجھے

جانصاحب مرا دل شاد نہ کیونکر ہووے
ہے ولی عہد بہادر نے کیا یاد مجھے

---

[1] گمرارا ایک مٹھائی کا نام ہے۔

چھوچھو[۱] کے واسطے نہ کھلائی کے واسطے — مٹی جنی ہوں جوڑا ہو دائی کے واسطے
بچی کو میری گند چھری سے کرے حلال — پالی تھی کیا حرامی قصائی کے واسطے
ہو جائے صبح شام کنور کی میں دیکھوں سیر — اک چھیڑ تھی نکالی لڑائی کے واسطے
گوہر کی مٹی ہائیوں میٹھی ہے لال خاں — کنگنا ہو موتیوں کا کلائی کے واسطے
ق
اس کا قصور کیا ہے نہ کھلوائی ہوتی فصد — تعزیر کچھ نہ ہو اجی نائی کے واسطے
آئے گا آگے کچھ نہ کہو پیٹھ پیچھے تم — چاہو برا نہ غیر کی جائی کے واسطے
بی آئینہ ہے دل نہ سکندر کو پھر دیا — کیا کیا اڑائی خاک صفائی کے واسطے
سر سوت نے اٹھایا تھا لوڑھے گیا غرور — سمجھاتی ہوں تمھیں بھی بھلائی کے واسطے

اے جان مارے جاڑے کے مہرن ہے کانپتی
ابر شفق کا لا دو رضائی کے واسطے

میں منڈیا کاٹوں کوڑیا خانم کے یار کی — ٹیاں سی جان جائے موئے نابکار کی
مرزا و ماغ عرش پہ دولت قدم کا ہے — پیدل ہو تم تو وہ نہیں سنتی سوار کی
دیکھی زمین[۲] تو چرخ فلک سیر کھاؤں میں — باجی دوا بتا دو نشے کے اتار کی
وہ ہاتھا پائی رات کو کی مجھ سے چاند خاں — محرم کتاں کی تم نے مری تار تار کی
کندن ہوئی فریفتہ میری اصیلنہ جان — رنگین باتیں سن کے موے سادہ کار کی
گو سا ہے مجھ کو سوت نے برچھی کا پھل ملے — اس کو نصیب ہو اجی کوڑی کٹار کی

اے جان اس روش سے شگفتہ ہیں میرے شعر
صحبت رہی نسیم کی ۔ برسوں بہار کی

---

۱ چھوچھو وہ لونڈی ہے جو ہمسن ہوتی ہے اور ساتھ کھیل کے بڑی ہوتی ہے ۲ زمین دیکھی یعنے تے کی۔

جتنی باتیں تھیں سب اے نیک نظر بھول گئے ۔۔۔ ماما پختریوں؎ کا کھانا وہ مگر بھول گئے
ہے مثل صبح کے بھولے ہوئے جو شام کو آئیں ۔۔۔ ان کو بھولا نہ کبھی جانئے گر بھول گئے
چڑیا آٹے کی بنائی ہے جو بنّو کے لئے ۔۔۔ کیسے اُلّو ہو لگانا اجی پر بھول گئے
وہ اُڑا پیسا زمانے سے رہے یاد نسیم ۔۔۔ رکھنا مٹھی میں اجی غنچے بھی زر بھول گئے

جانصاحب نہ رہی جبکہ کسی بات کی قدر
جو ہنر یاد مجھے تھے وہ ہنر بھول گئے

دم بدم جب وہ نابکار اُلجھے ۔۔۔ کیوں نہ دل اوہی بار بار اُلجھے
خار ہو باجی مجکو گُل چھوئے ۔۔۔ میر گل سے جو نَو بہار اُلجھے
میرے پھندے میں ایک بھی نہ پھنسا ۔۔۔ پانچ بنّو تھی جس سے چار اُلجھے
اپنی کہتا ہے میری سُنتا نہیں ۔۔۔ قوم کا ہے مُوا گنوار اُلجھے
ماما اِن کی نہ آئے اب ڈولی ۔۔۔ دونی مزدوری پر کہار اُلجھے
ایک چپ ٹالتی ہے لاکھ بلا ۔۔۔ میں نہ بولوں کوئی ہزار اُلجھے

جانصاحب بُرا نہ مانیں ہم
جس پہ مرتے ہیں لاکھ بار اُلجھے

تو جنی لو گو دوگانا کی پھوپھی اب بیٹا ۔۔۔ شکر خالق کا دعا میں مری تاثیر ہوئی
میں نہیں ایسی وہ دیوانی پری خانم تھی ۔۔۔ سب میں رسوا وہ بہن کر مری زنجیر ہوئی
جو چھنالیں ہیں زمانے کی اُڑاتی ہیں مزے ۔۔۔ نیک بختوں ہی کی کمبخت یہ تقدیر ہوئی
بے طرح بچی ہے کندن سے بلی اے صاحب ۔۔۔ قبر کی مٹی چٹانا اسے اکسیر ہوئی

؎ ماما پختریوں کا کھانا یعنے مفت کا مال اُڑانا۔

روز میں خواب میں سوتی ہوں گلے لگ کے ترے — ایک دن سچی نصیبوں سے نہ تعبیر ہوئی
صدر میں پہنچی میں جھنڈے چڑھی اُتری عزت — آپ کے ہاتھوں سراپا مری توقیر ہوئی
مجھ پہ طوفان ہے عیدو نے رکھا ہے دلشاد
جانصاحب سے میں کس روز بغلگیر ہوئی

نہیں شہر کی گو دہاتی ہے رنڈی — یہ رنڈی ہے کیا ادھی ہاتی ہے رنڈی
قیامت کی ہے فتنہ انگیز قدرو — کہ روتے ہوؤں کو ہنساتی ہے رنڈی
بنارس کی تو گلبدن کی طرح سے — مجھے چٹکیوں میں اُڑاتی ہے رنڈی
بنت کے لئے کس کے دھگڑے سے بگڑی — مرے آگے باتیں بناتی ہے رنڈی
ذرا دیکھ آئینہ لے کے تو صورت — بھلا کیا ہیرا منہ چڑھاتی ہے رنڈی
پڑیں تیرے دل میں پھپھولے اے جھلّو — کہ جیسا مرا دل جلاتی ہے رنڈی
کسی کا ہے دل جانصاحب پہ آیا
یہ در پردہ کس کو سناتی ہے رنڈی

خیر ہے نکلو تم میرے گھر سے — باز میں آئی روز کے شر سے
موتیوں والا بن گیا لولو — آبرو کھوئی رہ کے گوہر سے
خال کا جوڑا اس کے کھا گیا بلّا — کیوں نہ بھڑ ے بلال قنبر سے
ہو کے حیران ننگے پیر ہوا — نکلی آئینہ والی ہے گھر سے
یہ لہو نکلا ہو گئی ہوں سفید — سرخ تھے گال یا چقندر سے
جانصاحب تمہارے سر کی قسم
زور چلتا نہیں مقدّر سے

گھر سے تجھ نحس کا قدم نکلے | یا نگوڑے میرا ہی دم نکلے

اے دوگانا خدا خدا کر کے | رات کو کل محل سے ہم نکلے

مرثیہ سن امام باندی اُٹھ | چل کے ماتم کریں علم نکلے

مرد مردوں میں جب نہ ہو تم سا | کیوں نہ ہمدم کا تم پہ دم نکلے

رکھوں اس گھر میں جا کے جب میں قدم | ننگے سر آپ کی حرم نکلے

لایا جو دانیال کل گیہوں | سیر میں پاؤ سیر کم نکلے

اپنا تم نے کہا کیا اے جان

گھر سے رنڈی کے مرتے دم نکلے

دیوانی جا کے چھپ گئی کس کوہ قاف میں | ملتی اجی نہیں پری خانم کہیں مجھے

درگور تیری باتیں ہوں ایسی نہیں ہوں میں | اوباش جانتا ہے موئے بدیقیں مجھے

اے جان آسماں پہ بندی کا ہو دماغ

خالق حسینا یاد میں گر دے زمیں مجھے

لڑکے الف سے کیا خراب ہوئے | پڑھ کے فاضل بڑی کتاب ہوئے

اچھے کیا ہوں بُروں سے صحبت ہے | تھے خراب اور بھی خراب ہوئے

میٹھی باتیں مری لگیں کیوں زہر | کڑوے کس واسطے جناب ہوئے

جانصاحب کی ہو نہ مٹی خراب

یا علی آپ بوتراب ہوئے

سوت کی بات کا معلوم جو پہلو ہو جائے | میں وہ رسوا کروں سب لوگوں میں تو ہو جائے

کپڑے انگریزی نہ میں پہنوں گی موتی خانم | ماں جو لولو ہو تو کیا بیٹی بھی لولو ہو جائے

گنبد اتنا تو بڑھے او ہی ستارا بیگم — روشنی تارے سے گھٹ جائے کہ جگنو ہو جائے
آج باندی تجھے گھسواؤں گی وہ صندل سے — سر سے اور پاؤں تلک جسم یہ اتو ہو جائے
تو تو دن رات پڑا رہتا ہے گھر رنڈی کے — کیوں نہ اوباش نگوڑے تری جورو ہو جائے
ایسے اجڑے کی یہی گھات کرا و آبادی — گوشت الو کا کھلا دے موا الو ہو جائے
نیک بد مرد کو نظروں میں نہ تو تولا کر — تیرا دیدہ نہ یہ مشہور ترازو ہو جائے

جان کعبہ میں عمل تیرا ہوا اے احمق
جانصاحب کے جو دل پر ترا قابو ہو جائے

باجی گرمی میں جہنم سے سوا گرمی ہے — تن بدن او ہی پھکا جاتا ہے کیا گرمی ہے
آتشک باؤ کی گھوڑے یہ ہے ان روزوں سوار — لون نہیں چلتی ہے معلوم ہوا گرمی ہے
بھن ہی جائیں جو چنے پھینک دوں مہتابی پر — کس قیامت کی ہوا مہر نسا گرمی ہے
رنگ وا سوخت کا ملتا ہے غزل سے ان کی — باجی آتش کی طبیعت میں بلا گرمی ہے

اس کے ہاتھوں سے تو اے جان ہوا ناک میں دم
دیکھیے ہوتی یہ کس روز ہوا گرمی ہے

برے جو حرف تھے قسمت کی وہ تحریر میں آئے — زمانے کے بواصدمے مری تقدیر میں آئے
میں دیوانی بہن لیلی کی اور مجنوں کی سالی ہوں — مرا منصب ہے غم جنگل نہ کیوں جاگیر میں آئے
بچلی تو سمدھیانے ہو سمجھ کر بات کرنا تم — نہ بے ڈھب کوئی کلمہ اے بوا تقریر میں آئے
برا نقشا گروں اس کا قلم ہو ناک مانی کی — جو کچھ بھی نقص اے بی تو مری تصویر میں آئے
کنوؤں میں گر کے مر جاؤں اٹھاؤں ہاتھ جینے سے — قسم اس سر کی باجی فرق اگر توقیر میں آئے
زلیخا وہ تھی جو رسوا ہوئی یوسف کی چاہت میں — نہ مانوں حکم یہ قرآن یا تفسیر میں آئے

بوا مصری بدل مارا ہمارا قند شیریں نے　　مزا شکر کا اور رنگت نہ کیونکر کھیر میں آئے
اُتارے جن میں شیشہ میں پری خانم نے اس پر سے　　کہ جو وحشی ہوئے جکڑے ہوئے زنجیر میں آئے
خطا کیا چیرے[1] والے کی نہیں پرہیز کرتی ہو　　نہ کیوں نرگس دوا کی پھر خلل تاثیر میں آئے
پنہاتے سوت کو گھنامرادم دے کے لے جاتے
زناخی جانصاحب تھے اسی تدبیر میں آئے

---

[1] چیرے والا یعنی حکیم۔

دیوان دوم جان صاحب

خدا کی حمد میں پہلے بیاں ہو اس کی رحمت کا
دو عالم سائے میں ہے ایک وہ دامن ہے وسعت کا

نرالا ہی نظر آیا ام اٹھا پردہ جو غفلت کا
تماشا گاہ عالم میں تماشا اس کی قدرت کا

محمدؐ پر ہوا ہے خاتمہ باجی انبوت کا
علیؑ سے سلسلہ بارہ اماموں کی امامت کا

بیاں کیا مرتبہ ہو فاطمہؑ کی شان شوکت کا
ملا زہرا کو رتبہ مصطفےٰؐ کی زیب و زینت کا

دیا جو مرتبہ بی بی کے بچوں کو شہادت کا
گنہ بخشائیں گے محشر میں نانا کی امت کا

ہوا شہرہ نبی کے بعد بھی جن کی خلافت کا
وہ عادل تھے رہے گا حشر تک چرچا عدالت کا

علیؑ پر خاتمہ اللہ کی ہے بس عبادت کا
دوگانا جان مسجد میں ملا خلعت شہادت کا

ثواب ایسا ہے بی بارہ اماموں کی زیارت کا
کئے بندی نے سترحج ملا رتبہ سعادت کا

کیا بے باپ سے پیدا دیا رتبہ نبوت کا
ہے طرفہ ماجرا باجی مسیحا کی امامت کا

بیاں کیا حال ہو بندی سے خالق کی عنایت کا
کرم کا فضل کا عالم دکھایا اس نے رحمت کا

خدا شاہد ہے یا جبرئیل ہے مریم کی عصمت کا
وہی حامی رہا ہر وقت عزت اور حرمت کا

رہی ہیں پاکدامن لطف دیکھو اس کی قدرت کا
ہوا ہستی میں جامہ بھی میلا ان کی عفت کا

محمدؐ نے کیا ہے چاند اے مہتاب دو ٹکڑے
علیؑ کا معجزہ خورشید سے روشن ہے رجعت کا

خدا کے نور سے نور ان ہوئے ہیں پنجتن پیدا
ہر اک ہے رہنما ہر ایک ہادی ہے ہدایت کا

محمدؐ بادشہ کونین کے بیشک ہیں اے باجی
علیؑ کو حکم خالق نے دیا ان کی وزارت کا

یہ وہ بندے خدا کے ہیں خدائی خود یہ کرتے ہیں | خدا نے خود کیا مختار ہے ان کو شفاعت کا
کھلیں گے پنجتن کے مرتبے اس روز اے منو | خدا جب عدل پر بیٹھے گا ہوگا دن قیامت کا
جو ہوں گے پنجتن کی آل کے اولاد کے دشمن | سولو دوزخ کے منہ دیکھیں گے وہ ہرگز نہ جنت کا
پھلے پھولیں گے ان کے دوست رنڈی مرد جتنے ہیں | اڑائیں گے مزا غلمان حوروں سے وہ خلوت کا
اکھاڑا در بھی خیبر کا کئے اس بٹ کے ٹکڑے بھی | علی کی زور طاقت تھی نہ کیوں کہ ہو طاقت کا
وہ سب حصہ ہے ان کا جو خدا کے گھر میں ہے لوگو | کیا ذی حق ہے خالق نے انھیں ہر ایک نعمت کا
رہے ہر حال میں شاکر رہے ہر حال میں صابر | اطاعت کی خدا کی وہ کہ جو حق تھا عبادت کا
کہیں وہ عجز سے معبود تو ہے عبد ہم تیرے | جنھیں سرکار میں خالق کے عہدہ ہو نیابت کا
ہوا بے خوف ہو کر سوئے پیغمبر کے بستر پہ | علی نے یوں بھرا دم ہے محمد کی رفاقت کا

کیا جو کچھ ہے موزوں وے صلا اللہ محشر میں
بیاں کر جا نصاحب حال تو اب اپنی عزت کا

ہوا ہے قطع جامہ میرے جامے پر ندامت کا | زمانے سے ہے رہتا سامنا مرزائی ذلت کا
نکھٹو وہ نکلتا ہے خصم جس کو بناتی ہوں | کسی کے پاس روٹی ہے نہ کپڑا میری قسمت کا
پھٹے حالوں سے کوئی منہ نہیں مجھکو لگاتا ہے | کرے کیا پاس میری ننگی لچی اوہی صورت کا
میں بلبل بن گئی کوا ہوں اے صیاد خاں بھیا | اڑے ہاتھوں کے طوطے بولتا طوطی ہے خست کا
مری تقدیر نے الو کی خاصیت ہے پیدا کی | ہوا بستی گھر اجڑا گھونسلا ہے اوہی وحشت کا
کروں کیا ریز میں مینا قفس کرتا ہے دم میرا | چڑیماروں نے رکھا نام ہے عنقا سخاوت کا
نہ پھیلا ہاتھ مرجا فاقے کر کر کے ارے رنڈی | حیا کا قول ہے ہر دم تقاضا ہے یہ غیرت کا
مگر تکلیف بچوں کی ہے کہتی چل نکل گھر سے | حیا غیرت کو بکنے دے ہوا در ڈھونڈھ ہمت کا

حسین آباد میں پہنچی یہ دیکھا خیر ہے جاری
برستا ہُن ہے لُٹتا زرہے طرفہ در ہے دولت کا
وہاں بھی بھر گئی بی بی کی جھاڑو پڑ گئی ٹیکی
مری خاطر طریقہ صبر کا نکلا قیامت کا
میں دوڑی چھ مہینے جا نصاحب نو روپئے پائے
اجی اس طور کا لینا بھی ہے صاحب خفارت کا

طرح مشاعرہ نواب غضنفر الدولہ بہادر مصرع طرح جناب آغا ہجو صاحب ہندی

پھولوں میں تُل رہا ہے کانٹا مرے چمن کا

سوکن نے پائجامہ پہنا ہے گلبدن کا
پھولوں میں تُل رہا ہے کانٹا مرے چمن کا
ڈھلتے ہی دوپہر کے کل سے ڈھلا ہے منکا
بی جگنا دھگدھگی میں دم ہے نورتن کا
جھڑ پکے مردوے سب گل کھل چکا سخن کا
کیا رنگ میں دکھاؤں اجڑے ہوئے چمن کا
روشن ہے حال مجکو جو شمع ڈھالتا ہے
پروانہ ہے نگوڑا مدت سے چپت لگن کا
عالم نرالا دیکھا میں نوج او ہی آتی
بی انجمن فنا کی اے باجی انجمن کا
مُردے سے دونوں مردے ڈرتے نہیں میں آئے ہے
کیا ہی نڈر ہے دیدہ غسّال گورکن کا
یاقوت نس کٹے پر چبھتی کہوں میں لائن
ہے لال چوٹی والا اچھر پڑیں یمن کا
اب تو بنا ہے پھرتا دن رات مرزا چھبلا
کیونکر برن نہ بدلے چیلا میاں برن کا
سیدھا بنایا جائے بانکا جو ٹیڑھی بوے
شاہی میں لطف تھا کچھ اے بنّو بانکپن کا
کانٹے ہیں گوکھرو ہیں گوکھرو میں کانٹے
کانٹے میں کانٹا تولا ہم نے ہوا چمن کا
کانٹے ہیں دونوں سوتین ہوں غیر یا کہ اپنی
ہر خار روے گا ایذا گلشن کا ہو کہ بن کا
رہتی تو ہیں زمین پر کہتی ہیں آسمان کی
بجمن کو حال کیونکر کھل جاتا ہے گھن کا

اک پا کھ دو ہوں گھنا راجہ مرے کہ شحنہ — یہ بھی بُرا ہے پڑنا مہرن النسا گن کا

ق ہے سو برس سے اونچی ہو کر مری حیا تن — اے کربلائی کپڑا تو اس کے لا کفن کا

تعویذ کر کے ڈالوں بچوں کے میں گلوں میں — احسان ہوگا تیرا بندی پہ لاکھ من کا

وحشی میں بن رہی ہوں بہلاوں گی دل اس سے — ننھا سا لا دے بچہ صیاد خاں ہرن کا

جوتی پہ رکھ کے روٹی تم دو قبول مجھ کو — تھیلا ابھی اُٹھاؤں سرکار کے چرن[1] کا

وحشی کو رام کر کے ایسی کتھا سنائی — ہر دم دُگانا کلمہ پڑھتی ہے برہمن کا

منکا کبھی نہ سنکا کھوٹی کھری سنائی — وحشی بنا کے چکھا ہے مال رام دھن کا

عزت میں لاکھ بٹا لگ جائے زر ہو حاصل — ٹکسال والیوں کے یہ طور ہے چلن کا

پیڑو کی آنچ دل کو دوزخ سے کم نہیں ہے — اُف اُف عجب ہے عالم کچھ سوت کی جلن کا

اپنے گنوں سے تو نے گل آپ یہ پھولا یا — گلبن کو تھان بھیجا پھولا م گلبدن کا

میرا نہ تو خصم ہے تیری نہ میں ہوں جورو — اب میرے تیرے رشتہ ہے بھائی اور بہن کا

کیونکر نہ ہووے گھر میں بھائی سے خانہ جنگی — آتے تجھے چھینکتے وہ ماتھا ماتھا ٹھنکا

تو شاعروں میں نامی ہے آج جانصاحب
ہے ملکوں ملکوں شہرہ اُجڑے ترے سخن کا

مردہ دل ہیں شکر گرتے قاضی الحاجات کا — ہے توکل پر گذر تکیہ خدا کی ذات کا

صبر ہم کو کیا ہو نسیریں شیر ہی کچا پیا — دن کو جو روٹی ملی دھر کارہا پھر رات کا

گھر میں چلتا بیا بنا کے بھی ہے وہ چوسر کی چال — دیکھتے دو جگ ہوئے ہیں مردوا ہے گھات کا

خضر دل بھی ہے بھٹکتا آکے میری مانگ میں — دیکھنے میں راستا سیدھا یہ ہے ظلمات کا

شاعری میں جانصاحب آج افلاطون ہے — دوسرا دیوان یہ نسخہ ہے اک بقراط[2] کا

---

[1] چرن = پاپوش - جوتا [2] بقراط کا آخر حرف ط ہے - یہ ذات اور رات کا قافیہ نہیں - مگر ریختی میں جانصاحب نے جائز کر لیا ہے -

ترابن کا نہ سر کھجوے کے مٹی سے بہن دھونا   بڑھیں گے بال چھڑ سے بال نوالے سب لگن دھونا
لہو کانوں سے نکلا قبر میں جو کربلائی کے   نہ دیتے غسل مردے کو مناسب تھا کفن دھونا
دُگانا جان کے بچے نے موتا مجھ نمازی پر   میانی تر ہوئی ساری پڑا آدھا بدن دھونا
بتاؤں ٹوٹکا وہ چھوڑ دیں رنڈی کو خود بھتیا   تو اپنی بائیں لٹ چھٹنے لگے جب دم گہن دھونا
غضب کا ٹوٹکا ہے تپ گئی گیا ہی تجاری کی   ہوا مجکو مبارک اوجھڑی کا نور تن دھونا
بہو سے پوتڑے دھلوائے جن کی ساس لے باجی   وہ کیا جانے نئی دوروز کی بیاہی دلہن دھونا
نشانی ہے یہ محرم کی پرانی ہو چکی محرم   مسکنے یہ نہ پائے تو سمجھ کے گلبدن دھونا

گزی گاڑھا نہ سمجھو کچھ روپیہ گز لائی ہے ماما
یہ کچی ہے کہ پکی ہے ذرا دیکھوں گوں دھونا

رنگ دایا سُرخ تھا کیونکر گلابی ہو گیا   اوڑھ ڈالوں گی دوپٹہ گر گلابی ہو گیا
لال پردے سرخ چھت گیری پھرا چونا نیا   دھوپ نکلی عکس سے سب گھر گلابی ہو گیا
میں تو ہوں حدّادنی کیا جانو تم فولاد خاں   سنکھیا جب سُرخ دی جوہر گلابی ہو گیا
سنگ مرمر کی تھی سل مہندی پسی اس پر جیا   یہ حبب کے چاند سے پتھر گلابی ہو گیا
نام ہے جھمرا مرا چاندی کا بھی پہنا اگر   عکس گالوں کا پڑا زیور گلابی ہو گیا

جانصاحب کا ہوا ہے جو لہو پانی اب ایک
اس سے دامن تیرا اے محشر گلابی ہو گیا

ترے صدقے جاؤں میں واری دُگانا   مری بھولی بھولی ہے پیاری دُگانا
اجی کھوے الفو جواری[1] دُگانا   نہ کیوں بولی اچھی ستاری دُگانا

---

[1] جواری ایک ڈورے کا نام ہے جو ستاری یا طنبورے کے اوپر بندھا ہوتا ہے جس کو اونچا نیچا کرنے سے آواز گھٹتی بڑھتی ہے۔

کنواں بیری خسرو کا میٹھا نہ کھاری | نہ ہلکا ہے پانی نہ بھاری دُگانا
کیا میرے دل کو ہے عاری کہوں کیا | نکل میرے گھر سے تو جاری دُگانا
لگے تیرے چالوں کو لوکا نگوڑی | تو ہی بازی جیتی میں ہاری دُگانا
کہیں دیدے گھٹنوں کے آگے نہ آئے | قسم جھوٹی سچی نہ کھاری دُگانا
موئی ناڑی پی کے لتاڑی گئی ہے | مری کھا کے سوکن کٹاری دُگانا
ترے گھر میں جمعہ کو آؤں گی جنیاں | میں آپ اپنی دوں گی کہاری دُگانا
بنی لاکھ من کی میں ہلکی نگوڑی | ہوا پاؤں جس دن سے بھاری دُگانا
یہ ہے بحر شکر یہ ہے قند مصری | عسل اصل ہیں گڑ کی پاری دُگانا
ہے اس بحر میں پانچ صورت کی حرکت | یہ ہے بات سچی ہماری دُگانا
پڑی پاؤ آدھی نہیں جائیں ہرگز | کہیں بیتیں ایسی یہ ساری دُگانا

مواجانصاحب بھی کیا ہے عروضی
کہے شعر صنعت میں کیاری دگانا

کیوں سوت نے کاغذ کوئی تیر نہ نکالا | جھوٹی موئی نے جھوٹ کا دفتر نہ نکالا
مختار خصم کر گیا تھا کیوٹی موئی مجبور | استغنا بہ نامہ وہ محضر نہ نکالا
شمشاد کو قمری کا مِیَن کیا جوڑا دوں نسرین | تو جھول میں مادہ کے سوا پر نہ نکالا
ریوڑی کی پڑی پھیر میں گئی سی مری جان | حلوائی نے ارمان تو تِل بھر نہ نکالا
چالیس روپے کے جو ہرن سنگھ ہے لایا | نافہ ابھی مشکی نے وہ عنبر نہ نکالا
میری سی تو محرم ہی کی ہیں چھاتیاں گت کی | جوبن مرے کچھ گات نے دلبر نہ نکالا
وہ سوری رنڈی ہوں تو گوروں سے ڈرتی میں | بھگدڑ میں قدم شہر سے باہر نہ نکالا

فصّاد نے کچی کی مرا ہاتھ یہ پکّا
رگ میں جو رہا ٹوٹ کے نشتر نہ نکالا

فصّاد کا بندی سے سوا ہلکا لہو تھا
غش آگیا جو دو گھڑی نشتر نہ نکالا

دق سل ہوئی بندی کو بہار ٹن ہی کے غم سے
گھر والے نے چھاتی کا یہ پتھر نہ نکالا

ماں باپ تو تھے تاڑ سے سج کنتی ہے گوگو
شمشاد نے قد کچھ بھی صنوبر نہ نکالا

اس پوستی سمدھی نے مرے حوصلہ دل کا
خشخاس کے دانے کے برابر نہ نکالا

قارون موئے شوم کا ہو کیوں نہ تلف مال
جو رکھا خزانے میں وہ رکھ کر نہ نکالا

کچھ اور کہوں شعر یہ سب شعر ہیں بدتر
مضمون مری فکر نے بہتر نہ نکالا

ولہ

بُلبُل ہوں وہ پنجرے سے مرا پر نہ نکالا
صیاد نے باہر مجھے دم بھر نہ نکالا

خط بند کروں گی میں لئے بیٹھی ہوں کب سے
الماری سے اُنکے اری ویفر[۱] نہ نکالا

جب چھوٹ گیا کاٹا محلے میں گئی کو
گھر والے نے گھر سے مرے بندر نہ نکالا

چولھے پہ جو ہے چھید نکلتا ہے اسی سے
دُم کو بھی بڑی دیر سے باہر نہ نکالا

پُھکنی سے وبا دیتی جو کالا ہے بلا سے
ماموں نے مجھے دیکھ لیا سر نہ نکالا

خالی میں تو کیا نکلے گا مہتاب کا ڈولا
جب عید ہی کے چاند کے اندر نہ نکالا

کیوں ترش ہوں کب سے کھٹائی میں پڑا ہے
قبضے سے اجی سوت کے زیور نہ نکالا

گُننے ہی کی کٹ جاتی جو کر لیتی میں گھر بار
اس واسطے خود ڈھونڈھ کے گھر در نہ نکالا

کب میرے بُرے بست بکھانے نہیں تو نے
موذی موئے کب چوٹی پکڑ کر نہ نکالا

کیا ہو گئیں گرھوائی جو تھیں سونے کی اینٹیں
فاقوں میں بھی راجن وہ گڑا زر نہ نکالا

ق

---

[۱] ویفر = بفتح داد۔ لفافہ جوڑنے کی ٹکیا۔

بچّوں سے خبردار سوا آپ کے ہے کون
سونپے تمھیں جاتی ہوں میں ہمسائی گھر اپنا

اِک قافیہ بس کہہ چکے اے جان کہو اور
در گور کہاں تک یہ سُنے جائیں گھر اپنا

جنگلو کے خصم سا ہے نہیں جانور اپنا
مہتاب بوا چاند کا ٹکڑا ہے بر اپنا

ڈھونڈھ اس نے نکالا ہے کوئی جانور اپنا
جنگلو نے جو ویرانے میں بنوایا گھر اپنا

مجھ زال سے یہ پیچ جوانوں کے نہ چلتے
ہے غیر محلہ نہیں رستم نگر اپنا

ہے مٹھیوں میں غنچہ خس کی ہر باغ میں اٹک
وہ اشرفی خانم نے لٹایا ہے زر اپنا

اے دائی مری ناف نلے ٹل گئے دونو
بچیا ہے چھٹا شام سے پچھلے پہر اپنا

مر جائے عدم خاں تو مجھے کر گیا مردہ
کیوں زور نہ دکھلائے نگوڑی کمر اپنا

نو پیسے کہاری کے تو گھر والی ہی دے گی
مہمان لٹانے کو کچھ آتے ہیں گھر اپنا

بیٹی ہی نہیں کہنے میں وہ غیر کا بچّہ
سچ پوچھو تو کیا زور ہو داماد پر اپنا

دو پیسے جو ہم کوڑیا خانم پر اُٹھائیں
حاصل ہمیں کیا کونسا دوبھر ہے زر اپنا

اس درجہ ہُوا سر میں نشیمن کے سمائی
برباد کیا رنڈی نے دھگڑے پہ گھر اپنا

ہے کاٹتا جلاد کے بھی کان نگوڑا
ایسا ہے خصم او ہی موا بے کگر اپنا

کچھ سوت نے ہے کر دیا تقدیر ہماری
برسوں ہی نہیں مردوا ہوتا خبر اپنا

گھر والے کے ہاتھوں سے وہ ناسور پڑے ہیں
چھتّا کہوں بھڑ کا کہوں چھلنی جگر اپنا

ہو جائے کسی طرح سے چھوڑا یہ مسافر
اب جلد ہو دُنیا کی سرا سے سفر اپنا

اب نس کٹا عنبر سے نہیں گھستا ہے صندل
نرگس سے مزا لوٹتا ہے خوش نظر اپنا

ہم کیوں کہیں اے جان یہ خسرو ہے کمیرن[۱]
کچھ فائدہ کہنے سے نہ کچھ ہے ضرر اپنا

---

۱ - کمیرن = خاکروبوں کی پیشہ دست -

گھٹنے سے لگی بیٹھی ہے بنو مری جنگلو — مشاطہ نے بھی ڈھونڈھ کے اک بر نہ نکالا
قسمت مری فولاد کی ہے ہٹ مگر سبز — سو بار یہ پیٹی گئی جوہر نہ نکالا
میں آپ کے ماں بہنوں کا دم ناک میں کرتی — کچھ خیر ہے میں نے بھی کبھی شر نہ نکالا
قسمت کا مری پھیر مرے دم کے رہا ساتھ — اس راہ کا خالق نے بھی چکر نہ نکالا
طوطے کے بھی مینا کے بھی ہوئی سے بڑ بچے — اب تک تو کسی ایک نے اک پر نہ نکالا
اونچی ہے نہ نیچی نہ زمیں سہل نہ مشکل — کیا شعر پڑھوں کوئی بھی بہتر نہ نکالا

اے جان کبھی ہم نے بھی جھنجھنا نہیں مانگی
تم نے بھی کبھی ٹیسو بنا کر نہ نکالا

گھر والا ہے جمشید اک آئینہ گر اپنا — آئینہ جلو خانے کے اندر ہے گھر اپنا
آتی ہے مجھے عار سی بتلاتے گھر اپنا — کس کس سے کہوں یار ہے آئینہ گر اپنا
گھر میں تھی سکندر کے نصیبا تھا سکندر — ہوں جھونپڑے میں یا تھا محل خانہ گھر اپنا
دل کھوجڑے پیٹے کی مجھے گھس گئی قلعی — ہے خاک کیا لاکھا اسی نے تو گھر اپنا
بی بھاگ بھری چاند سے خالی کے ہے خالی — دس آنے کرائے کو تمہیں دوں گی گھر اپنا
باجی بڑی خانم نے یہ وہ کھائی ہے منہ کی — برسوں نہیں جھانکے گی کبھی آ کے گھر اپنا
ق کتھے کے لئے آئیں لگا خوب ہی چونا — کہنے لگیں زو جلد اکیلا ہے گھر اپنا
چونا تھا لگا ہونٹ میں تو ڈھولیا لٹریا — پوچھا تو کہا ٹوٹکے ڈولی ہے گھر اپنا
کرتا ہے مصفا روز جلو خانے کو نورا — آئینہ سا شفاف رہے کیوں نہ گھر اپنا
تھا پانچ مرا بھائی یہ چھمن ہے وہ بارا — کس چال سے رنڈی نے بسایا ہے گھر اپنا
بی مہر فسا پاتی ہیں شش ماہی کی شمسی[1] — اک سال میں ہیں دیکھتی دو بار گھر اپنا

---

[1] شمسی وہ رخصت تھی جو شاہی زمانے میں چھ مہینے کے بعد ملازم کو دی جاتی تھی۔

مردوے اترا نہ اتنا او ہی اتّر[۱] ہو گیا — دکھ کے مرزائی کو کیوں جامے سے باہر ہو گیا

اے بُوا راحت یہ دنیا رنج ہے کس دن نہیں — سوت کا بچہ مرے حق میں مقرر ہو گیا

جب سے شکیں بیگ کے آکے احاطے میں رہی — تھی رقیب القلب دل اب تیرا پتھر ہو گیا

ہو گئی ہے حیرت مداری کا تماشا دیکھ کے — چمڑے سے بلّی بنی پر سے کبوتر ہو گیا

موم کی مریم[۲] میں ہوں فولاد خاں سے اب کڑی — سختیاں ایسی سہیں دل میرا پتھر ہو گیا

آنچ سے پیڑو کے انگاروں پہ لوٹی رات بھر — بھاڑ کیسا گھر جہنم سے بھی بدتر ہو گیا

سوت کے گھر میں رہے کل میر گل آئے نہیں — باجی کانٹوں سے سوا پھولوں کا بستر ہو گیا

پھروں تڑپے بات کی جو ٹھیس لگ جائے ذرا — اندنوں دل بارخاں لوٹن کبوتر ہو گیا

لگ گئی کس کی نظر تھر تھڑ پیں میں کیا کہوں — دودھ ہے جاتا رہا چھاتی میں کنکر ہو گیا

میں وہ فتنی ہوں قیامت میں قیامت ڈھاؤں گی — حشر کے دن دیکھنا محشر میں محشر ہو گیا

خون ایسا گرم تھا بی آبداری جل گئی — کچے لوہے سے سوا بس نرم نشتر ہو گیا

سوت کے جھونٹے گریباں ان کا ہو گا ہاتھ میں — آج دنیا میں یہ بنّو جبر مجھ پر ہو گیا

میر گل سے اب کے رہنے میں ہوئی وہ بیکلی — ٹل گئی کیا ناف دائی پیڑو پتھر ہو گیا

فاختے کا جوڑا منگوا بھیجوں میں کوکو کے ہاتھ — واعمدا[۳] شمشاد کا اب تو صنوبر ہو گیا

آئے تھے مجھ کو ڈرانے خود ڈرے منکر نکیر — دیکھ کے بس ایک اک مولا کو ششدر ہو گیا

قبر کی مشکل خدا نے شکر ہے آسان کی — میرا حامی مصطفےٰ کا بازو حیدر ہو گیا

جس پیمبر کی اجی امت نے کی آگے خطا ق — رچھ کوئی کوئی مچھلی کوئی بندر ہو گیا

آتو صاحب سے یہ میں سن آئی ہوں سچ بات ہے — قہر ہے نازل خدا کا ان پر اکثر ہو گیا

---

[۱] اتّر بمعنی خود نما و کم ظرف ۔ اترانے والا [۲] موم کی مریم ۔ نہایت نازک عورت [۳] وعدہ عام عورتوں کی زبان پر واعدہ۔

جانصاحب اب دعا مقبول ہوتی ہی نہیں — بند دروازہ دعا کا بندہ پرور ہو گیا

ردیف ب

تو بدگمانی سے اس کو نہ او ہی جان خراب — ڈگانا جان نہیں ہے گمانی جان خراب
کرے گی اُجڑی چٹوری خصم کا گھر کیونکر — ابھی سے کلموہی سوسن کی ہے زبان خراب
چڑھا نہ مردوے تیوری بھووں میں پڑتا ہے بل — جو اپنے خم سے ہو ٹیڑھی وہ ہے کمان خراب
جو ہیں زمین کے باشندے ان کا دشمن ہے — یہ جان کے موا کرتا ہے آسمان خراب
انگوٹھی ایسی بناتے نہیں دمامہ[1] کی — چڑھایا تم نے ہے سمدھن بہت نشان[2] خراب
کہانی اُس سے تو ہم رنڈیوں کی بہتر ہے — حکیم جی نے کہی شب کو داستان خراب
میں نوج بھیجتی قلعی کو ٹیڑھا کنڈا اجڑا — سنے نہ سیدھی[3] کیا میرا باندان خراب
کیا ہے گوروں نے جس دن سے لکھنؤ میں ن ن — ہر ایک ہو گیا آسیب سے مکان خراب
کبھی نہ شاعری ان کا نیھوں کو آئے گی — محاورے میں موؤں کا سنا بیان خراب
کیا جو رونا ہے موقوف چڑھ گئیں پلکیں — برستا مینہ نہیں کیوں نہ ہوں یہ دھان خراب

فقیر ہو کے نہ لے نوک کی امیروں سے
یہ تجکو کرتی ہے اے جان آن بان خراب

تم ہوئیں گھر بار کی بنّو بنو انسان اب — جن جکیں بچے کئی گیارہ گئیں جوان اب
پہلے دو چیزوں کا کرنا ہے مجھے سامان اب — رتجگا تو کر چکی کرنا ہے دسترخوان اب
ہر گھڑی لعنت کا مارا چھیڑ کے کرتا ہے شر — مردوے کے سر پہ رہتا ہے چڑھا شیطان اب

---

[1] دمامے کی انگوٹھی وہ انگوٹھی ہے جو شادی بیاہ یا منگنی کے وقت دولھا کے گھر سے دولھن کے گھر اور چیزوں کے ساتھ بھیجی جاتی ہے [2] نشان چڑھانا = منگنی کے دن انگوٹھی چھلّا وغیرہ دُلھن کو پہنانا [3] بُرا بھلا کہنا یا گالی سُننا۔

ہوں نہا دھو کے میں آئی اس گھڑی ہوں پاک صاف — سیج پہ ہوں لوں گی اٹھا منگوایئے قرآن اب
بی بی گھر والے کو ہنستی ہوں گی دل میں سمدھنیں — ق — سب کے سب بیٹھے ہیں منہ باندھے ہوئے مہمان اب
کھانے پینے کا اگر تمباکو ماما لا چکی — کتھا چونا ڈلیاں لائے اور الاچی پان اب
سہرے دیکھے ہو چکے بچوں کے بچے اے بوا — کوئی باقی ہے نہیں دل میں مرے ارمان اب
تیر سی اپنے نشانے پر یہ سیدھی جائے گی — عشق میں جاتی کماں افسر کے بھی ملتان اب
ہو گئی نادار دل تو دے چکی میں آپ کو — جان اک باقی ہے وہ تم پر کروں قربان اب
جانتے ہیں جھوٹ سچ کو میری سنتے ہی نہیں — سوت نے مرزا کے کچھ ایسے بھرے ہیں کان اب
ان کی حرمیں کیا بنی ہیں عرش پر ہے اب دماغ — جان کے یہ کرتی ہیں کچھن بڑا نقصان اب
لاکھ کا گھر خاک ہے میرا ارے لوگو گیا — ان کی خوراکی[۱] میں کٹوا کے میں لوں تاوان اب
آج سے گھر میں میرے آنا نہ اے ہمسائی تم — اور موٹا سا کوئی جوڑ دے گی کیا طوفان اب

لیتے آنا چوک سے مرزا کروں گی سیر میں
جانصاحب کا چھپا ہے دوسرا دیوان اب

بندی کو یاد کیجئے یا بوتراب اب — اس سر زمیں پہ ہے مری مٹی خراب اب
دل نے مزے اٹھائے ہیں جیسا گذر گیا — ایسا خدا دکھائے نہیں انقلاب اب
یوسف جمال مرد کے ٹپوں کا ہے خیال — ہر شب کو دیکھتی ہوں پریشان خواب اب
نفرت ہے ہو گئی بوا آتو کے نام سے — پڑھتی ہوں باجی اماں سے ام الکتاب اب
مفلس کی ہے جوانی یہ جاڑے کی چاندنی — بد تر ہے سو بڑھاپے سے اپنا شباب اب
ماں باپ سر پہ ہیں نہیں شادی کرے گا کون — مر جاؤں گی نہ آپ سے ہوں گی خراب اب

---

[۱] خوراکی یعنی روزینہ۔

اعمال نامہ میرا فرشتوں سے کھو گیا | صد شکر ہوگا حشر میں کیونکر حساب اب

اے جان جیتے جی تری صورت نہ دیکھوں گی
ایسا ہوا ہے تجھ سے مرا دل کباب اب

کیا نصیبن کا خصم نکلا ہے بھونڈا بد نصیب | دائی قسمت تھا نبختی کا نصیبا بد نصیب
دے نہ دشمن کو خدا اولاد بیٹا بد نصیب | ہوتے ہی مر جائے ہو تجھ سا جو پیدا بد نصیب
ایسی شادی نوج ہو نرگس خصم بیمار ہے | کیا بہو کمبخت آئی ے کے پیرا بد نصیب
چار چالوں ہی میں ڈائن کھا گئی سسرے کو ہائے | تھی سہاگن ہو گئی اب ساس رنڈیا بد نصیب
تھی مثل وہ آگیا ننانوے[۱] کے پھیر میں | بن گیا قارون کا خود آپ، بچا بد نصیب
کوڑیا خانم سخی سے سوم ہو جاتی ہے جو | خوش نصیبوں کو بنا دیتا ہے پیسا بد نصیب
آبرو لی چھل کے چھینٹے دے کے پھولا مشک سا | چھوڑے دیتا ہے اسے اب سقنی پٹیا بد نصیب
مسخرا پن جو کریں وہ پوچھے جائیں آجکل | رہ گیا اب بے حیائی کا زمانا بد نصیب
ہم ہوئے بڑھیا جواں اپنا ہوا جس دم کما | قدرداں ملتا نہیں اب کوئی بھڑوا بد نصیب
کوسوں ہی پرچھائیں سے بھاگوں میں بیگم جان کی | کھو جڑے پٹیا اگر دل مانے میرا بد نصیب

لکھنؤ سے شہر میں دیکھا نہ بینا آج تک
جانصاحب سے نہیں کوئی زیادہ بد نصیب

شاعری میں بوا ہزار ہیں عیب | ایک دو کیسے بے شمار ہیں عیب
پہلا دیوان سب غلط میرا | اس میں ظاہر یہ تین چار ہیں عیب
شعر موزوں نہ قافیہ مہمل | سب یہ چھینٹے کے آشکار ہیں عیب

---

[۱] ننانوے کے پھیر میں آجانا = کنجوسی پر کمر باندھنا۔ روپیہ بڑھانے کی فکر میں پڑ جانا۔

واچھڑے ایسے اب رہے شاعر
شعر میں ایک حسن چار ہیں عیب

دھوتیا پرشاد لکھنی چند تلک
یہ سمجھنے لگے گنوار ہیں عیب

معترض دل میں گھاؤ ڈالتے ہیں
ان کی چھریاں ہمیں کٹار ہیں عیب

نابلد ہیں محاورے میں وہ
علم سے جن کو آشکار ہیں عیب

گو کتابیں پڑھی ہیں حکمت کی
فکر کے سر پہ پر سوار ہیں عیب

ہونسا کے محاورے میں صحیح
ہوں غلط اپنے افتخار ہیں عیب

عیب اُستادوں کے ہنر کے ہیں ساتھ
کھوتے ان کا نہیں وقار ہیں عیب

جس جگہ زور ہی نہیں چلتا
جبر سے کرتے اختیار ہیں عیب

بی بُرائی کی خو بشر میں ہے
اس بشر کے بو احصار ہیں عیب

دونوں بچے یہ سوت کے بھابھی
جان کے کرتے بار بار ہیں عیب

نظم کے ہے چمن میں ساتھ ان کا
گُل اگر حسن ہے تو خار ہیں عیب

حُسن کا اِک زمانہ عاشق ہے
سب کو بے شبہ ناگوار ہیں عیب

جوتی بیزاران پہ چلتی ہے
محفلوں میں عجب چمار ہیں عیب

جانصاحب کسی کو کیا ٹوکے
ایک اس میں ہی نو ہزار ہیں عیب

بے ماں کے ہٹ اُٹھاتے نہیں زنہار باپ
جورو کے مُنہ سے کرتے ہیں بچوں کو پیار باپ

بنّو مثل یہ سچ ہے پسنہاری ماں بھلی
بہتر نہیں ہے ہو جو تو انگر ہزار باپ

پاپوش مارتے نہیں اولاد کو بہن
بعضے نگوڑے ہوتے ہیں ایسے چمار باپ

پہلے تھی جورو اِگے کی اب دوسرا کیا
نطفہ یہ ہے پیادے کا اب ہے سوار باپ

لہ اگا = شاہی میں ہندوستانی فوج کا وہ عہدہ دار ہوتا تھا جو ماتحتوں کو کمر بندی کا حکم دیتا تھا۔

دو باپ فتح خاں کے تو میں بھی ہوں جانتی ‏ آگے مجھے خبر نہیں ہوں اس کے چار باپ
ہمسائی کس کو کہہ کے ہے باپو پکارتی ‏ بچی کا کیا تمہارے ہے سچ مچ گنوار باپ
کرتا ہے باتیں دادا ہمایوں کے وقت کی ‏ جیسا ہے بیٹا ایسا نہیں ہوشیار باپ
بیٹے کی باپ سے بنی خانم بگڑ نہ جائے ‏ ڈالے بہو پہ آنکھ موا بد شعار باپ
تھے شمع جانتے مجھے اپنی حیات کی ‏ عاشق تھے میرے جنتی پروانہ وار باپ
میں گل تھی ان کی وہ مرے بلبل تھے دیکھ کر ‏ ہوتے تھے باغ باغ مرے اے بہار باپ
بیٹی کی سوت جو بنے غارت ہو ایسی ماں ‏ دیوث ایڑی چوٹی پہ وہ ہوشار باپ
دونوں ہیں اپنی جوروؤں کو روز مارتے ‏ بیٹا بھی نابکار موا نابکار باپ
ناراضگی سے جاتے ہو ہو گا نہ حج قبول ‏ ماں زار زار روتی ہے اور زار زار باپ
نامی سڑی کی بیٹی ہوں لیلی کی جائی ہوں ‏ مجنوں تھا قیس میرا غریب الدیار باپ
کنجڑے کی میں نہ جائی نہ تم ہو قصائی کے ‏ میرے تمہارے دونوں کے ہیں ذی وقار باپ
بچے کو اس کے کہہ نہیں سکتے حرام کا ‏ جیتا ہو جس کا اے بوا ہو آشکار باپ
بیٹے کو رنڈی رکھنے کو بلوا دے چوک سے ‏ ہوتے بہت ہیں کم اجی ایسے بھی یار باپ

پے کی ردیف اور طرح بھی کھولے جان
کب تک سنے یہ جاؤں پچھے بار بار باپ

ردیف پ

بی حور کا معاف کریں اب قصور آپ ‏ خلعت دیں سرفرازی کا اس کو حضور آپ
دل باغ باغ کیجئے خدمت میں لائیے ‏ نرگس کو بار بار رہے ہیں جو گھور آپ
کیسی گدھی ہو بچوں کا کھانا ہو ہو نستی ‏ راتب تو تین ٹٹو کا جاتی ہو تھور آپ

مصری نے بھیجی مصر سے افیون آئی ہے کس رنگ کا ہے پی کے تو دیکھیں سرور آپ
بی بی عبث تمھارا فہیم النساء ہے نام ناداں بچوں سے ہیں سوا بے شعور آپ
دانائی سے بعید ہیں کھیلا پنے کے ڈھنگ نعمت کو ڈھونڈنے کو چلیں دانا پور آپ
شعلے بھڑکتے دل میں ہیں کرتی ہو جل کے بات رکھتی ہیں گرم آٹھ پہر یہ تنور آپ
پھٹکار ہے برس رہی صاحب حرام سے آئینہ لے کے دیکھئے منہ کا تو نور آپ
منگل کے دن میں گوشت نہیں کھاتی ہوں کبھی پکوائیے گا میرے لئے کل مسور آپ
ماں باپ کی میں بیٹی پچھل پائی سے بُری بازار سے پری کوئی لے آئیں حور آپ
نزدیک آپ کے کوئی کیا بد بلا ہوں میں رہتے ہیں مجھ نگھتی سے جو دور دور آپ
بچہ نہیں ہے پیٹ میں آزار ہے کوئی دائی کو باجی بھیجیے اپنی ضرور آپ
نفرت ہے مجکو اے میاں بھاتا نہیں فریب جورو سے اپنے کیجیے یہ مکر و زور آپ

میں فیض آباد جاؤں گی بھابھی کو دیکھنے
لے جان جائیں شوق سے اب کانپور آپ

میرے دل میں ڈالنے کو آئے تھے ناسور یہ کر چکے تعریف سوکن کی میاں منظور آپ
بیگماجی پوچھتی ہیں آپ سے چھوٹی بہو میرے گھر سے پاس ہیں کے پیسے ڈولی دور آپ
بوڑے کو فقر کے شاہی کا سمجھی تخت ہو توڑ کے جو پاؤں بیٹھیں بن گئیں تیمور آپ
مانگنے اٹھو گی گل تکیہ سے پھر بی بودلی۱؎ صبر سے کیجیے قناعت دھیں میں سور آپ
تاک میں تھے ہو بڑے موذی تم اے چھوٹے میاں کر گئے خایہ غلامان۲؎ زہر مار انگور آپ
شوم پچھمی سے بوا یہ صاف کہتی ہوں میں ہاں عورتیں بیاگی ہوں وڈین کی میں عور آپ

۱؎ بودلی یعنی احمق ۲؎ خایہ غلامان = انگور کی ایک قسم ہے۔

ہم کریں گے آپ کو اس روز بس جھک کر سلام / آئیں گے محشر میں جب یہ اوڑھ کے سمّور آپ

گرمیاں یہ او ہی اوروں کو تمھاری بھائیں گی / ٹھنڈے ٹھنڈے ہو جیے گھر سے مرے کافور آپ

لڑ پڑیں ہمسائی باجی میں نے جو ہنس کر کہا / اب کے کیا برسات میں لگوائیں گی مزدور آپ

کس نبختی نے کھلا دی او ہی یاقوتی تمھیں / پاؤں قابو میں نہیں یہ نشے میں ہیں چور آپ

کس موئی کی بھیجی آئی یہ فلک سیر آپ تک / مجھ ددا اُجڑی سے تو کچھ کیجیے مذکور آپ

بوڑھا چونڈا میرا مونڈواؤ گی بنّو واہ وا / اختیار اپنا تمھیں کیا ہیں ابھی مجبور آپ

کیا غضب ہو یہ جو سُن پائیں بڑے چھوٹے حضور / تم کو رسوائی ہوئی ہے اپنی تو منظور آپ

اب چھپاتی ہو چھپاؤ پھر نہ کہنا مجھ سے کچھ / اپنے دل کی ہو گئیں مختار بے دستور آپ

چڑھ کے چھاتی پر لہو پی لوں گی نُوجلّو وہیں / شاہزادی ہو تو ہو یہ دل میں ہیں مغرور آپ

میں ددا جلادنی ہوں دل میں تم سمجھی ہو کیا / میرے مُجرے کو نہ آنا ہو جیے کافور آپ

سو رہو کمرے میں اب مُنہ پر دوپٹا تان کے / اس میں بہتر ہے کہا میرا کریں منظور آپ

میر موسیٰ کے بہو سے لکھنا پڑھنا چھوڑ کے / ہیں بجانا سیکھیں اب نامِ خدا طنبور آپ

آج ہی جا کر کہوں ملکہ سے دسترخوان پر / اب جو رقعہ آئے شادی کا کریں منظور آپ

روکنے سے میرے مرشد زادی اُڑ کتیں نہیں / میں تو ہوں مجبور اس میں ہیں نہیں مجبور آپ

جان ہے فاقوں سے سولی پر کیے جاتے ہو شعر
جانصاحب اس زمانے کے ہیں بس منصور آپ

ردیف ت

باجی لیلی تمھیں مجنوں کی ہے بھائی صورت / مجھ زلیخا کو تو یوسف کی خوش آئی صورت

بُت بنی بیٹھی رہی حُسن کی مغروری سے / دیکھنے آئی مری ساری خدائی صورت

پھیر لیتے جو ہو منہ دیکھ کے مجکو مرزا
کون سی رکھتی ہے بندی کی بُرائی صورت

ایسی مُنہ چور ہوئی ایسی چرائی آنکھیں
دو برس تک نہیں نرگس نے دکھائی صورت

رنڈی مغرور ہے اس نے نہ کیا مجکو سلام
بولا قاضی یہ ہے دینے کی دہائی صورت

یار کی چاہ خصم سے ہے زیادہ ہوتی
ہر گھڑی رہتی ہے آنکھوں میں سمائی صورت

دل موا پیار جسے کرتا ہے کہتا ہے اسے
اپنے ہاتھوں سے ہے خالق نے بنائی صورت

بعد برسوں کے خصم آیا رہا رات کی رات
میں تو جی بھر کے نہیں دیکھنے پائی صورت

کون سے لعل لگے شکل میں یاقوت کے ہیں
بی جواہر کو جو گولا سی یہ بھائی صورت

کھائی کا مُنہ نہ نہائی کے کبھی چھپتے ہیں بال
خود بنا دیتی ہے یہ اپنی صفائی صورت

جانصاحب نہیں بچوں کو بھی پہچانتے ہو
مرتے دم موت نے یہ دل سے بھلائی صورت

ان ایک پلکوں میں ملتی ہے چار کی صورت
چُھری کی سوئی کی قینچی کٹار کی صورت

علی کی تیغ پڑے جھوٹ اس کو جو سمجھے
بھویں ہیں حیدری کی ذوالفقار کی صورت

قلی ہو پاجی ہو بھڑوا ہو مسخرا یا ہو
ہے ان کی لکھنؤ میں روزگار کی صورت

یہ پوچھے جاتے ہیں چاروں کی قدر ہوتی ہے
شریف کے ہے نہیں اعتبار کی صورت

ذلیل سب سے سوا اب ہے شاعری کا فن
نہ شاعروں کی رہی کچھ وقار کی صورت

دکھائے اپنی نگوڑا حرامی خرمستی
صلا نہ کوڑی دے بولے حمار کی صورت

اس اُجڑے باغ کی بلبل ہوں اے بوا گلشن
سوا خزاں کے نہ دیکھی بہار کی صورت

پھنسی نہ جال میں صیاد خاں کے میں بلبل
فریب دینے کی اس نے ہزار کی صورت

یہ حُسنِ آبرو کھوئے گی جو بری کے لئے
بکے گی یہ بھی جوا ہر نگار کی صورت

ہر ایک مرد کی سینے پہ آنکھ پڑنے لگی — ہوئی کچوں کی جو کچھ کچھ اُبھار کی صورت
اور اب تو وہ ہے مثل یک انار صد بیمار — ہوئی ہیں چھاتیاں جب سے انار کی صورت
مجھی کو دینے کو سوتا پالائی تھی باندی — ملاؤں خاک میں اس نوبہار کی صورت
سدا بہار یہ نطفہ تو میر گل کا نہیں — ہوا گلاب کا بچہ گنوار کی صورت

یہاں سے جان چلا کربلا معلا کو
خدا دکھائے نہ پھر اس دیار کی صورت

ردیف ٹ

چھوٹی بڑی کیونکر نہ ہو نیچے کی پڑی چوٹ — نرگس مرے اس آنکھ میں آئی ہے بڑی چوٹ
چھڑکا ہے لہو سوئی سے انگلی کو نچو کے — جب چوب گئی آنکھ سے دوبار جھڑی چوٹ
تیمور کی ہمدرد ہیں شمشاد و صنوبر — تقدیر کے ہاتھوں سے یہ پالٹ[ل] کی پڑی چوٹ
ق
لنگڑے ہوئے جھولے سے گرے پینگ تھے دیتے — بیٹھے یہ نہیں۔ کھائی ہے دونوں نے کھڑی چوٹ
بجتا تھا گجر ہاتھ جو اُکھڑا نہیں بیٹھا — ایسی لگی گھڑیالی میں کمبخت گھڑی چوٹ
ق
تھا مرد کڑا ناف نلے ٹل گئے دونوں — دھکے سے کمر کولے میں گو آئی بڑی چوٹ
پروا نہیں کسبی ہیں رہے دائی سلامت — خاطر ہی میں لاتے نہیں ہم نرم کڑی چوٹ
اندھیر ہے ہونٹوں کی مری چوس لی مسی — کھلوائے گی منہ کی یہ تمھیں دھوکا دھڑی چوٹ
سوتے میں ستاتے ہو میں ماروں گی تماچا — منہ ٹوٹے بلا سے مرے لگ جائے بڑی چوٹ
آیا تھا بڑے دعوی سے بس ہو گیا پل سے — پہلی ہی کڑی مردوے سے ایسی لڑی چوٹ
تم دال کی منڈی کے ہوائے جان ہے یہ دال — کہلائے ردیف آپ جو ہیں ایسے سڑی چوٹ

ل پالٹ لکڑی پھینکنے والوں کی اصطلاح میں وہ ضرب ہے جو حریف کے پانوں پر مارتے ہیں۔

پشم پر ہم نے سب کا مارا لوٹ — سر نوشت اپنی ہے ہمارا لوٹ

ساکھ جس کے کبھی نہ جائے گی — اس مہاجن نے یہ سکارا[۱] لوٹ

انگریزی رہے قیامت تک — دے نہ اک دن کہیں خسارا لوٹ

بھولے بیٹھے ہوئے خدا سے تھے — زندگی کا تھا یہ سہارا لوٹ

اب جوانی کہاں جو پوچھیں مرد — کون بڑھیا کو دے دوبارا لوٹ

حسن کی اپنی پہلی ہے دولت — یوں کیا ہم نے آشکارا لوٹ

اس جواری خصم کا من میٹوں[۲] — اوہی پو چھکے پر وہ ہارا لوٹ

ہو گئے دیکھتے ہی نٹے ہرن — باؤ آدھا رہا نہ سارا لوٹ

ہاں ہاں کرتی رہی چبا ہی گیا — آنکھوں کے سامنے چکارا[۳] لوٹ

جان کی طرح اس کی حافظ تھی — مجکو بچوں سے تھا وہ پیارا لوٹ

لئے جاتا تو ہے نہ جائے مگر — دیکھ کر بھیجو استخارا لوٹ

بیچ لیتی ہو جانصاحب تم
جنیا ہر شعر ہے تمھارا لوٹ

ردیف ث

یہ ہوا سر میں سمائی موئے ناشاد عبث — گھر نشیمن کی روش کرتا ہے برباد عبث

دونوں مہمل ہیں صنوبر بھی محل سے نکلے — ایک شمشاد کو تم کرتے ہو آزاد عبث

لال خاں خون کرے گا ترا اک دن لالن — جان کے تو نے خصم یہ کیا جلاد عبث

۱؎ سکارا ماضی ہے سکارنا سے جس کے معنی ہیں ہنڈی کا روپیہ ادا کرنا ۲؎ من میٹنا۔ قربان کرنا۔ صدقے کرنا ۳؎ چکارا ایک قسم کا چھوٹا ہرن ہے۔

کہتے ہیں اشرفی خانم سے کہ کر تو نالش
میر ارشاد علی کا ہے یہ ارشاد عبث

پہلے ہی چاہئیں اسٹام کے کاغذ کو روپے
ہو کے نادار چلی کرنے ہیں فریاد عبث

دے نہ اک پیسا وہ ہے کوڑیا خانم رنڈی
دم گو اہی کا موا بھرتا ہے امداد عبث

بی فضیلت مرا گھروالا بڑا فاضل ہے
اب وکالت لگا کرنے نیا کیا د عبث

خضر کی شکل ہے شیطان کی خو پیدا کی
کھوتا دنیا کے لئے دین ہے ناشاد عبث

تلخ کی زندگی شیریں کے لئے اُجڑے نے
اے بی آبادی کیا جان کو برباد عبث

ق

سخت مہمل تھا پڑیں عقل پہ اس کے پتھر
پھوڑ کے سر کو موا مر گیا فرہاد عبث

ایک دم بھر کے تو جینے کا بھروسا ہی نہیں
کرتے حاکم ہیں بوا قید کی میعاد عبث

وہ بھی مانی کی طرح دیکھ کے ہوگا بیہوش
کھینچے آیا ہے نقشہ موا بہزاد عبث

جانصاحب ابھی اس فن میں نہیں ہو کامل
کر کے شاگرد چچھے بن گئے اُستاد عبث

ہے بگڑتی پری خانم سے نبی جان عبث
ہو کے دانا موئی بنتی ہے یہ نادان عبث

شرع میں او ہی دُگانا یہ نہیں بات درست
تم مسلمان سے بھی لیتی ہو تاوان عبث

بالیاں بجلیاں اپنی ہی پنہا دو اس کو
بالے پن میں ابھی چھدوائے تھے یہ کان عبث

بند ہو جائیں نہ یہ نیم کے تنکے ڈالو
ساس کا کہنا بُرا سمجھی موا اس آن عبث

موئی مسّی کی نشانی ہے ترا ین بنّو
کان کرتی ہو کھڑے ہو کے پریشان عبث

ماں کے ہوتے ہوئے میں کون ہوں بھاپھا کٹنی
کرتی اس بچی پہ جی جان ہوں قربان عبث

جس میں تل بندھتے تھے کھلی نہ رہی وہ امان
پیلتی تم ہو مجھے کو ٹھوسی ہر آن عبث

مجھ بہو اُجڑی کا تم ساس سے ہے ناک میں دم
لڑتی ہو سر یہ چڑھا رہتا ہے شیطان عبث

مانگ میں آگ لگی کوکھ جلی ہوں جھلسی ۔ خود پشیمان کو کرتی ہو پشیمان عبث
آپ کے بیٹے کو میں کھا گئی ڈاین ہی سہی ۔ میں تو ایسی نہیں تم کرتی ہو بہتان عبث
نو جنے بچے رہا تیس برس گھر آباد ۔ آج یہ آپ کا فرمانا ہے اس آن عبث

قدر کیا پیلے کی ہے اس کو جو پوچھے گا گوئی
جانصاحب یہ کہا دوسرا دیوان عبث

حفظ کی اس سے بڑی روٹی ہوا از بر حدیث ۔ کام قرآن آئے گا یا قبر کے اندر حدیث
کیا ہے منہ جو بات مجھ سے کر سکیں منکر نکیر ۔ ہے خدا یکتا کہوں حق حق پڑھوں اکثر حدیث
ہے عجب معشوق یہ قرآن خالق کی زباں ۔ اے بی بندی جان اس کے واسطے زیور حدیث
حق ہے حق نے بھیجے بندوں کی ہدایت کے لئے ۔ آل پیغمبر کے حق قرآن پیغمبر حدیث
دین کے دشمن کی دشمن دوست کی میں دوست ہوں ۔ روح ہے میری بڑی روٹی تو ہے دلبر حدیث
قبر کے اندر نہ آنا سنیئے ہو منکر نکیر ۔ سن لو تم قرآن باہر سن لو تم باہر حدیث
وہ ہوں پردے والی کام اپنا کیا دیکھی نہ جنگ ۔ مجھ سے ملک الموت بھی سن کے ہوئی ششدر حدیث

جانصاحب عاشقانہ شعر اب اس میں کہو
ہے زمیں ث کی نئی نکلی بہت بہتر حدیث

قیس مجنوں ہو گیا ہے عشق کی پڑھ کر حدیث ۔ حسن کا لیلی کے بندہ ہے یہ ہو باور حدیث
عشق کا وہ مرتبہ ہے عشق ہے خالق پسند ۔ مصطفے المحبوب حق کا دال ہے اس پر حدیث
عاشقہ ہوں اپنے پیغمبر کی میں بلقیس سی ۔ عشق کی پڑھ دوں سلیمانی پری ستّر حدیث
ہیں بھویں حسنین کی کعبہ مدینہ کربلا ۔ چہرہ مصحف خط ہوا تفسیر یا اطہر حدیث
اک موے کافر نے ہے قرآن کا لکھا جواب ۔ بعضے مردے کر گئے وضعی اجی اکثر حدیث

ذبح کر ڈالا ابھی دل میں گناہوں کے سبب — جب سُنی خنجر ہوئی حق میں مرے نشتر حدیث
قیس اور فرہاد تھے نامی محدث عشق میں — جو سُنی ایسی نہ میں بھولی کبھی دم بھر حدیث
جانصاحب کم ہوئی حرمت نہ کچھ قرآن کی
باندھنو باندھا ہے ان کی کھل گئی ہم پر حدیث

دل میں مجھ سے تجھے اس بات کا ہے دھیان عبث — اس تمنا میں مرے گا یہ ہے ارمان عبث
پڑھ تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ — گھیرے ہمزاد کی صورت ہے یہ شیطان عبث
مجھ سے گر عقد تھا کرنا تمہیں حافظ مُلّن — یاد اس بندی کو کروانا تھا قرآن عبث
مُنہ اُٹھائے چلا آتا ہے محل میں ہر ایک — بی محلدار ہیں ڈیوڑھی پہ نگہبان عبث
رنڈیوں کی یہ اچاپت میں ادھر جائے گا — رکھی عیاش نے پرچون کی دوکان عبث
بیٹی ماں باپ کی ہو رچھینی کالی دھیمر[1] — آگے اس کی ہے صفت پریوں کی اے جان عبث
گر بنی جان کو باور نہیں مجھ سے تو کہیں — پاس بلقیس کا کرتے تھے سلیمان عبث
کھا کے کیا جائے گی کیا آئے گی کھا کے خیلا — تین من دھانوں کو یہ چاٹتی ہے رجدھان عبث
آپ سے مردوے بنتے ہیں یہ خود دیوانے — عشق میں یوں کے جاتے ہیں پرستان عبث
لوں میں تو چیزیں فقط گنتی گنانے کے لئے — ایسے تورے[2] کو سلام آئے ہیں نو خوان عبث
ہاں کھلاتی وہ ہمیں اپنے مزے کے خاطر — صاف تو کہتا ہے تم کرتی ہو احسان عبث
سمدھیانا تو ہے نادار تمہیں خیر ہے کچھ — ناچ گانے کا میاں کرتے ہو سامان عبث
حشر کا ڈر نہیں شیطان کے بہکانے سے — کرتا مغروری ہے دنیا میں یہ انسان عبث
جلد اے جان کہیں جیم کی اب آپ ردیف — حسن کا شعر میں اور عیب کا ہے دھیان عبث

---

[1] دھیمر کنایۃً کالے آدمی کو کہتے ہیں [2] تورہ وہ مختلف اقسام کے لذیذ کھانے ہیں جو خوانوں میں لگا کر بڑے تکلف سے تقریبوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔

ردیف ج

اک پیادہ ڈھونڈھتا آیا تھا اک اسوار آج
آ چکے ہیں صبح سے مشکی کے دو لگوار آج

خوش نظر یہ پیار سے گھوری انہیں اکبار آج
دونوں بچے ہو گئے نرگس نسا بیمار آج

آئینہ مصحف صفر کے چاند میں ہیں دیکھتے
چاند دیکھو کھینچ کے شمشیر خان تلوار آج

بندی سر قدموں پہ رکھے سرپرستی وہ کرے
ہے نہیں ایسا کوئی منصور خاں سردار آج

آیا تعیناتی سے گھر والا امرا برسوں کے بعد
آ نہیں سکتی میں تجھ تک اے موئے زنہار آج

مارتی پاپوش پر ہوں ایسی روٹی آپ کی
جوتیاں ماروگی کل دیں گالیاں دو چار آج

ڈولی منگوا دو مجھے ہو جاؤں میکے کو سوار
پھٹے سے منہ مجھ سے کی بے وجہ کی تکرار آج

دیکھنے کو جو حیا تن کے گیا ٹھنڈا ہوا
گرم ہے اس کی گلی میں موت کا بازار آج

دانت کے شانے کے ٹوٹے دانت سب سلجھے نہ بال
کی جو کنگھی زور سے شانہ ہوا بیکار آج

خرچ یوسف نے نہ بھیجا کل نباتی جان کو
مصر کا دکھلائے گی مصری کو وہ بازار آج

الٹی سیدھی سوت مرزائی سے ہو تقریر نوج
میں گریباں گیر ہوں یا وہ ہو دامنگیر نوج

چار خط میں لکھ چکی لکھا نہ اک خط کا جواب
عاشقانہ اس کو میں نامہ کروں تحریر نوج

حرف ہے عزت میں آتا ایسے لکھنے سے جناب
آ تو صاحب خط کتابت کی کروں تدبیر نوج

ہو موا بہزاد یا مانی موا ارژنگ ہو
مردوا ہو کے مری کھینچے کوئی تصویر نوج

چودھری چودہ کے زائیدے مثل مشہور ہے
ہو واجی منصب کے قبضے میں مری جاگیر نوج

ہو گیا شیطان ہے مردود میراثی کے دودھ
اور انّا میں ہو میرے دودھ کی تاثیر نوج

ایک دن مرنا ہے بیشک بات پر منحوس ہے
کربلائی جیتے جی ہو قبر کی تعمیر نوج

اس کی تو چاندی بنے کشتہ ہو میری آبرو — اس طرح حاصل مہوس سے کروں اکسیر نوج
منہ لگاتا ہی نہیں کمبخت میں بھابھی کو کوئی — اپنے بیگانوں میں ایسی ہو مری توقیر نوج
اے بوا بھینجی سٹرن نے تیں کڑیاں توڑ گے — اب پری خانم کو مانگے دوں کبھی زنجیر نوج
سچ نصیبن نے کہا بدبخت تو ہے لاجواب
جانصاحب اور کی تیری سی ہو تقدیر نوج

کرے نہ سوت سی دشمن کو بھی خدا محتاج — خدانخواستہ ہوا وہی آشنا محتاج
یہ شاہزادی سے اک مرد نے سوال کیا — عطا ہو حُسن کی دولت میں ہوں گدا محتاج
نگوڑے مرد جو بھگدڑ میں کبھی نہیں بھاگے — اُنھوں نے لوٹا محلے کو کردیا محتاج
لُٹے ذرا بھی نہیں کہتے ہیں کہ خوب لُٹے — یہ اُن کی لکھتا ہے خسّت کا ماجرا محتاج
عوض میں دینے کے دلوائیں دھکّے گالیاں دیں — جو اُن کے در پہ کوئی جا کے ہو کھڑا محتاج
کہیں کہ تجھ سے سوا ہم فقیر ہیں چل دور — یہاں نہ کوڑی ملے گی ہوا ہو جا محتاج
یہ حال اب ہے زمانے کا صوفیہ خانم — کہے جو وجد میں آکے بُرا بھلا محتاج
جو سنّے والے ہیں وہ بے حیا کے دادا ہیں — کھڑے سنیں نہ ہو پروا کہ کیا بکا محتاج
کچھ اور شعر اسی رنگ میں کہواے جان
ہے فاقہ کش نہیں اک تم سا دوسرا محتاج

اس انقلاب نے ہر ایک کو کیا محتاج — زمانہ ہو گیا بھگدڑ سے اے بوا محتاج
دیا خدا نے ہے جن کو حقیر چشم ہیں وہ — کسی روش نہیں نرگس بوا ذرا محتاج
کیا ہر ایک کو ملکہ معظمہ میں نہال — امیر چھوٹا بڑا اک نہیں رہا محتاج
تصدّق اپنا عطا بھجلی سب کو کی تنخواہ — وثیقے والوں میں ہے کونسا بھلا محتاج

رحیمہ ایسی کریمہ ہیں عادلہ ملکہ — خطا معاف کی کُل کی غنی ہو یا محتاج

امیر ہفت ہزاری رئیس پوتڑوں کے — کریں جو ایسے تو کیوں دے نہ بددعا محتاج

اُڑیں یہ مرغ کبوتر بٹیر کنکوے — اُٹھے حرام میں پیسا تو پائے کیا محتاج

وہ خر دماغی سے سائل کو یہ جھڑکتے ہیں — ہے ان کے سامنے کتا سو گدھا محتاج

ملے گی حشر میں اس قدر گی انھیں لذّت — اب آگے اُن کے نہیں مال کچھ ذرا محتاج

یہ او ہی دُنیا کے کُتّے نگوڑے کیا جانیں — کہ جیسا رکھتے ہیں عقبیٰ میں مرتبا محتاج

یہ ہم سے ہوں گے وہاں ان سے ہم وہاں ہوں گے — ہر اک بجا کو بنائیں گے یہ بچا محتاج

خدا غنی ہے حقیقت میں اور کُل ہیں فقیر — کسی کو رکھتا نہیں ہے سدا خدا محتاج

جلے پھپھولے نہ اے جان چھوڑو جل کے
مزا ہے شمع کی صورت جلے سدا محتاج

ردیف ح

کیا لطافت کی ہے شے اس نے بنائی ارواح — یہ نظر آئی بھی اور ہے نہیں آئی ارواح

بعد مرنے کے بُروں کی ہے بُرائی کرتے — ہاں بھلوں کی ہی ہوا کرتی بھلائی ارواح

ہے بدن میں تو عیاں او ہی نہاں ہے ایسی — دیکھنے میں نہیں دیتی ہے دکھائی ارواح

جسم کی جیسے تجھے شاق جدائی اب ہے — شاق ہے جسم کو بھی تیری جدائی ارواح

رہے دنیا میں مکان اور مکیں دونوں خراب — تو نے راحت نہ ترے جسم نے پائی ارواح

او ہی تم دونوں کو محشر میں بھی دے گی ایذا — آہ ان میرے گناہوں کی برائی ارواح

اسی صورت سے نکلتی ہے یہ اے جان موئی
جس مصیبت سے ہے قالب میں سمائی ارواح

ردیف خ

مہرن فسا کی لڑکی ہے بدرن کمال شوخ — بڑھنے تو دو گھٹنوں پہ ہو گی چھنال شوخ

غلمان و حور سے ہے سوا آدمی میں حُسن — پریوں کا ایک چہرہ ہے اور چال ڈھال شوخ

یہ رنج بھی گوارا ہے راحت فسا بوا — دیتے ہیں بچے دل کو نہایت ملال شوخ

شاہانہ بیگماتی کُسم کا یہ رنگ ہے — پکا ہی رنگ ہے نہیں رنگت میں آل شوخ

بچے امیر کے اجی شوخی کریں ہزار — اِن کو کوئی کہے یہ ہے کس کی مجال شوخ

سر کورے استرے سے یہ منڈوائے گا بوا — کرتا ہے کیا ہی دیکھو جواب اور سوال شوخ

ہر بات میں اُلجھتا ہے کنگھی کی طرح سے — چلتی زبان قینچی سی ہے قیل قال شوخ

دیوان دوسرا ہے نیا بس بکے گا کیا — یہ ماند مال ہے نہیں تازہ ہے مال شوخ

شیریں نے کوہکن کا کیا خون کیا عجب — مشہور ہوتے آئے ہیں صاحب جمال شوخ

اے جان اس بڑھاپے میں بھی تو جوان ہے
بچوں کی طرح سے ہے طبیعت کمال شوخ

منگوائی گون سبز تھی وہ لائے بہن سرخ — قطامہ بنوں پہنوں محرم میں گون سرخ

پہنے ہوئے جوڑا ہی تو آئی تھی دلہن سرخ — اک روز کی بیاہی کا مناسب ہے کفن سرخ

کیا نیل کی منہدی کے بھپارے میں تھی پتی — نیلا ہوا پڑ دمرا اے دائی بدن سرخ

پھولا جو ہوا ڈھاک ہے اک آگ لگی ہے — آتا ہے نظر گرمیوں میں کوسوں ہی بن سرخ

گولا سی ہے رنگت تری تو آگ کا پُتلا — غصے سے نہ کیوں منہ ہو ترا شام برن سرخ

کالا ہے حبش شہر اجی شام ہے گورا — کشمیر ہوا زرد بدخشاں ہے یمن سرخ

اک مردوے نے سینے پہ گل مجھ پہ جو کھائے — اے جان نظر آ گیا لالے کا چمن سرخ

ردیف د

بھویں بڑھاپے میں کیونکر کریں جوان پسند
کوئی بھی کرتا ہے اُتری ہوئی کمان پسند

کسی کے مُنہ سے نہیں ہے مری زبان پسند
بوا فصیح کو کرتے ہیں خوش بیان پسند

اُدھر میں خاک ہے میری ہوا کے ہاتھوں سے
زمین پسند نہ ہوں اوہی آسمان پسند

خصم کسی کا نہیں کُھپتا اپنی آنکھوں میں
ہمیں ہے مردوے کی اپنے آن بان پسند

چچے ہو لوٹا نہ رکھواؤں اپنی چوکی پر
کریں تم ایسے مجھے اب خدا کی شان پسند

کمر کے ڈھیلے ہی اچھی بُری ہیں دیکھتے شکل
کڑے نہ کرتے ہیں صورت نہ ناک کان پسند

کہانی اپنی جو بیتی سناؤں مردوں کو
کسی کی پھر نہ کبھی آئے داستان پسند

میں اس وکیل کی جورو ہوں جس کا حاکم نے
ہزار بار کیا ہنّو امتحان پسند

خراب ہوں گے محلّے کے بچّے اے باجی
کیا ہے کبھی نے ہمسائے میں مکان پسند

جوان کے دام ہوں اے جان پھیر لا دو تم
نہ حُسن وان یہ ہے اور نہ پاندان پسند

کیوں نہ موباف کی کلیاں ہوں گل اندام پسند
جانور مردوئے کرتے ہیں یہ گلدام پسند

اب تو کبھی نہ قصائی ہے نہ حجام پسند
سارا دھامائی کا اس دور میں ہے کام پسند

تم سے لہنا[1] نہیں قسمت میں اُلہنے[2] کے سوا
وہ بُری ہوں مرا اچھا بھی نہیں کام پسند

پھول اس واسطے انگیا میں ہیں رکھے محرم
کوئی چڑیا کا پھنسنے آئے یہ گلدام پسند

نام قرآن میں تو مصحفی خانم نکلا
آیا یاسین علی باپ کے بھی نام پسند

رسّی جل جاتی ہے رسّی کا نہیں بل جلتا
بات بد کرتے ہیں ہر وقت میں بدنام پسند

---

۱ لہنا بمعنی نفع - فائدہ ۲ اُلہنا بمعنی الزام -

چاہتی ہے یہی دانائی نہ دیکھے آغاز
مرد ہو یا کہ ہو رنڈی کرے انجام پسند

اس میں اے جان میں اب نوج نہانے جاؤں
میر باقر کا نہیں ہے مجھے حمام پسند

ردیف ذ

دال دلیا ہی نہیں ملتا کجا کھانا لذیذ
کھالیا جو مل گیا سمجھی بہت کھایا لذیذ

شکر ہے رزاق کا ہر حال میں اے دانیال
ہم کو یہ سو نعمتوں سے ایک ہے فاقا لذیذ

اے بی شیریں سچ مثل ہے ہم مسلمانوں کو کیا
کھیر گر پکے چماروں میں بہت تحفا لذیذ

ہاتھ میں بے شبہ اب لذت ہے لذت بخش کے
جو پکایا اس نے بی نعمت نسا اچھا لذیذ

اور پکانا تو سلونے پر سلونا ختم ہے
بڑھ کے شیریں سے پکایا کس نے ہے میٹھا[1] لذیذ

ہے بہت کم سن میاں جورو کو ہونے دو جوان
ٹھنڈا کھانا گرم کر کے کھاؤ گے ہوگا لذیذ

جانصاحب حق تو یہ ہے فکر یہ پختہ نہیں
دم نہ کھانے پائے جو ہانڈی ہو کیا بھیا لذیذ

ردیف ر

کیا ہوا میں نے نکالے جھاڑ کر سو بار پر
شل گئے قسمت نے بازو ہو گئے بیکار پر

محکمے میں مہر کی روشن نے اس اظہار پر
شمع والی سیج ہے پروانہ ہے تھانہ دار پر

میری محرم سے نگوڑا لال خاں محرم ہوا
چور منہدی کا چڑھا انگیا کی کب دیوار پر

میان سے باہر ہوں قبضے میں آوں گی کبھی
شوق سے رکھ دیں گلا شمشیر خاں تلوار پر

دھگدھگی میں رات سے نرگس کا دم ہے اے بوا
دن نہیں کٹتا نظر آتا ہے اس بیمار پر

---

[1] میٹھا بمعنی حلوا۔

ناک چوٹی کاٹی جائے سچ میں کہتی ہوں اجی
مشکی عنبر سے رہے کھل جائے گا سرکار پر

جانصاحب بات کا یوں ہے یہ منصور جاں
حق ہی بولے جائے گا گو رکھ دے حاکم دار پر

جسے چاہے کردے یہ بہتر سے بدتر
نہیں کوئی شے ہے مقدر سے بدتر

نصیبن خصم رنڈیوں کو ہے ملتا
مقدر سے بہتر مقدر سے بدتر

مثل ہے جسے چاہے پی وہ سہاگن
وہ بہتر سے بہتر ہیں بدتر سے بدتر

مرا لاکھ کا گھر کیا خاک اُجڑے
نہ چھوڑی کوئی چیز بدتر سے بدتر

کڑی بات اے جان چبھتی ہے دل میں
یہ کانٹے سے بدتر یہ نشتر سے بدتر

ردیف ز

آج کل حاضر رہو سرکار میں اے جان روز
مانجھا آنے والا ہے تم رکھو اس کا دھیان روز

ان دنوں ڈیوڑھی پہ ہر دم تم کو رہنا چاہئے
اے میاں مجہول احدی[1] کھولتی ہو کان روز

جب برآمد ہو بنا خورشید مرزا ذی وقار
تم بلائیں لے کے ہو آیا کرو قربان روز

کیوں نہیں جاتی ہو کیا مہندی لگی ہے پاؤں میں
میری ننھی جان کے بنتی ہو تم انجان روز

جس قدر جوڑے بٹیں گے دس مہینے تو ہوئے
قطع ہوتے دیکھتی ہوں گلبدن کے تھان روز

پاؤ آدھی ساری ہینڈی پاؤ گی بٹنے تو دو
ہو دعا بھی مانگتی شادی کی تم ہر آن روز

جشن سے جمشید کے شادی کہیں ہو گی سوا
ایسے ہی ہوتے ہیں شاہانہ اجی سامان روز

منجھلے صاحب چھوٹے صاحب ہیں بڑے عالی دماغ
رسم جو ہو وہ اعلیٰ ہے یہی فرمان روز

---

[1] احدی۔ شاہی میں ایک منصب دار ہوتا ہے۔

جلد دیکھیں آرسی مصحف کہیں دولھا دلھن
مانگتی یہ ہوں دعا پڑھ پڑھ کے میں قرآن روز

زرد جوڑا تم جو پہنو گے ہنسے گی زعفران
دم کرے گی ناک میں رنڈی بٹری سلطان روز

دوڑ کے لاتا ہے کوڑی زر دیہ میرا ببیا
پھبتیاں تم پر کہے گی وہ اجی شیطان روز

عرض کرنے سے مرے بچے کو نوکر رکھ لیا
شکر ہے واجب ادا کرنا دوگانا جان روز

زرد ہو جوڑا پہن کے نیلے پیلے سوت سے
بھیجتے جس کے لئے زردے کے ہونو خوان روز

یاالٰہی شادیاں ہر روز اس گھر میں رہیں
عیش کرتے اب تو ہیں اردنہ ودیوان روز

ریختی مطبع میں جائے گی یہ اب سن لیں حضور
جانصاحب کا ہے چھپتا آج کل دیوان روز

ردیف س

چاندی کا ہے نہ سونے کا زیور ہمارے پاس
کندن فقط بھرم ہے کہاں زر ہمارے پاس

لیلیٰ جو دیکھے چھوڑ دے مجنوں کو ایسا ہے
دیوانہ مردوا پری پیکر ہمارے پاس

لی مفت چھینی لال نے موتی کی آبرو
سچی خبر یہ لائی ہے گوہر ہمارے پاس

نو چندی کے سوا کہو قمرن نسا بوا
بلوائیں گے وہ آئیں گے کیونکر ہمارے پاس

کھلواؤں فصد نوج میں اس کنگلے نائی سے
کہتا ہے پتلا ہے نہیں نشتر ہمارے پاس

گھر لکھ گئے وہ مہر میں قاضی کی مہر سے
کھرے کا کھرا لکھا ہے محضر ہمارے پاس

مشکی کے ہاتھ بھیج دے ماما کالے تل
آئے میاں بلال نہ قنبر ہمارے پاس

پیدا ہوئے جو ہم ہیں محرم میں چاندخاں
آتی خوشی نہیں اجی دم بھر ہمارے پاس

کٹواؤں ناک چوٹی اگر کچھے باغ سے
شمشاد اب جو آئے صنوبر ہمارے پاس

پھروں ہی تڑپا تھیں اگر بات کی لگی
لوٹن موا ہے دل یہ کبوتر ہمارے پاس

وہ رات شب برات شب قدر ہے ہمیں — جس روز مرد وار رہا شب بھر ہمارے پاس
فولاد خاں گزرنے لگے ہم پہ دن کڑے — آیا نہ جب سے نس کٹا جوہر ہمارے پاس

قطعہ

جمشید خاں سکندری رنڈی کا نام ہے — آئینے والی نے ہے لیا گھر ہمارے پاس
دوں اپنا آئینہ اسے قلعی کے واسطے — اس کے خصم کو لاؤ بلا کر ہمارے پاس
مصری منگائے کھنڈا[۱] تو ساجھے میں پکے کھیر — ٹھیریں کے پاس وہ ہے شکر ہمارے پاس

اے جان ابر اٹھا ہے پیتے نہیں شراب
شیشہ تمہارے پاس ہے ساغر ہمارے پاس

شیخانی کی یہ پونیاں آ کر ہمارے پاس — چھانٹیں رموزیں[۲] بیٹھ کے دلبر ہمارے پاس
گھن آئے گنتے کوؤں کو چن گالیوں سے جی — سر کھ سنائیں سوت وہ ننگر ہمارے پاس
سو تمیں نہیں فروغ نہ پایا کسی نے بھی — بیٹھیں چنک مٹک کے برابر ہمارے پاس
کیا جانیں کہنا ریختی او ہی چڑھائیں منہ — ایسی پڑی ہیں جیب میں ستر ہمارے پاس

قطعہ

خضر و ہدا تن اور ہے عصمت بھی ال کیا — سب آئیں زہر کھا کے یہ ہم پر ہمارے پاس
ڈھاتا ہے حشر پڑھنا قیامت ہے ریختی — فتنہ غضب کا آیا تھا محشر ہمارے پاس
فرزند ہے رئیس کا عبداللہ خاں ہے نام — محفل میں ہو کے بیٹھا نہ ہمسر ہمارے پاس
دلی کے خانموں میں بھلا آدمی بنا — بیٹھا بہو کی طرح سے جھک کر ہمارے پاس
شاگرد ہوں میں آپ کی اُستانی آپ ہیں — یہ لفظ کہتا آیا وہ اکثر ہمارے پاس
وہ بولا گھر یہ آؤں گی میں بولی شوق سے — جب چاہے آئیو میاں بہتر ہمارے پاس

---

۱ کھنڈا چاولوں کے چورے کو کہتے ہیں ۲ رموز چھانٹنا یعنی نوک جھوک کی باتیں کرنا۔

دعوت کی اس کی ہم نے ہمیں اس نے نذر دی
خورشید کی طرح رہا دن بھر ہمارے پاس

کہنے سے اس کے پڑھنا بہت خوب ہے اجی
جو اس میں ہے وہ ہے نہیں جوہر ہمارے پاس

ستھری زبان نظم میں کر دیتے اس کی ہم
عیاش مردوا نہ رہا پر ہمارے پاس

بی جادی صاحبہ نے بھی کی پرورش بڑی
مداح ان کا وہ ہوا اکثر ہمارے پاس

کہ مدینہ اپنے ہیں ماں باپ نے بی حور
دوزخ کا آنے پاتا نہیں ڈر ہمارے پاس

اے جان باغ باغ رہیں آبرو ملے
جنت ہمارے پاس ہے کوثر ہمارے پاس

ردیف ش

صبح سے شام کو کر چکی دو بار تلاش
لونڈی حاضر ہے ہوئی کیوں یہ گنہگار تلاش

رات سے کس کے یہ ٹٹو میں موا جا کے گھسا
دل نہیں سینے میں میں کر چکی سو بار تلاش

حسن کا روگ لگا دیتی ہیں دل کو آنکھیں
کون کرتا ہے بھلا عشق کا آزار تلاش

دل سا یوسف گیا ملتا نہیں مصری نخام
مجھ زلیخا نے کیے سیکڑوں بازار تلاش

میرے کہنے میں نہیں بیاہ کروں میں کس کا
اپنا کرے گی یہ خود آپ ہی گھر بار تلاش

گول دروازے سے اور اکبری دروازے تک
میر گل کو نہ ملے کر چکے وہ ہار تلاش

ق

نو بہار آئی ابھی پھولوں کا گہنا لے کر
یہ کہاں سے کمو کر لائی ہے مردار تلاش

ڈھونڈھ کے آپ نے چربانک اگر کی رنڈی
مردوا کر لیا ہم نے بھی طرحدار تلاش

دنیا حاضر ہے مگر دین ہے بیشک غائب
دین دنیا میں کرے چاہیئے دیندار تلاش

بیسوا دنیا کو دن رات ہی ہم ڈھونڈتے ہیں
ملتی مکارہ نہیں ہوتی ہے بیکار تلاش

دین کس طرح سے پھر ہاتھ لگے گا لوگو
ہم میں دنیا میں نہیں دین کی زنہار تلاش

مال کیا فارسی والوں کے ہے آگے ہندی
ایسے ہی ہوتے ہیں مضمون بدشوار تلاش

مردوے فارسی مضمون کریں جو ہندی
اُن ہی کی فکر کو ہے ایسی سزاوار تلاش

چاقو تک رکھنا نہ اب گھر میں بہادر مرزا
حکم سے ہوتے ہیں سرکار کے ہتھیار تلاش

سیسا شورہ اجی گندھک ہو کہ گولی بارود
رات دن کرتی ہے ان چیزوں کی سرکار تلاش

اچھی دائی ملے اچھا ملے جیرے والا[۱]
جلد صحت ہو ہر اک کرتا ہے بیمار تلاش

نکلی نرگس کے ہے گوہانجنی[۲] کو لاوہ لگائے
کوئی برسوں کی پرانی کرے دیوار تلاش

سرقا فارسی کا جان کیا ہے تم نے
جنس کیونکر نہ کریں ستھرے خریدار تلاش

ردیف ص

دیکھو نرگس سے نہ پیدا کرو مرزا اخلاص
دیکھا جائے گا نہیں آج جو دیکھا اخلاص

بلہوس مردوے دو دن کی ہیں چاہت کرتے
بھوٹے دیدوں نہیں بھاتا مجھے ایسا اخلاص

پڑھ کے اخلاص کا سورہ مرے نگھی کرنا
بغض پیدا نہ ہو جیسا کیا ہے پیدا اخلاص

نچنے[۳] کرتے ہیں موئے پاجی ہی دھینگا مشتی
بھونڈے مردوں کا بوا ہوتا ہے بھونڈا اخلاص

پڑ گیا نیل مری او ہی وہ چھاتی مسلی
ہاتھ ٹوٹیں ترے غارت ہو یہ تیرا اخلاص

چھوٹی سالی سے کوئی ہنستا ہے یوں بے موجب[۴]
اپنے ماں بہنوں سے تم رکھو یہ بیٹا اخلاص

پیار بھی کرتی ہیں بچی کو کبھی پیار نہیں
بی عجوبا کا ہے اک طرفہ تماشا اخلاص

آشنا مرد ہیں مطلب کے بوا آبادی
جھوٹ کا پیار ہے ان اجڑوں کا اجڑا اخلاص

تیر کی آنکھ سی بچوں کو اسد خاں دیکھے
پانوں کی جوتی چڑھے[۵] سر کو یہ کیسا اخلاص

---

۱ جیرے والا بمعنی حکیم ۲ گوہانجنی آنکھ کی اُس پھنسی کو کہتے ہیں جو پلک کے نیچے ہو جاتی ہے ۳ نچنا بمعنی کمینہ ۴ بے موجب عورتوں کی زبانوں پر بے جا اور بے موقع کے معنی میں ہے ۵ پانوں کی جوتی سر کو چڑھنا یعنی ادنیٰ کا اعلیٰ کی برابری کرنا

رہی مسجد میں نمازی کو نہ اُس نے چھوڑا — دیکھا دنیا سے دگانا کا نرا لا اخلاص

جتنے معشوق ہیں عاشق کے ہیں جانی دشمن — ملک الموت سے ہے سمجھئے ان کا اخلاص

مرنے جوگا موا افیونی پڑا ہے ڈالے — تیری پینک یہ پڑے ٹپکی[1] یہ کیسا اخلاص

جانصاحب موے مجھ سے نہ بڑھا تو الفت
بن کے ڈائن ترا کھائے گا کلیجا اخلاص

ردیف ض

تھا دل میں مری جان ترے کب کا بھرا بُغض — دلبر ارے تو نے یہ نکالا جو ہوا بُغض

لڑوا دیا لو سوت سے دو باتوں میں مجکو — یہ جھوٹ کا پتلا ہے اللہ رے ترا بُغض

ہر روز نہ مارا کرو خنجر و کو بہن تم — دے زہر تمھیں اس کا نہ دکھلائے مزا بُغض

دل میرا ہے پر بولتا ہے بیری کی میرے — اس دوست میں پاتی ہوں میں دشمن سے سوا بُغض

بھائی کا مری سوت کے ہے نام حسد خاں
اے جان وہ جو کچھ کریں مجھ سے ہے بجا بُغض

ردیف ط

ہاتھوں آیا ہے بنفشہ کے یہ بیمار کا خط — لکھا نرگس نے یہ اپنے بڑے آزار کا خط

سیار سینگی[2] جو ابھی باندھ دوں میں بکری کے — نہ پتاور[3] کے برابر پڑے تلوار کا خط

خوشنویسوں میں طبیعت تھی بڑی باغ بہار — ہے نکالا ہوا جس کا اجی گلزار کا خط

میرے دولھا نے مجھے باغ میں جب بھیجا ہے — گاہ لکھا ہے عروسی کبھی گلزار کا خط

---

[1] ٹپکی پڑنا عورتوں کی زبانوں پر غارت ہونے کے معنی میں ہے [2] سیار سینگی۔ سیار کی ہڈیوں کا ڈھانچا۔ عورتوں کے خیال میں جس کے پاس سیار کی ہڈی ہوتی ہے اُس پر کوئی حربہ کارگر نہیں ہوتا [3] پتاور یعنی پھوس۔

لے گیا ہے یہی گلشن کو بھنگا کے باغی — خار میں کھاتی ہوں جب آتا ہے گلزار کا خط

تحفے کے تحفے یسہ میں نے کئے اور بھیجے — ایک دن پڑھتے نہیں او ہی گنہگار کا خط

آتو صاحب کو بلاؤ تو اسے پڑھواؤں — مجکو کلکتہ سے آیا مرے سرکار کا خط

مرد عورت کے ہے بل بولنے مین بس اتنا — میں جنیوے[1] کا کہوں تم کہو زنار کا خط

کہیں ہاتھوں کی لکیریں بھی بھلا مٹتی ہیں — بال جینی کا برابر ہے زمیندار کا خط

خیر ہے تم کو بی ہمسائی میں اٹھنے دوں گی — ہاتھ بھر بڑھ کے پڑا میرے کی دیوار کا خط

سوگ رکھے نہ بہو سفری کا لوگو ہے ہے — بھتیا نے لکھا ہے اس حال میں گھربار کا خط

جان تو تن سے اسی وقت گئی اس کی نکل — کھینچا جلاد نے کولے سے گنہگار کا خط

جانصاحب اسے بس کوئی مٹا سکتا نہیں
ایک سے ایک حقیقت میں ہے دشوار کا خط

ردیف ظ

کیا کہتے ہو تم مجھ سے ہر آن خدا حافظ — میں خود نہیں رہنے کی اے جان خدا حافظ

یٰسین محمد کے ہاتھوں سے انھیں پہنچا — حافظ جی نہ اب دیں گے قرآن خدا حافظ

کیڑا اسی بہو لائیں پالیں گی بھلا کب تک — چالیس برس کا ہے ارمان خدا حافظ

دانائی یہ کیسی ہے بی عاقلہ خیلا میں — نادان کی جنتری کا بی جان خدا حافظ

بنو کی ہوئی نسبت نادار ہے گھر باجی — کس طرح سے نکلے گا ارمان خدا حافظ

جمعہ کو بلا لوں گی کیوں روتی ہو اے بنو — سسرال کو لے جا تو قربان خدا حافظ

شادی کے دن میں بڑھتے اے جان چلے جاتے — برسوں ہی رہے گا کیا سامان خدا حافظ

---

[1] جینو اس بال یا خط کو بھی کہتے ہیں جو جواہرات میں ہوتا ہے۔

کیا کہتے ہو تم مجھ سے کیا کہتے ہو تم مجھ سے
ہر آں خدا حافظ ہر آن خدا حافظ

میں خود نہیں رہنے کی میں خود نہیں رہنے کی
اے جان خدا حافظ اے جان خدا حافظ

یٰسین محمد کے یٰسین محمد کے
ہاتھوں سے انھیں پہنچا ہاتھوں سے انھیں پہنچا

حافظ جی نہ اب دیں گے حافظ جی نہ اب دیں گے
قرآن خدا حافظ قرآن خدا حافظ

کپڑا اسی بھولائیں کپڑا اسی بھولائیں
پالیں گی بھلا کب تک پالیں گی بھلا کب تک

چالیس برس کا ہے چالیس برس کا ہے
ارمان خدا حافظ ارمان خدا حافظ

دانائی یہ کیسی ہے دانائی یہ کیسی ہے
بی عاقلہ خسیلا ہیں بی عاقلہ خسیلا ہیں

نادان کی جنتڑی کا نادان کی جنتڑی کا
بی جان خدا حافظ بی جان خدا حافظ

بنّو کی ہوئی نسبت بنّو کی ہوئی نسبت
نادار رہے گھر باجی نادار ہے گھر باجی

کس طرح سے نکلے گا کس طرح سے نکلے گا
ارمان خدا حافظ ارمان خدا حافظ

جمعہ کو بلاؤں گی جمعہ کو بلاؤں گی
کیوں روتی ہو اے بنّو کیوں روتی ہو اے بنّو

سسرال کو لے جا تو سسرال کو لے جا تو
قرباں خدا حافظ قربان خدا حافظ

دن شادی کے ہیں بڑھتے دن شادی کے ہیں بڑھتے
اے جان چلے جاتے اے جان چلے جاتے

برسوں ہی رہے گا کیا برسوں ہی رہے گا کیا
سامان خدا حافظ سامان خدا حافظ

ردیف ع

تو ہے جلتی تیرا پروانہ بھی جل جاتا ہے شمع
او ہی یہ اک عشق تم دونوں کو جلواتا ہے شمع

پیچ پروانے کی کاکل کا یہ ہے تجھ پر پڑا
جو دھواں سر سے ترے نکلا وہ بل کھاتا ہے شمع

اُف نہیں کرتی ہے تو جلتی ہے سر سے پاؤں تک
صبر ہی تیرا دھواں تیرے یہ اُڑواتا ہے شمع

عشق میں تیرے یہ چربی چھا گئی آنکھوں میں ہے
لو زنانی بزم میں پروانہ گھس آتا ہے شمع

غم کے اور شادی کے بھی محفل میں تیرا ہے گذر
کوئی رُو کر کوئی ہنس کر تجھ کو جلواتا ہے شمع

جس پہ پروانہ ہوں میں اس مردوے کا مجکو بھی
تیری صورت عشق آٹھ آٹھ آنسو رلواتا ہے شمع

خاک سے پروانہ کے بنوا کے یہ چومکھ چراغ
آسماں تیری جلی چربی بھی جلواتا ہے شمع

قبر پر لیلیٰ کے آئی لاکھوں دیوانوں کی روح
قیس کی چربی کی تکیہ دار جلواتا ہے شمع

شمع کو کس شب چھنالے کی ملی تعزیر ہے
جانصاحب کون پروانے کے جلواتا ہے شمع

اپنا جلنا یاد میں دھگڑے کی بن بھولی ہے شمع
حسن پر پروانے کی پگھلی بہت پھولی ہے شمع

چٹ لگن روشن نے حق حق کہی پھبتی ہوا
ہے اگر منصور پروانہ تو یہ سولی ہے شمع

شمع کہتی ہے اسے تبھوا ہے تو کس باغ کا
کہتا پروانہ ہے تو کس کھیت کی مولی ہے شمع

اے صنوبر سچ کہا شمشاد سے کو کونے یہ
سرو کی مانند لنگڑی ہے نہیں لولی ہے شمع

پیسے والی وہ ہے آئی اب ٹکے والی منگاؤ
جانصاحب روز کی آتی جو معمولی ہے شمع

سامنے کیا آپ کے روشن ہوئی بی حور شمع
نور اس کا ہو گیا کافور ہے بے نور شمع

حق یہ ہے آتش زبانی سے چڑھائی یہ گئی
ہو گیا اک شاخہ سولی بن گئی منصور شمع

جان دینی اپنا جل جانا کیا اس نے قبول
تو نے جل کے اس کے دل میں ڈالے یہ ناسور شمع

جھلملائے بھول جائے آفتاب اپنا چراغ
صبح کو لے کر اگر ڈھلواؤں میں کافور شمع

سبز اور تم سرخ لاؤ ہے اگر مانی مراد
جانصاحب یہ کرو روشن نہ بے دستور شمع

ردیف غ

کیوں نہ پائے او ہی داغوں سے یہ میرا تن فروغ
سیکھے بلبل گلوں سے پاتے ہیں گلشن فروغ

اپنی ہی اولاد کا چاہیں گی بی سوکن فروغ
میرے بچوں کا نہ ہونے دیں گی یہ دشمن فروغ

سامنے چینی کے کیا مٹی کے ہے برتن کی اصل
بی ترا بن مجھ سے لے جائے گی کیا سوکن فروغ

تم اکیلی پانچ بھائی ہیں مرے چھوٹے بڑے
سچ ہے اس آگے یہ رکھتے ہیں مرے جوشن فروغ

مرد سے عورت کی عزت فی الحقیقت ہے بڑی
دیکھ لو پردے یہ رکھتی ہے بوا چلمن فروغ

مسی والی نے کیا اندھیر تھا لڑنے لگی
یہ بلا ہو کے وہ چمٹی لے گئی سوسن فروغ

آنچ سے پیڑو کے بڑھ کے آنچ ہی کوئی نہیں
پا نہیں سکتا جہنم سے کبھی گلخن فروغ

ایک آنسو سے مرے بھر جائیں جل تھل اے بوا
کیا دکھائے گا مجھے اپنا موا ساون فروغ

جھولتے تھے عرش میں کل ٹھوکروں میں آج ہیں
ایسے ہم نے دیکھ ڈالے ہیں بوا باون فروغ

کالے پانی جائے وہ سودا کہ جو بالوں کا ہو
اور کیا دکھلائے گا اندھیر اے دھومن فروغ

جانصاحب چاندنی شفاف دھو کے لائی ہے
آپ کے اُجلے[1] پہ رکھتی ہے مری دھوبن فروغ

ردیف ف

جو اس چمن میں گلوں کے دیا دہاں کو شرف
عطا ہوا بوا بلبل کی بھی زباں کو شرف

مشاعرے میں غزل جب پڑھی ہوا اَبر سبز
یہ مشاعروں میں شرف کی ملا زبان کو شرف

ہر اک نبی کا یہاں اس میں نور ہے نورن
ملا زمین سے ہے کب بڑھ کے آسماں کو شرف

جوان مرتے ہیں مجھ زال کی کہانی پر
تصب کب ہے یہ رستم کی داستاں کو شرف

ہما بھی اپنی سعادت سمجھ کے کھاتا ہے
دیا خدا نے بشر کے یہ استخواں کو شرف

خدا کو پیارے ہیں سیدھے بھی اور ٹیڑھے بھی
جو ایک تیر کو بخشا تو اک کماں کو شرف

---

[1] اُجلا عورتیں دھوبی کو کہتی ہیں۔

قدم جو آیا محبت کا دل میں ہے آباد
مکیں کی ذات سے صاحب ملا مکاں کو شرف
ہزار جان سے ہوں مر رنڈیاں عاشق
دیا خدا نے وہ رعنامیاں جواں کو شرف

ہزار ریختی گو جان منہ چڑھائیں مرا
ملے گا ایسا نہ ان کے فرشتے خاں کو شرف

ردیف ق

دم میں کرتا یہ بھلے چنگے کو بیمار ہے عشق
چھوٹی بی اُڑ کے لگے وہ بڑا آزار ہے عشق
فی الحقیقت یہ جہنم کا سزاوار ہے عشق
جس کا فاسق ہے موا اس کا گنہگار ہے عشق
بلہوس مردوے کا اے بوا بیکار ہے عشق
اُس موے مردے کا مردار ہے مردار ہے عشق
پاک ہے عشق جسے عشق ہے صادق اُس کا
سچے عاشق کا اجی صادق الاقرار ہے عشق
جو کہ معشوق کا مذہب ہے وہی عاشق کا
حق تو یہ بات ہے کافر ہے نہ دیندار ہے عشق

حسن جلاد گنہگار ہے دل عاشق کا
اس کے بس قتل کو معشوق کی تلوار ہے عشق
اس نگوڑے کی ہر اک دل میں جگہ پاتی ہوں
حسن کی طرح سے معشوق طرحدار ہے عشق

ہے بہار اور خزاں اس کی ہی اول آخر
گل ہے آغاز میں انجام میں پرخار ہے عشق
حسن کی جنس کی دلال ہیں دونوں آنکھیں
دل تو عاشق کا ہے بیعانہ خریدار ہے عشق

ملک الموت کا ہے یہ موا چھوٹا بھائی
جان ہاں موت کے بازار کا مختار ہے عشق

ردیف ک

کمال جس کو ہوا کچھ ہوا کمال بلاک
اُسے غرور کی کرتی ہے چال ڈھال ہلاک
نہ تن کو ملتا ہے کپڑا نہ پیٹ بھر روٹی
ہمیشہ رہتا ہے مفلس خراب حال ہلاک

یہ دھیان رہتا ہے دل میں کہ میں بھی ایسا ہوں
کیا خیال بھی کرتا ہے یہ خیال ہلاک

خدا کو کب ہے عزیز النسا غرور پسند
ہوا وہ آپ درونت سے پائمال ہلاک

سدا رہا ہے وہ سنبل فسا پریشان حال
وبال جان موئے کو ہے بال بال ہلاک

کمال والے کا صاحب کمال ہے بے نفس
ہے ننگ دستی کا کرتا اسے زوال ہلاک

خراب حال نہ کیوں ہوں یہ گھوڑیاں سوتیں
انیلیاں ہی رہیں گی یہ چار سال ہلاک

زلیخا پھنستے ہیں معشوق بھی مصیبت میں
ہوا ہے مردوا یوسف سا خوش جمال ہلاک

یہ زر ہے دوست بھی اے جان ہے یہی دشمن
بچاتا جان بھی ہے کرتا بھی ہے یہ مال ہلاک

ردیف گ

ہے نام پیارے مناسب ہیں پیارے پیارے ڈھنگ
بہت برے ہیں کہوں کیا بھلا تمھارے ڈھنگ

شریف زادے ہو آتے ہو آدھی رات کو گھر
اڑائے تم نے ہیں کیوں شفتلوں کے پیارے ڈھنگ

پکڑلی آتے ہی چھاتی کسی کا دھیان نہیں
بس اپڑی چوٹی یہ ایسے موئے کے وارے ڈھنگ

بنا سپاہی موا بچپا تھا تل شکر ہی
خدا کی شان یہ پیدا کئے کرارے ڈھنگ

ہوائی[1] چھوٹنے میں ایسے نکلے آویزے
نسا وروں[2] کا دکھاتے ہیں تو ستارے[3] ڈھنگ

کمر میں ہاتھ ہر اک کے ہو ڈال بیٹھتے تم
بہت خراب کریں گے میاں تمھارے ڈھنگ

لگا کے آئیں گے سرمہ تو بیس ڈالیں گے
ان انکھڑیوں کے دکھاتے ہیں یہ اشارے ڈھنگ

مجھے وہ دیکھ کے اٹکھیلیوں کی چلتے ہیں چال
اڑائے کبک کے طاوس خاں نے بارے ڈھنگ

دکھا رہے ہیں بڑھاپے میں موت کے آثار
اے جان جو تھے جوانی کے وہ سدھارے ڈھنگ

---

[1] ہوائی ایک قسم کی آتشبازی ہے [2] نسادر بدال مہملہ اس سبز رنگ کے کبوتر کو کہتے ہیں جس کے دو دو شہپر سفید ہوتے ہیں۔
[3] ستارہ بھی ایک آتشبازی ہے۔

ردیف ل

بیکس سمجھ کے رکھ دیئے اے نو بہار پھول
بلبل نے گور پر مرے دو تین چار پھول

جامے سے اپنے ہو گئی باہر یہ گل چمن
آنے سے یار کے بھی گئی نو بہار پھول

تازہ کیا نہ روح کو مرنے کے بعد بھی
کھلایا دل جو پھولوں میں لائے نہ چار پھول

بیلا چنبیلی موگرا مردوں کو بھاتے ہیں
ہم عورتوں کو جچ گئے ہیں خوشگوار پھول

کروا کے چار باغ میں اک باغباں سے
لائی گلاب کے ہے نشیمن ہزار پھول

گوہر جب اپنے باغ کے ہے پھل کو توڑتی
جاتے ہیں ہاتھ پاؤں جواہر نگار پھول

پریوں کا سایہ کیوں پری خانم کو ہو نہ جائے
کوٹھے پہ شام کو چڑھی پہنے تھی ہار پھول

جب دیکھتی ہوں ہاتھ گلے میں ہی رہتے ہیں
دیوانے ایسے رہتے ہیں سر پہ سوار پھول

پھولوں کا دونا بھیجا ہے نرگس حرم کے ہاتھ
کیونکر چڑھے نہ دیکھ کے مجکو بخار پھول

آئے نہ وہ میں لوٹی ہوں کانٹوں پہ رات بھر
بے ان کے ہو گئے مجھے بستر کے خار پھول

جو پھول سے تھے گال بڑھاپے میں خار ہیں
یا وہ تھے ان پہ کرتے تھے بلبل نثار پھول

پھولوں نہیں سماتی ہے اے جان گل بہار
گلباز دے گیا ہے جو کیوڑے کے چار پھول

ردیف م

ایسا دیکھا نہیں کمبخت نچنتا مقسوم
نوج ہو تیرا سا اے جان کسی کا مقسوم

جانصاحب ہے ترا طرفہ تماشا مقسوم
اک زمانے سے نرالا ہے عجوبا مقسوم

آبرو پر مرے پھر جاتا ہے پانی ہر روز
چھینٹے دیتا ہے ندامت کے یہ سقا مقسوم

میری تقدیر کا منہ کالا ہے لنگور کی شکل
روسیہ او ہی سیہ بخت ہے کوا مقسوم

کھوٹے پیسے سے سوا کوڑیا خانم باجی — مجھ کھری کا ہے غضب یہ موا کھوٹا مقسوم

بدگماں ایسا ہے بدکار نہیں چھوڑتا ہے — سایہ کی طرح میرے ساتھ ہے رہتا مقسوم

مجکو دیوانی بنا رکھا ہے اس اُجڑے نے — میرے حق میں موا لیلی کا ہے کُتّا مقسوم

یہ سخی مردوے کو سوم بنا دیتا ہے — اوہی خست کا بنا دیتا ہے پُتلا مقسوم

سچ مثل ہے کہ بڑے بول کا سر نیچا ہے — ہوگیا مجکو تو قاضی کا پیادا مقسوم

جو بھلی کرتی ہوں اس کو یہ بُری کرتا ہے — سوت ہے سوت کا لگما ترا میرا مقسوم

نہ شکایت کرو مقسوم کی اے جان تم اب
ہے سڑا کڑوا کریلا یہ تمھارا مقسوم

ردیف ن

لالوں کی لال ہوں میں دونوں جگہ وطن میں — سسرال ہے بدخشاں میکا مرا یمن میں

مرنے کے بعد سے ہے روشن ہے داغ دل کا — آئینہ لے چلی ہوں ساتھ اپنے میں کفن میں

لیلی کو جانئے جب مجنوں صفت سڑن ہے — دانتوں کے بدلے مسّی ملتی اگر بدن میں

سوئی ہے تو لپیٹ کے کل شب کو اے زلیخا — بو تیری بھد گئی ہے یوسف کے پیرہن میں

پروانہ سچ ہے کہتا ہے ظلم کا نتیجہ — گلگیر کاٹتا ہے سر شمع کا لگن میں

بی تاجو اور ناصر مشہور ہیں یہ دونوں — الفت تھی کیا ہی باجی اس بھائی اور بہن میں

پیڑو سے ناف تک اک اٹھتی نئی ہوک ہے ہے — پھوڑا ہوا ہے دائی بندی کے گیا دھرن میں

محرم بنایا جب سے سمجھی نہ غیر اس کو — راحت کو یاد رکھا سو رنج اور محن میں

بنتی کھری ہے ناحق ٹکسال والی کندن — بوڑھوں بڑوں کے اس سے بٹا لگا چلن میں

تھی آستیں ڈھیلی انگیا کی اس سے محرم — محرم میں رکھا جگنو لو پہنچا نور تن میں

قطعہ

کرتے شکار دیدے ہیں شیر مردؤں کا
بندی کے یہ چکارے ہیں شیر کے برن[1] میں
سچ کہتی ہوں اسد خاں مجھ لومڑی سے بھاگو
سیدھے بنو گے مجھ سے تم اپنے بانکپن میں

اے جان لکھنؤ میں تو ریختی ہے پڑھتا
بُلبُل چہک رہا ہے اُجڑے ہوئے چمن میں

بناؤں گال پر جس دم نظر آؤں نہ محفل میں
الوپ انجن[2] کا رکھتی ہوں اثر کاجل کے میں تل میں
بٹھایا سوت کو بھابھی نے جب میرے مقابل میں
یہ بھڑکی آنچ پڑ روکی پھپھولے پڑ گئے دل میں
بٹھائی کیا بلا کے پاس شرماتی رہی دل میں
امائی جان کیا اپنا اجارا غیر محفل میں
جلے میری بلا جا کے رہیں وہ اس پہ پروانہ
موئی چربی کا پتلا شمع والی ہو گی محفل میں
جوانی میں بڑھاپے پر میں ڈاڑھیں مار کے روئی
مسالا پیسنے بیٹھی نہ دیکھے دانت جب سل میں

زچہ کی جان کا رہتا ہے ڈر لے جان جننے میں
خدا ہی کام ہے رنڈی کے آتا ایسی مشکل میں

کسی رات تو ہو مہربان زہرہ جبیں تو کہا او ہوں
اجی دو گھڑی کو آئیے مجھ تک حسیں تو کہا او ہوں
غم ہجر ہو مری شکل سے کسی روز بھی تو رقیب کو
مجھے وصل کی ہو نصیب شب مرے مہ جبیں تو کہا او ہوں
بس مرگ میرے مزار پر انھیں کیا غرض جو وہ آئیں گے
مجھے اپنی شکل دکھاؤ گے دم واپسیں تو کہا او ہوں

---

[1] برن بمعنی صورت و حلیہ [2] الوپ انجن ایک کاجل ہے جس کے لئے مشہور ہے کہ اس کو لگا لینے سے آدمی نظر نہ آئے غائب ہو جاتا ہے۔

ابھی سر جھکاؤں میں قدموں پہ کھینچے تیغ ناز حضور کی
اجی نزک ہو مرے قتل پر چڑھے آستیں تو کہا او ہوں

مرا چاند تو میں چکور ہوں تو ہے رشک گل میں ہزار ہوں
تری شمع رُخ کا پتنگ ہوں مری نازنیں تو کہا او ہوں

غم ہجر سے میں مروں گا کیا یوہیں آہ شوق وصال میں
اجی جان جان بچے گی یہ جان حزیں تو کہا او ہوں

تو ہے کلمہ پڑھ رہا غیر کا۔ دیا دل تجھے بخدا عبث
بت بے وفا ترا شیفتہ کیا میں نہیں تو کہا او ہوں

ہوا ترش وہ شیریں دہن ترا قیس ہوں جب یہ کہا
ترے صدقے ہوں مری لیلی پردہ نشیں تو کہا او ہوں

بھلا کیا کہیں اے جان وہ ایسا ہے ظالم کینہ جو
کبھی صاف بھی ہوگی تری چین جبیں تو کہا او ہوں

چڑھی اُترے گی تیوری بھی ماہ جبیں تو کہا کہ او ہوں۔ تو کہا کہ او ہوں
ذرا ہنس کے بھی بولو گے ہم سے حسیں تو کہا کہ او ہوں تو کہا کہ او ہوں

کروں ہجر کا درد والم میں بیان مرا حال سنو۔ مرا حال سنو
ملو راہ گلی میں اکیلے کہیں تو کہا کہ او ہوں۔ تو کہا کہ او ہوں

مجھے جھوٹا سمجھتے ہو ماہ لقا لگے دیکھنے منہ۔ لگے دیکھنے منہ
مرے کہنے کا کچھ بھی ہے تم کو یقیں تو کہا کہ او ہوں۔ تو کہا کہ او ہوں

نہیں بات جو کرتے ہو وجہ یہ کیا ہوئے کیوں ہو خفا۔ ہوئے کیوں ہو خفا
کوئی میرا قصور خطا تو نہیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں
تری چال کا کشتہ ہوں سرو رواں ہوا تجھ پہ فدا۔ ہوا تجھ پہ فدا
ملے کوچے میں بھر مزار زمیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں
اجی شیفتہ اپنا نہ سمجھے مجھے کہوں اور تو کیا۔ کہوں اور تو کیا
کبھی رُخ بھی دکھاؤ گے پردہ نشیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں
مجھے بزم میں اپنے ذلیل کیا کروں کیوں نہ گلا۔ کروں کیوں نہ گلا
لگا بیٹھنے جس گھڑی ان کے قریں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں
کبھی رنگ نہ جمنے دیں گے مرا ہیں شوخ بڑے۔ ہیں شوخ بڑے
مجھے حکم ہو منہدی لگاؤں مہیں[1]۔ تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں
کوئی اور وہ ہوگا اشارہ کیا۔ کہا جان نے جب۔ کہا جان نے جب
مرے خانۂ دل کے ہیں آپ مکیں تو کہا کہ اوہوں۔ تو کہا کہ اوہوں

ردیف ی

جچن ہوں میں ترازو میں الفت کے ڈھنگ سے — بیچوں گی دل کو تول کے کعبہ کے سنگ سے
رنگین میری فکر ہے دل کے اُمنگ سے — رکھتی جدا ہوں رنگ میں رنگیں کے رنگ سے
نسبت کو مجھ سے کچھ نہیں نسبت وہ کہتی ہوں — واقف ہے اوہی کون میرے رنگ ڈھنگ سے
دعویٰ برابری کا ہے جن بے حیاؤں کو — میں ان موؤں کا نام نہیں لیتی ننگ سے
کیا باغیوں کو پھول کتر کے دکھاؤں میں — مضمون قطع اک نہ ہوا کوئی ڈھنگ سے
جب او کھلی میں سر دیا دھمکوں کا ڈر ہے کیا — رنڈی ہے دھان پان سی کٹوائے ڈھنگ سے

---

[1] مہیں یعنی میں ہی۔

کرسی کے احمقوں ہیں تھے مونڈھے پہ بیٹھے کیوں — لیتی نہیں ہے کامنی خرچی دبنگ سے
پٹی سے پہروں سر دھنے یہ پائے وہ مزا — بیہوش کوئی خنگا کرے اس کو بنگ سے
کچی نہیں ہوں پختہ ہوں پختہ کلام ہے — میں ریختی کی ریختی کہتی ہوں ڈھنگ سے
باروت سے سوا ہے میری تیزہ آتشک — سنو مردوے اڑے ہیں میری اک سرنگ سے

میں سوختہ مزاج ہوئی جس سے ہمکلام
وہ جل کے مر گیا مری باتوں کی جنگ سے

نہ لے گئی موئی قسمت کہاں کہاں میری — کسی نے قدر نہ کی زیر آسماں میری
خراب ہی رہی مٹی تراب خاں میری — کسی نے قدر نہ کی زیر آسماں میری
چخے ہو لوگے ابھی منہ سے چھیاں میری — اسی زباں سے یہ جو سو گئے تم زباں میری

قطعہ

لوا ولایتی شیراز کی ہو تم بلبل — میں طوطی ہند کی پر چرب ہے زباں میری
خصم ہے آپ کا سعدی تو اپنا رنگین ہے — تمہاری سادی ہے رنگیں ہے زباں میری
جو آدھی بات کہوں سوت کو تو منہ توڑے — قصائی کھینچ لے گدی سے بد زباں میری
برا نہ کہتی کسی کو تو کیوں برا سنتی — خراب کرتی ہے خود مجکو یہ زباں میری
اسی چھنال نے سچ بول کے خراب کیا — نہ اسکی آج سے میں ہوں نہ یہ زباں میری
خدا کے سامنے بھی چار ہاتھ کی ہوگی — نگوڑی فتنی قیامت کی ہے زباں میری
لحد کا ڈر نہیں کلا دراز رنڈی ہوں — دبا ہی لے گی فرشتوں کو بھی زباں میری
پہاڑی دیسی موے کوے قاؤں قاؤں کریں — نہ منہ دکھاؤں جو پیدا کریں زباں میری
فصیح مرد بلاغت کو میرے پہچانے — دہن ہے میرا دہن اور زباں زباں میری

چہ خوش یہ مردوا آوازے مجھ پہ کستا ہے
دہن کے وصف میں قاصر ہے یہ زباں میری

خدا نے فکر وہ دی ہے نہ قافیہ ہو تنگ
تمام عمر کہے جاؤں اک زباں میری

وہ ڈورے ڈالیے گا بھر کے کیوں شتو ہو
چکیا چھاتیاں بھر گئی ہیں بھٹنیاں میری

نکاح جیلے جھٹ جا لئے سے نوج کروں
مثل ہے کیا تری جاتی ہیں چھلیاں میری

سکندر و موئی ایک بال نہیں جو تی ہے
چرایا آئینہ اے جان کنگھیاں میری

سیدھے چلتے چلتے اب ٹیڑھا چلن مرغوب ہے
بل کی لے کیونکر نہ موذی بانکپن مرغوب ہے

اوڑھنی بانکی دوپٹے بانکے پٹے چھوڑتے
کھا کے بل چلتی ہیں رسّی کا چلن مرغوب ہے

پائنچے ڈھیلے ہوں انگیا چست ہو میانی کسی
آج کل کی لڑکیوں کو بانکپن مرغوب ہے

جو خصم کو دیں وہ لیں ہلکا بھی ہے بھاری بھی ہے
کون سا بی کربلائی کو کفن مرغوب ہے

خوب ہے مرضی مری بتا ڑی کٹھار می مارتی
مجھکو بھجوایا وہی جو گلبدن مرغوب ہے

اوڑھ کے سوتی ہوں شبنم کا دوپٹا باغ میں
مجھ کو شب خوابی یہی اے گل چمن مرغوب ہے

یاد رہتی قبر کی ہے جانصاحب ہر گھڑی
ہوں مسافر میں یہاں ہر دم وطن مرغوب ہے

حسن اس کا جانصاحب روح کو مرغوب ہے
جو اجی نام خدا اللہ کا محبوب ہے

نوح کی اولاد آنسو دل بوا ایوب ہے
ایک دیدہ ہے مرا آدم تو اک یعقوب ہے

گل پھلا کر باغ سے کیا کوئی آئے اے نسیم
کیوں لجاتی آنکھ اس نرگس کی کیوں محجوب ہے

جوتیاں کھائیں نہ بچکانا چرائیں جوتیاں
سمدھنوں سے اے میاں مجکو کیا محجوب ہے

آبرو لینے کا یہ رہتا ہے طالب رات دن
نس کٹا خواجہ سرا بیری میا مطلوب ہے

میر موسیٰ مضحکے کا ہے اگر اس کا کلام
جانصاحب ایسا غزل میں وہی کہنا خوب ہے

آپ ہی پیٹ گرا شکر ہے عزت نہ گئی
دائی حُرمت کے بھی آگے میری حرمت نہ گئی

سوت کی آگ بجھے سوت کے بچّوں سے جلی
اس جہنم کے شراروں کی شرارت نہ گئی

آئینے والا خصم بیاہتا میں نے چھوڑا
صاف میں لاکھ ہوئی اس کی کدورت نہ گئی

روز اک موٹا سا طوفاں ہے مجھ پر رکھتی
سوت بندی کی کسی طرح یہ عادت نہ گئی

رات بھر ناک میں دم رہتا ہے اس فتنے سے
توڑی کس دن میری جنڈری یہ قیامت نہ گئی

رنج کے گھر میں ہمیشہ میں رہی ہوں مہماں
آئی جو گھر میں میرے پھر وہ صعوبت نہ گئی

ریختی پڑھ کے بڑھاپے میں مٹکتا ہے بوا
جانصاحب کی اجی دیکھو حماقت نہ گئی

سمدھیانے کی قرابت میں قرابت ٹھہری
بھائی کے سالے سے بی جان کی نسبت ٹھہری

ایسے فتنے موئے کو مال سمجھتی ہوں میں کیا
ہاتھ وہ مجکو لگائے تو قیامت ٹھہری

ابر اُٹھتے ہی ہوا ہو گئی پانی دے کر
قہر ٹوٹی سے کہا ٹھہر نہ رحمت ٹھہری

بیچا جس مردوے کے ہاتھ ہے میں نے لوگو
ایک چھچھی پہ مرے دل کی ہے قیمت ٹھہری

سوت کو گھر میں مرے ساتھ ہیں اپنے لائیں
میں نے بھابی کی جو دعوت کی عداوت ٹھہری

پالے بچے جو بہن کے ہوئے باغی میرے
مل گئی خاک میں بیکار ریاضت ٹھہری

ہول دل رات کو ایسا ہوا باجی اماں
دو پہر تک نہ میری ادھی طبیعت ٹھہری

سوت کے کہنے پہ دن رات ہیں جلتے اب تو
ان کو دینا مری منظور اذیت ٹھہری

جانصاحب ہے گیا نوکری کا مارا بیچ
بمبئی سے گئی سورت میں نہ صورت ٹھہری

چھت اُٹھالی سر پہ ٹھٹھے مار کے　　مردوے ہیں قہقہہ دیوار کے

دانت میرے دیکھ کر منکر نکیر　　قبر میں روئیں گے ڈاڑھیں مار کے

یہ بہو تیغہ کی اے شمشیر خاں　　پاس بیٹھی ہے نڈر تلوار کے

باپ کے چونا لگائیں گے ضرور　　دونوں لونڈے یہ موئے معمار کے

خاک میں مل جائے جو سر آپ کی　　چھینتی[1] کرتی ہو بازی ہار کے

بانجھ[2] ہو گی بیٹی چھمن کے ضرور　　ہاتھ منہ کٹوائے گی دو چار کے

جانصاحب ایک ہی موذی ہے یہ
مال ہے ماموں کا بیٹھا مار کے

کیا بناؤ نہا دھو کے یہ جہان کے لئے　　جہانی جانتی ہوں میں جہان خان کے لئے

بُلاتی مجکو ہیں اُجڑی بلا اتن عصمت کو　　جو بجھواتی ہیں وہ آلو امتحاں کے لئے

ہزار میحیا ہو تو کرے گلوں کی صفت　　زبان چاہیئے بلبل کی اس بیاں کے لئے

نہ دیں جو اشرفی خانم یہاں پڑے تو نہ دیا　　مجھے بھی چاہیئے اک روز کچھ وہاں کے لئے

بنو گے میرے نشانے کی کیا قدر انداز　　تمہارا تیر نہیں ہے میری کماں کے لئے

مرے وہ چور ہیں جو اب ہیں ریختی پڑھتے　　کہانی بن گئے کچھ فقرے داستاں کے لئے

وہ زن مرید ہے جو رو کا بھرتا بھرتا ہے　　نہ باپ کے لئے دو پیسے ہیں نہ ماں کے لئے

بنائے ہاتھ میں گلدستہ کھا کے گل اے جان
یہ نو بہار نگوڑی نے باغباں کے لئے

اُس کے بسنے پہ تھا منحوس مہینا خالی　　کیا بھرا ہو گیا گھر بھاگ بھری[3] کا خالی

---

[1] چھینتی کرنا یعنی کھیل میں بدمعاملگی کرنا [2] شریر و شوخ ہو گی [3] بھاگ بھری یعنی خوش قسمت مگر عورتیں طنزاً بدنصیب کو بھی کہتی ہیں۔

چار پیسے کی نہ ترکاری ہو دو بچوں کو — جاؤں گھر بھانجے کے ہو گئے میں خالا خالی
ابر خاں لایا کرے لاکھ موا بر قند از — گھر نہ کرنا بھری برسات میں منیا خالی
ڈنڈے لگواؤں گی کعبہ کی قسم مکّا کو — گلیاں لایا ہر اک دانوں سے بھٹا خالی
کربلا دیکھی بھری آ میں حسینی بیگم — ساری نوچندی کو تھا تال کٹورا خالی
چڑھ کے منبر پہ عبث اوہی بھری محفل میں — واعظو مغز یہ کیوں کرتے ہو اپنا خالی
بے ایمانی ہے بھری دل میں عمل خاک کریں — مردوے ناری ہیں ہے نور سے سینا خالی
بھر کے لائی وہ مدار یہ موی سالارو — پانی بالکل نہیں کیا بولے ہے حقا خالی
ذکر جنت کا بہاریہ کہانی ہے انھیں — سمجھے کوثر کے ہیں چھینٹے کو یہ چھیٹا خالی
جانصاحب نہ موا اس پہ اسد خاں نے کیا — ایک رفل شیر بچہ ایک تمنچا خالی

بڑھاپے کا سراپا

وہ جنس ہوں کہ مرا قدرداں نہیں باقی — خریدے کون خریدار ہاں نہیں باقی
کسی کی آنکھ پڑے خاک چندھے دیدوں پر — رسیلی اب وہ رہیں انکھڑیاں نہیں باقی
نہ پھول سا رہا وہ منہ نہ بال سنبل سے — عیاں کا کیا ہو بیاں ہے عیاں نہیں باقی
صراحی دار گلا بھی رہے نہ اب چوڑا — وہ لطف کولے کمر کا میاں نہیں باقی
جو تھا کماچ[1] سا پیڑو وہ اب چپاتی ہے — وہ گول پیڑا[2] سی اب چھاتیاں نہیں باقی
رہے گلاب کی پتی سے اب وہ ہونٹھ کہاں — ہے تلخ زندگی شیریں زباں نہیں باقی
پھبی تھی ناک کبھی اوہی پھول زنبق[3] کا — بہار حسن کی رکھتی خزاں نہیں باقی
کبھی یہ غنچہ تھا منہ پھول اس سے جھڑتے تھے — وہ کان کان رہے گل سے ہاں نہیں باقی
رہے نہ آنکھوں کی ترکش میں تیر پلکوں کے — بوا بھوؤں کی کمان کا گماں نہیں باقی

---

[1] کماچ وہ روٹی ہے جو کہیں پتلی اور کہیں موٹی ہو۔ مجازاً موٹی اور گول چیز۔ [2] پیڑا گندھے آٹے کی لوئی کو بھی کہتے ہیں۔ [3] گل زنبق ایک سفید پھول ہوتا ہے۔

وہ منڈی پن ہے کہاں مرد جس پہ مرتے تھے
جو ہم میں بات تھی اے بیگماں نہیں باقی

وہ رنگ روپ جوانی کا ہو گیا کافور
شباب سرد ہوا گرمیاں نہیں باقی

بڑھاپا آیا ڈھلے دن کی طرح اب جوبن
یہ بگڑی گات کی اب چھاتیاں نہیں باقی

نہ منہ میں دانت ہیں گوہر نہ اب ہے ہونٹ میں آنت
بنی ہوں پوپلی خوش گپیاں نہیں باقی

لٹک کے چھاتیاں بھرتے کی ہیں بنی بیگن
وہ فالسہ سی رہیں بھٹیاں نہیں باقی

انھیں اناروں نے کھٹے کئے تھے مردوں کے دانت
انھیں کی قدر رہی کچھ یہاں نہیں باقی

نہ وہ گلا ہے گلے جس پہ کاٹے مردوں نے
رہیں گلے کی بھی کچھ خوبیاں نہیں باقی

سفید ہو گیا سر جیسے روئی کا گالا
کہیں شباب کا گلو نشاں نہیں باقی

گلے نہ دال جو لنگر کا ٹکڑا میں مانگوں
کھجے وہ بٹ گئیں اب روٹیاں نہیں باقی

بھری بھری نہ رہیں رانیں مرد خاک مریں
جو رگڑیں ایڑیاں وہ ہنڈیاں نہیں باقی

جب آتا گھر میں ہے ہنڈی کی چنڈی پوچھا ہے
وہ پہلو رکھتا کوئی بدگماں نہیں باقی

دھومیں اڑائے یہ بیڑو کی آنچ نے دل کے
ہے ڈھیر راکھ کا جل کے دھواں نہیں باقی

تڑپتے مردوے تھے جن پہ ہاتھ مل مل کے
رہیں وہ بازؤں میں مچھلیاں نہیں باقی

یہ پیچ میں گھتی ہوں سنتی ہوں ہاں نہ ڈھنگ کا نام
ہے چیرے والا کوئی مہرباں نہیں باقی

علاج زندگی ہی رنڈی کا خوب کرتی ہے
جو کار کرتی تھیں وہ دائیاں نہیں باقی

بیان نقل ہو گیا بھانڈ کے نکلنے کی
بدن میں ہے مرے طاقت عیاں نہیں باقی

سنا ہے میں نے ہدا تن سے اور عصمت سے
چلی یہ جوتی رہیں جوتیاں نہیں باقی

ہماری جوتی سے نخاس میں ہوئیں بدنام
رہیں زمانے کی رسوائیاں نہیں باقی

بنیں حمائل ہی گھوڑی تھیں سوکنیں اے جان
رہیں اب ان کی بھی منہ زوریاں نہیں باقی

خمسے

کچھ کھا کے سو رہوں گی میں جندڑی گنواؤں گی
یہ دور رکھیں دل سے کہ ان کو مناؤں گی
جتنا کہا ہے منہ سے اُسے کر دکھاؤں گی
میکے میں جو پڑے گی مصیبت اُٹھاؤں گی
مر جاؤں یا جیوں نہیں سسرال جاؤں گی

ڈولی پہ چڑھ کے آپ ہی گھر اُن کے جاؤں گی
ناحق بھی جھوٹ موٹ کے ٹسوے بہاؤں گی
باہیں گلے میں ڈال کے قسمیں دلاؤں گی
لوں گی بلائیں منتیں کر کے مناؤں گی
چیخوں گی سارے گھر کو میں سر پر اُٹھاؤں گی

اُن کی تو ضد سے گلیوں میں انجاک چھانوں گی
گھر میں بٹھائیں گے تو بڑا مرد جانوں گی
جان اس میں اب رہے نہ رہے میں نہ مانوں گی
رگ رگ کے اُن کی نتھی ٹبری کو بکھانوں گی
مجھکو کہیں گے ایک تو ستر سناؤں گی

دن پیر کا رہا نہیں منگل ہے لگ گیا
تو جندی کو نہاؤں گی جاؤں گی کربلا
بک بک کے جان کھاتی ہے کیوں میری اے ددا
ہو جائے سایہ پریوں کا دیوانی ہوں میں گیا
ملتے ہیں دونوں وقت نہ اب میں نہاؤں گی

اب کچھ دنوں میں مردوں کے تو پاس جائیو
یہ لاڈ جن کے سر چڑھے ان کو دکھائیو
چل دور مجھ سے پوچھنے پھر تو نہ آئیو
لونڈوں سے کل کو چھوکری تکل لڑائیو
کہتی ہے تو جو آج کبوتر اڑاؤں گی

کس کا ہے ڈر مجھے جو کروں باتیں گول گول
کرواؤں گی میں آپ کے سر پر بجا کے ڈھول
صاحب دیے ہیں پہلے سے بندی نے کان کھول
تم کسبیوں کے چاہ میں پڑے ہو ڈانواں ڈول
دیکھو تو میں بھی کیسے کنوئیں اب جھکاؤں گی

لہ جندڑی گنوانا یعنے جان دے دینا ۔ لہ بکھاننا = برائی بیان کرنا ۔ برا بھلا کہنا ۔

ہے خالما تو ہو نہیں پروا کچھ اے بہار ہونے لگی گی جب گھڑی سکھپال میں سوار
چھلکے سے اپنے ہاتھوں سے میں کھول کر ازار مل کر کے سیس جو کیں لگا دوں گی تین چار
خانم کو اس طرح سے کنواری بناؤں گی

تھی کون جس کے پاس رہا جا کے رات تو چل دوریاں سے چھوڑا رے میرے ہات تو
اے جان یہ دکھا کسی خیلہ کو گھات تو چندرا کے چھند سے نہ کر اب مجھ سے بات تو
میں بودلی نہیں جو ترے دم میں آؤں گی

دیگر

پھرا گلے چلن میں وہی سانے کئی دن سے پھر آپ کو پھرتی ہو سنوارے کئی دن سے
لولائی ہو پھر مستی کے مارے کئی دن سے پھر کرتی ہو ہمسائی اشارے کئی دن سے
پھر دیدے ہیں چربانک تمھارے کئی دن سے

زردار ہو ہیں خرچیوں میں مال کما کے اور ساہ بنی ساہ جی والوں سے .... دا کے
اترائی پھرے کیوں نہ وہ سیج اپنی بنا کے سنتی ہوں امانی نے جگنناتھ سے جا کے
لی چوڑ گھری ہے اجارے کئی دن سے

جھوٹی بھی مری بات بنائے نہ کسی پر میں جھوٹ نہیں بولتی ہے جانتا اب گھر
خود دیکھو جو کہنا مرا تم کو نہیں باور مہتابی پہ چڑھ کے مری ہمسائی کا دیور
مہتاب سے کرتا ہے اشارے کئی دن سے

واری جو سنا ہو گا سلیمان گویا اس کی بھی یہی لونڈی یہ تھا حادثہ گذرا
سچ مان لے تو اے پری خانم میرا کہنا لونڈی کو ... ہے .... گر کوئی لینا
پھرتی ہے جو پیجامہ اُتارے کئی دن سے

مانو میرے کہنے کو ابھی گورا ہے پنڈا بن بیاہی ہو واری یہ چلن ہے نہیں اچھا
دھڑکا مجھے اس بات کا دن رات ہے رہتا ہو جائے نہ سایہ کہیں دریا و پری کا
کیوں جاتی ہو دریا کے کنارے کئی دن سے

کیوں دکھ سہو وہ بات ہی کرواؤ نہ بنّو دکھ درد کہو ساس سے شرماؤ نہ بنّو
جم جم جیو تم ہول ذرا کھاؤ نہ بنّو بچے نے لیا پھیر ہے گھبراؤ نہ بنّو
ہے ہوک جو پیڑو میں تمہارے کئی دن سے

کوئی مری اب ریڑھ کو ملتا نہیں ہے ہے بس دائی کا بھی اس گھڑی چلتا نہیں ہے ہے
پیڑو کو ذرا چھوڑ کے ٹلتا نہیں ہے ہے کیسا ہے یہ بچہ کہ نکلتا نہیں ہے ہے
مرتی ہوں پڑی دردوں کے مارے کئی دن سے

مغلانی تو جلتی ہے اجی نام سے میرے یہ لالچی بندی ہے تو مزدوری ہی لے لے
دن کو نہیں چھٹی تو ذرا رات کو آئے مہتاب سے کہ دو بنت انگیا کی بنا دے
ہے مہر نسا لائی ستارے کئی دن سے

کنگلے موئے کو چھوڑ کے زردار کروں گی گھر والے سے نبھتی نہیں میں یار کروں گی
جب دو نہیں کرتی تھی تو اب چار کروں گی تن پیٹ نہیں مانتا لاچار کروں گی
یہ کہتی ہوں ہاں ہاں کے پکارے کئی دن سے

میں جھوٹ نہیں بولتی ہے جانتا اللہ جو بیبیا تھا سب اٹھ گیا بنّو کا کیا بیاہ
سرکار سلامت رہے والی کی سیری جاہ اب دوں گی تمھیں لا کے میں کل پچ سولہ میں تنخواہ
بیٹھی ہوں اسی کے میں سہارے کئی دن سے

بد پانسہ پڑا کیا ہوا جو منہ سے نہ بولے عقدے تو فقط اچھی بری چال نے کھولے

اے جان کسی خیلہ کو یہ بتلاؤ بتو سے — کچھ کھیل نہیں جانتے ایسے یہ بھولے
جھوٹے بھی تو بازی نہیں ہارے کئی دن سے

دیگر

قرآن کا جامہ بھی پہن کے اگر آئیں — درگاہ میں یا جا کے بڑی روٹی اٹھائیں
مانوں گی نہ میں لاکھ بوا قسمیں دکھائیں — چاہت انھیں رنڈی کی ہے گھر رنڈی کے جائیں
منہ میرا نہ دیکھیں نہ مجھے اپنا دکھائیں

کیوں سوت کے میں آگ سے جل جل کے مرونگی — ہوں سہرے نہ جلوے کے جو بھرنا میں بھرونگی
ایسی نہیں بودی جو میں مرزا سے ڈروں گی — وہ رنڈی کریں گے میں یہاں یار کروں گی
پھر لوٹیں گے انگاروں پہ مجکو وہ جلائیں

اپنے ہوئے بیگانے تو بندی کا خدا ہے — پرواہ کسی کے نہیں ملنے کی ذرا ہے
ہمسائی سنو دل مرا مرزا پہ فدا ہے — بدنام تو میں ہو چکی اب ڈر مجھے کیا ہے
میں ان کی ہوں گھر ان کا ہے وہ شوق سے آئیں

صدقے گئی خالق کے یہ دن مجکو دکھایا — بے آس تھی جس سے اُسے پروان چڑھایا
سامان تو شادی کا نہیں جاتا چھپایا — تھا میں نے جو باجی پری خانم کو بلایا
گھس آئیں کہاں سے یہ میرے گھر میں بلائیں

حاکم کے جو گتے کھڑے ہو جائیں گے آگے — ٹھنکاریاں[۱] پہنیں گی ابھی صدر میں جا کے
یہ بات میں کیا کہتی ہوں کچھ اُن سے چرا کے — دیوانی بنیں گی پری خانم کو بلا کے
بیہوشی کی باتیں نہ کریں ہوش میں آئیں

۱؎ ٹھنکاریاں ہتکڑی اور بیڑی کو کہتے ہیں۔

بن چھیلی گرڑھی الیسیوں کے میخ چلائے
میں دیکھوں کھڑی شوق سے اور آہ نہ آئے
مکّار زنوں سے بوا اللہ بچائے
موسل کریں اس میں نہ جہاں سینگ سمائے
بد بات تو یہ رنڈیاں جھنڈے[1] پہ چڑھائیں

میری سی کہیں مجھ سے اور اُس کی کہیں اُس سے
وہ دیکھتی ہیں یوں ہی تماشے کھڑی ہو کے
چھپتا نہیں ہے پیٹ دوا دائی کے آگے
جو کچھ بڑی بیگم ہیں کوئی مجھ سے تو پوچھے
جوروں کو کہیں کو دو نُو ساہوں کو جگائیں

یوں چھیڑ کے ہر بات میں وہ لڑتے تھے اکثر
اب سوت بٹھائی ہے مری چھاتی پہ لا کر
اے باجی مثل سچ ہے کسی کی یہ مقرر
کڑوے تو کریلے تھے چڑھے نیم کے اوپر
وہ اور ہوئے کڑوے یہ باتیں جو بنائیں

کل کل میری بیکل ہے نلے ام گے سارے
مرتی ہوں پڑی پیڑو کے میں درد کے مارے
پیچھے نہ پڑو آج تم اے جان ہمارے
کیا بھولی ہوں آجاؤں گی جو دم میں تمہارے
میں جانتی ہوں جس لئے لیتے ہو بلائیں

واسوخت

عشق کے نام سے میں تو کبھی آگاہ نہ تھی
کچھ خبر میرے فرشتوں کو بھی واللہ نہ تھی
دائی بندی کی تو گھُٹّی میں پڑی چاہ نہ تھی
نیک بختوں میں رہا کرتی تھی بدراہ نہ تھی
پاؤں پھیلا کے سدا شام سے میں سوتی تھی
مجھکو معلوم نہ تھا صبح کدھر ہوتی تھی

جھوٹ کہتی نہیں سچی یہ قسم کھاتی ہوں
آگ میں غم کے ارے لوگو جلی جاتی ہوں

---

[1] جھنڈے پر چڑھانا یعنے رسوا کرنا - بدنام کرنا -

کس مصیبت میں پھنسی او ہی میں گھبراتی ہوں — کیا کہوں کھول کے اس حال کو شرماتی ہوں

چین اک دم نہیں آتا ہے خدا خیر کرے
دل کا کچھ اور ہی نقشا ہے خدا خیر کرے

بیکلی سے جو مجھے چین نہیں ہے دم بھر — کچھ نہ پوچھ پھوٹے گا گل دل یہی دیتا ہے خبر
چاؤ اس بات کی رہتی ہے مجھے آٹھ پہر — مجھ زلیخا کو وہ یوسف کہیں آجائے نظر

دوبدو مجھ سے کہیں آکے وہ اب بات کرے
آرزو نکلے مرے دل کی ملاقات کرے

مجکو وہ چاہ نگوڑی نے جھکائیں کوٹیاں — تن بدن میں ہیں مرے چبھ رہیں غم کی سوئیاں
کوئی کٹنی ملے اس شہر کی ایسی بھوٹیاں ے — میرے بیری کا جو گھر ڈھونڈھ نکالے گوئیاں

عمر بھر اس کا یہ احسان بوا مانوں گی
لونڈی بن جاؤں گی میں بی بی اسے مانوں گی

اتنی سی اتنی ہوئی ہوش سنبھالا جب سے — مردوا آج تک ایسا نہیں دیکھا میں نے
مجکو اس سر کی قسم کھُب گیا دل پر میرے — اس کی تعریف میں کرتی ہوں تمہارے آگے

سر سے پاؤں تلک حُسن کا اُس کے عالم
نور اللہ کا تھا اور کہوں کیا خانم

میں فرشتہ کہوں یا حور کہوں یا غلماں — جن کہوں یا میں پریزاد کہوں یا انساں
کیا کہوں اس کو مری عقل ہے بن جا حیراں — اپنے دل میں کبھی یے جانتی ہوں یہ بھی ہیں گماں

جن تو عاشق اچی ہوتے ہیں بری جلتی ہے
پر فرشتوں کے یہاں دال نہیں گلتی ہے

ے بھوٹیاں یعنے پھرنے والی - راہ سے واقف -

چاند سا جب سے نظر آیا ہے اُس کا ماتھا　　سر پٹکتی ہوں ذرا چین نہیں دل کو پڑا
اور اُن بالوں کا جس دن سے ہوا ہے سودا　　پھنس گئی جان بلا میں یہ تماشا دیکھا

دم اُلجھتا ہے مرا جب نظر آئے وہ بال
مری جندڑی کا پڑے چاہ نگوڑی پہ وبال

مجکو معلوم ہوئے بال وہ گھونگھر والے　　رات برسات کی ہے بیٹھے ہیں یکجا کالے
کُنبی جنبی وہ بھویں دیدے عجب متوالے　　گرہن دیکھے پڑیں جان کے اس کو لالے

سو تواں ناک بھی وہ دل کو مرے بھاتی ہے
اُس کے نتھنوں کی پھڑک ناک میں دم لاتی ہے

عقل نے کان مرے کھولے کیا مجھ سے بیان　　بھری کیا بیٹھی ہے سُن بات مری او نادان
حور کے کان کھڑے ہوویں اگر دیکھے وہ کان　　بینا بازار لگا حُسن کی یہ ہے دو کان

تو بھی دل بیچ خریدار ترا آیا ہے
حُسن تو دیکھ تو اس مُکھڑے پہ کیا پایا ہے

اُٹھتی کونپل ہے جوانی کی نیا ہے انداز　　ہونٹھ پتلے ہیں مسیں بھیگتی سبزہ آغاز
گل سے گالوں پہ نہیں پھولا سماتا ہے ناز　　چشم بد دور رہے نام خدا خوش آواز

ایسی بو سونگھنے کا کیوں نہ میں ارمان کروں
سیب جنت کا بھی اُس ٹھوڑی پہ قربان کروں

موتی ان دانتوں کی تعریف اگر سُن پاتی　　دائی نیساں کو نہ منہ اپنا کبھی دکھلاتی
سیپ میاہی کے وہ پیٹ میں مر جاتی　　پھوٹے نظروں نہ کسی جوہری کو پھر بھاتی

رہتی بے آب سدا چُنیاں دُر دُر کرتیں

بالیاں کنواریوں کی لو لو سمجھ کر ڈرتیں

کیا کہوں تم سے اجی کیسی تھی وہ ہائے زباں
جان آجائے مرے منہ میں جو آجائے زباں
پنا کو شیریں نہ بات آئے یہ ہکلائے زباں
میٹھی باتوں پہ کبھی اس کی جو آجائے زباں
زہر کو قند کہے قند سے بہتر ہو جائے
نام میٹھے کا اگر ہووے تو شکر ہو جائے

کہیں پر دار سے بے پر کا لگا ہے جوڑا
کام تالو نے کیا کوے سے ناتا جوڑا
لاکھ بی ماما ہنسی نے کیا ان پر کوڑا
سانجھ دانتوں نے مسوڑوں کا نہ ہرگز چھوڑا
پان کی سرخی جو ریخوں میں نظر آتی ہے
شان اللہ کی وہ سرخی دکھا جاتی ہے

کنٹھ نکلا نہیں ہے صاف صراحی سا گلا
مونڈھے خوش ڈول عجب کاندھوں کی بانکی ہے ادا
دائی بندی کی نہ کیوں ہنسلی پہ ہو جان فدا
دھکدھکی دیکھ کے وہ پریوں کا دم ہے پھڑکا
آسلے چھاتی سے وہ چھاتی کہ دم رکتا ہے
یاد اس کوڑی کی ہے اب نہیں غم رکتا ہے

شان خالق کی ہے شانوں کی کہوں شان میں کیا
نور کے بازوؤں میں نور کا عالم دیکھا
دل کی بیتابی سے رہتا ہے یہ اب حال مرا
مچھلی بازو کی ادھر پھڑکی ادھر دل پھڑکا
کج ادائی نے بھی ان کہنیوں کی مارا ہے
اب ستم سہنے کا بندی کو نہیں یارا ہے

چاہ ان پہنچوں کی اب گور میں پہنچائے گی
آج کل آنی کلائی سے نہ کل آئے گی
منہدی ان ہاتھوں کی اب رنگ نیا لائے گی
انگلیاں اس کی میرے خون میں ڈبوائے گی

چور پر مہندی کے تہمت نہ دھریں گے باجی
خون بندی کا وہ ناخن بھی کریں گے باجی

دمبدم اس کی بغل کو جو یہ دل کرتا ہے یاد — بغلی گھونسا ہے مری جان کا میرے ناشاد
رات دن کرتی ہوں درگاہ میں اس کی فریاد — اپنی بندی کی کہیں جلد خدا دیوے داد
رُت رہے جاڑے کی کہیں آکے بغل گرم کرے
اس سے کھل کھیلوں میں اور مجھسے نہ وہ شرم کرے

گدگدا روئی سا وہ پیٹ ملائم شفاف — اور اُس ناف کے کیا تم سے کروں میں اوصاف
دل جو اس میں گرا یوسف کی طرح چھپ گیا صاف — مجکو وہ اندھے کنوئیں سے بھی سوا ہو گئی ناف
جیسے یعقوب کو یوسف کے پڑے تھے لالے
اس طرح دل میرا اب اس کے پڑا ہے پالے

مڑ کے کروٹ بھی نہ لی پیٹھ دکھا کر جو گیا — خواب میں آیا نہ پھر خواب میں آکر جو گیا
ہاں سلائے گا وہی مجکو جگا کر جو گیا — نیند وہ لے گیا دل مجھ سے لگا کر جو گیا
اب لگے ہاتھ تو مضبوط کمر پکڑوں گی
لوں گی کولوں کی بلائیں نہ میں جانے دوں گی

شرم کی بات ہے کیا مردوں کی کون چیز کا نام — جس کے تابع میں یہ رہتے ہیں حلال اور حرام
کام وہ لیتا نہیں ہوتا ہے یاں کام تمام — دو دو کاغذ میں اسی فکر میں گھلتی ہوں مدام
رانوں سے رانیں گھسیں بٹر وہیں بٹرول جائیں
جیسے بچھڑے ہیں ملیں ویسے کہ دونوں کھل جائیں

اس سے توڑے کے چھری کوئی گرے مجکو ہلال — غم سے دم گھٹتا ہے آتا ہے جو گھٹنوں کا خیال

پیاری پیاری ہیں عجب پنڈلیاں اور قمری چال
روندا ان پیروں نے دل مجھ میں نہیں اٹھنے کی حال

میں تو بولا گئی کس کس کی ادا یاد کروں
چھینی بھر پانی میں اس جینے سے اب ڈوب مروں

مچھیاں گٹنوں کی یوں اڑیاں آنکھوں سے لگاؤں
تلوے دھو دھو کے پیوں انگلیاں اس کی چٹکاؤں
چھاتی کے بھٹنی سے میں گھاٹیاں ہر دم سہلاؤں
سوت کو پیر کا ناخن بھی اس کے نہ دکھاؤں
ایک دم پہلو سے اپنے نہ جدا اس کو کروں
آنکھ کی پتلی سے میں پیار سوا اس کو کروں

شاد کیوں آج نہ ہوں کل سے ہوا پائی مراد
نامرادوں ہیں تجھی خالق نے یہ دکھلائی مراد
چلّا درگاہ میں باندھا تھا سو اب آئی مراد
صدقے عباس علی کے میری دلوائی مراد
دل سے غم دور رہے عیش کے سامان ملے
جن کے ملنے کے تھے ارمان سو وہ آن ملے

اس کے ملنے نے عجب داغ دکھایا مجھکو
دل لگانا تو ذرا اس نہ آیا مجھکو
میرے گھر آتے ہی رنڈی نے جلایا مجھکو
جس قدر اس نے ہنسایا تھا رلایا مجھکو
غم کے لشکر نے مجھے آن کے پھر گھیرا ہے
آج کل اگلا سا پھر حال وہی میرا ہے

اس سے یہ میری زبانی کوئی کہتا نہیں آہ
اپنے بیگانے تو اس حال سے سب ہیں آگاہ
میری چاہت کا بہت خوب کیا تم نے نباہ
چاہیئے تھا یوں ہی صد آفریں کیا کہنا واہ
تم پہ میں مرتی ہوں تم اور کا دم بھرتے ہو
اس کا شاہد ہے خدا جان کے تم کرتے ہو

رنج صاحب نے دیا پہلے جدائی کا کمال   اب ملاقات گئی گذرا نہیں پورا سال
پاؤں جو گھر سے نکالا تو چلے بینڈی چال   تم نے رنڈی نہیں کی دل کیا میرا پامال

پیٹ سے پاؤں اگر اپنے نکالوں میں بھی
ایک کیا دیکھنا گھر سیکڑوں گھالوں میں بھی

پھروں اب روتی ہوں آ کے ہنساتے نہیں تم   پائینچا[۱] ایسا کیا بھاری کہ آتے نہیں تم
خار دیتے ہو مجھے شکل دکھاتے نہیں تم   منہ بندھی پائی کلی پھولوں سماتے نہیں تم

تم سے بہتیرے مجھے بات میری یاد رہے
میرے جوبن کا بغیچہ مگر آباد رہے

طعن سے تم کو میں کیوں سوت پہ کرتی کوڑا   ہم نے بھی ڈھونڈھ نکالا ہے اجی اپنا جوڑا
سوت کا رنڈی کے حق میں نہیں غم ہے تھوڑا   کر دیا دل کو جلا کے میرے پکا پھوڑا

میں تو اس منہ کو نہ پھر منہ یہ دکھاؤں صاحب
آگے ان آنکھوں کے ہاں یار بلاؤں صاحب

منہ تھوتھا یا میرے گھر آ کے ہوئے آپ اداس   جائیے رنڈی کے گھر میں بھی چلی یار کے پاس
نو سے ملوا چکی تم ایک سے کر آئے مساس   نوج ملنے کی ہو صاحب سے اب اس بندی کو آس

تم ہو ہرجائی تو اپنا بھی یہی طور سہی
تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

دل پہ اس بندی کے جو غم ہے خدا ہے محرم   کیا کہوں اگلی محبت کا تمہارے عالم

۱؎ پائینچا بھاری کرنا یعنے آنا جانا چھوڑ دینا۔

اپنے بالوں میں مری کنگھی تھے کرتے جس دم — چار قل پڑھ کے تم اس کنگھی پہ کر لیتے تھے دم

میرے اور آپ کے اخلاص کی یہ صورت تھی
بغض سے ڈرتے تھے مجھ سے نہ تمہیں نفرت تھی

اب تو میں دیکھ کے صاحب کو بہت ہوں حیران — ایک ادنیٰ یہ محبت کا تمہارے ہے بیاں
مچھیاں لے لے کے سہلاتے تھے تم بندی کی ران — دل سے میں آپ کی لونڈی تھی میری آپ تھے جاں

آپ کے زانو پہ سر رکھ کے میں سو جاتی تھی
مجھ سے کرتے تھے مساس ایسا کہ ہو جاتی تھی

تم پہ میں مرتی تھی اور تم بھی مجھے کرتے تھے پیار — میں تھی محبوبہ تمہاری میرے تم تھے دلدار
آپ کے دل سے نہ آتا تھا میرے دل پہ غبار — صاف دل آئینہ سے رہتے تھے دونوں ہر بار

میں بھی اوباش نہ تھی آپ بھی عیاش نہ تھے
ٹونے میں کرتی نہ تھی مارتے تم ماش نہ تھے

چھوڑ دو رنڈی کو ان باتوں سے ہے کیا حاصل — روز کی اچھی نہیں رہتی ہے دانتا کل کل
آپ کا مجھ سے پھرا میرا پھرا آپ سے دل — جھوٹ میں کہتی ہوں تو کیجئے مجھکو قائل

قابو تم پہ تھا میرا آپ کا قابو مجھ پر
کیا کیا تم نے تھا دیوالی میں جادو مجھ پر

تم تو ہو مجھ سے کڑے میں کروں تم سے نرمی — اپنی باتوں سے ہو قائل نہ کرو ہٹ دھرمی
میرے گھر آئے گر اس نرمی پہ شرما شرمی — پھونس کے آگ میں ہوتی نہیں ایسی گرمی

پہ جون کی سوت بری ساجھے کا ہے کام برا
اس کا آغاز برا اس کا ہے انجام برا

واہ وا خوب گئے آپ نے پید انداز گھر سے باہر کبھی جاتے تھے نہ پڑھنے کو نماز
راتوں کو سوت کے گھر رہنے لگے بندہ نواز مجھ سے اٹھنے کے نہیں آپ کے بیجا ناز

ایک کیا لاؤ گے مجھ ایسی ابھی بیس ہزار
مجکو مل جائیں گے تم ایسے اجی تیس ہزار

مفت دنیا کے مزے میں نہ کرو دین خراب آئے حجن تو ذرا دیکھو نصیحت کی کتاب
دل جلا کر میرا ہونے کا نہیں تم کو ثواب ہے بڑی روٹی میں آیا موے ظالم یہ عذاب

او ہی دیوانے ہوئے ہو اجی کیا کرتے ہو
دو میانوں میں بھلا ایک چھری دھرتے ہو

غصہ اب تھوک دو جو کچھ کیا وہ خوب کیا میں تو ہر طرح سے لونڈی ہوں تمھیں دل ہے دیا
کیا خطا تھی مری جس کا یہ عوض تم نے لیا سچ یہ ہے وہ ہے سہاگن کہ جسے چاہے پیا

زور معشوق یہ عاشق کا نہیں چلتا ہے
ہاں مگر چاہنے والے ہی کا دل جلتا ہے

کل جو کل کا تھا دن آج کی پر گوری ہے شام چاندنی رات وہ اچھی جو ہو دل کو آرام
دل بھی کچھ صبح سے دیتا تھا خوشی کے پیغام میں نہاتی ہوں کریں آپ بھی چل کے حمام

شکر اللہ کا پھر دور ہوا دل سے رنج
پھر مرے حسن کا آباد ہوا دولت گنج

میں نے جو کچھ کہا واللہ ہے سب جھوٹ خلاف اور نے بندی کا اب تک نہیں دیکھا موباف
رنج جب ہوتا ہے دل دونوں نہیں ہوتے ہیں صاف جو کہ ہونا تھا ہوا کیجیے تقصیر معاف

آپ کے ملنے کی پھر دھوم سے ہووے شادی
جانصاحب دے مجھے آگے مبارکبادی

مسدس دربیان احوال شب زفاف

جس پہ بیتی ہو یہ وہی مانے — جو کہ بے درد ہو وہ کیا جانے
جب میں سسرال کو لگی جانے — دونوں بہنوں نے میری اماں نے
میرے چھٹنے کا جب خیال کیا
کیا کہوں کیسا اپنا حال کیا

کس قدر پھوٹ پھوٹ روتی تھیں — منہ کو وہ آنسوؤں سے دھوتی تھیں
جان کس کس طرح سے کھوتی تھیں — صدقے ہر بار مجھ پہ ہوتی تھیں
اور کہتی تھیں بس نہیں اپنا
دُھن ہی ہو تلپٹ کنبا کا بُرا

لگ کے اماں گلے سے اک باری — یوں لگیں کہنے مجھ سے سن واری
کس لئے کر رہی ہے دل بھاری — پرسوں چوتھی کی ہو گی تیاری
چھوٹے بھائی کو تیرے بھیجوں گی
تڑکے ہی تجھکو میں بُلا لوں گی

اتنے میں غل محل میں یہ اُٹھا — لینے آتا دولھن کو ہے دولھا
جس کو چھپنا ہو کرے وہ پردا — منجھلی بھاوج نے میری تب یہ کہا
کون چھپتا ہے شوق سے آویں
دھوپ چڑھتے ہی جلد لے جاویں

گود میں مجھکو لیتے ہی اک بار — اس نے سکھپال میں کیا جو سوار

اور لے کر چلے وہاں سے کہار   روتی جاتی تھی میں تو زار نزار
پیچھے پیچھے برات ساری تھی
سب کے آگے مری سواری تھی
اُتری سسرال میں جو میں جا کے   رونمائی سبھوں نے دی آ کے
مجکو اور اُس کو پاس بٹھا کے   کھیر کھلوائی ساس نے لا کے
ہو چکی ساری جبکہ ریت رسوم
پھر ہوئی چوتھی والیوں کی دھوم
پھرتے تھے شاد و شاد سب مہمان   لڑکیاں ہر طرف جوان جوان
چھلیں آپس میں کرتی تھیں ہر آن   اور باقی نہ مجھ میں تھی اوسان
جوں جوں وہ دن نگوڑا ڈھلتا تھا
میری چھاتی میں دل دہلتا تھا
آئی جب کلمو ہی وہ تخت کی رات   باجی ہمسائی نے سکھائی یہ بات
ہاتھ دولھا لگائے جب بد ذات   مارنا اس کو ایک زور سے لات
اس کے دم میں ذرا نہ آنا تم
چیخنا اور غل مچانا تم
آ کے جس دم وہ بیٹھا میرے پاس   اور کرنے لگا لپٹ کے مساس
نہ رہے مجھ میں کچھ بھی ہوش حواس   دیکھ کر مجکو چپکی اور اُداس
میری جھٹ پٹ بلائیں لینے لگا
مجکو قسمیں ہزاروں دینے لگا

بولا حلوا ہمارا تم کھاؤ ایک مجھی دو منہ ادھر لاؤ
تم جو کہتی ہو یاں سے اُٹھ جاؤ کیا ہے تقصیر میری بتلاؤ

کون کہتا ہے منہ سے بولو تم
اپنا گھونگھٹ سے منہ تو کھولو تم

رات پہلی تھی اور مجھے تھا حجاب نہ دیا کچھ بھی میں نے اس کو جواب
مارے مستی کے ہوتی ہے بیتاب ہاتھ اپنا بڑھا کے اس نے شتاب

جبکہ پکڑا ازار بند مرا
کانپا دہشت سے بند بند مرا

دھینگا مشتی وہ جب لگا کرنے شرم کے مارے میں لگی مرنے
چاہا جو کچھ کیا مقدر نے دی نہ آواز مجکو گھر بھر نے

رو رو ہر ایک کو پکارا کی
سر کو پٹی پہ دے دے مارا کی

میری جس دم ازار اُتاری تھی چیخ پر چیخ میں نے ماری تھی
زندگی سے میں اپنے عاری تھی واں چھری تھی نہ اور کٹاری تھی

مار کر پیٹ میں جو مر جاتی
نام سب کواریوں میں کر جاتی

میں بھی ایسی تھی بس کڑی دل کی جو جو ایذا ہوئی وہ سب جھیلی
صدقے خالق کے میری جان بچی اے بی چھاتی سراہیے میری

زور کر کے وہ جب دبا تھا

غش کے اوپر مجھے غش آتا تھا

تھی قصائی کے میں پڑی پالے بہ گئے جو لہو کے پرنالے
زخم اب تنگ بدن کے ہیں آلے کیوں نہ ہوں مجکو جان کے لالے
سچ ہے دنیا میں جو کہ گنواری ہے
تخت کی رات اس کو بھاری ہے

کڑوی توبنی کی بیب کر کے چار سینکی میٹھے سے دن میں سو سو بار
نہ تھمی اس پہ بھی لہو کی دھار دائی لالن نے ہو کے تب لاچار
کیا کہوں میں کہ کیسا کام کیا
گندے پانی سے آگے دھار دیا

میرے میکے میں جب گئی چادر اماں صاحب نے سنتے ہی یہ خبر
بھر کے تنبول شیشوں کے اندر بھیجی پنجیری جلد بنوا کر
رسم یہ ہے نگوڑ مارا نیا
اُلٹا دینا پڑا ہے خون بہا

کیا ہی مشاطہ نے دیا ہے دم شادی کیسی کہ ہو گیا ہے غم
جانصاحب سے ناک میں ہے دم چھوڑتا ہی نہیں مجھے اک دم
کیا کہوں بدگمان ہے کیسا
آنے جانے کہیں نہیں دیتا

خمسی دیگر

کھیلیں بتاسے اور کھلونے منگائیے تہوار کا ہے دن نہ اجی راگ لائیے

جم جم سے خیر بچوں کی صاحب منائیے — دیوالی بھریئے سیدھی طرح گھر میں آیئے

بس ٹیڑھے ہو کے دل کو نہ میرے جلائیے

ہو جو سوار باؤ کے گھوڑے پہ اس قدر — مہرہ لیا لڑائی کا ہے کس بساط پر

شطرنجی ہارے چاندنی خانم کی بیچ کر — وہ چال تم چلے کہ دیا بُرد سارا گھر

اب باقی میں ہوں داؤں پہ مجکو لگائیے

پہلا دیا ہوا نہیں روشن دوالی کا — اندھیرے ڈبل ہوں کھیلوں نہ کیوں جوا

حاکم کے بھی پیادوں کا ڈر ہے نہیں ذرا — مشکل ہے بعضی بات کہوں اوہی تم سے کیا

بے رُخ نہ مجھ سے ہو کے اجی شہ بڑھائیے

کنگلے تھے مال والی ملی مجھ سی نیک ذات — سمجھو یہ کیوں نہ دل میں لگی خوب بُرد ہات

ایسی نہ دوں گی شے جو کرو تم بدی کی بات — درگور آپ نے کیا شہدوں کو بھی ہے مات

میرا محل بہ پیر بخارا بنائیے

جو تم نے چھیڑے ہیں جنائے حرام کے — لوسوت ہاتھی گھوڑے بھرے ان کے نام کے

رہ جائے بندی اپنے کلیجے کو تھام کے — لونڈی نہ میں نہ بچے ہیں میرے غلام کے

سامان اب دوالی کا جلدی منگائیے

ڈر کو توال کا ہے نہ مجکو وزیر کا — حاکم کے آگے جیتوں گی لڑ دیکھئے بھلا

یہ فیل سا جو ڈیل بڑھایا تو کیا کیا — تم کو خدا نے احمقوں کا بادشا کیا

بک بک کے مغز کا میرے بھیجا نہ کھائیے

اے جان تیرے ہاتھوں سے کرواؤں روشنی — بگڑے بنے بلا سے یہ منظور ہے یہی

جانے نہ دوں گی تم کو تو اس وقت میں کبھی — اندھیرے نہ توڑو میاں آس تم مری

بچے کی ٹہری بھر کے ذرا چوک جائیے

شہر آشوب

کم نہیں قاروں سے ہر اک کی خصلت آجکل | دفن مردے کی طرح گھر گھر ہے دولت آجکل
مردوؤں کی ہو گئی نام و ہمت آجکل | لکھنؤ میں شاد سوموں کی ہے کثرت آجکل
گور پر حاتم کے روتی ہے سخاوت آجکل

جھونجھ ہے حشمت کا جنگلو شوم ہر الو کا گھر | ان چڑیماروں کے بس میں ہیں دین جو ایک پر
کوڑیا خانم بنا پپیا عجائب جانور | سُنتی جس کا نام ہوں صورت نہیں آتی نظر
بھیس میں عنقا کے اب ہتی ہے حشمت آجکل

دل سے اُٹھ سکتی نہیں ہے آنچ پیسے کی ہوا | صبر اُڑتا بیقراری سے ہے پارے سے سوا
مفلسی کے اوہی نسخے نے مجھے کشتہ کیا | کیمیاگر جس کو سمجھی اس نے کب مسکا دیا
چکنی باتوں کی مری روکھی ہے صورت آجکل

روتے مردوں کو ہنساؤں دل شگفتہ ہو اگر | تاؤ کھا کے جل گئی ہو خاک باتوں میں اثر
اک کھرا ملتا نہیں کھوٹے ہی آتے ہیں نظر | جس نگوڑے کو اجی جوڑا بنایا ڈھونڈھ کر
مفلسی سے کھل گئی ہے اس کی رنگت آجکل

ہے نہیں ٹکسال سے باہر کوئی مطلب میرا | کیا روپے لینے کا ہو بے شرم سے بی آسرا
اشرفی خانم میری کندن نے دیکھو سچ کہا | اپنی چاندی کب بنے زر دار جب ہوئے حیا
بن گئی سونے کی بوٹی او ہی غیرت آجکل

اینٹ سے یہ اینٹ بجوائیں نہ ہرگز خوف کھائیں | پیسے والے اک ٹکے کے واسطے مسجد کو ڈھائیں
راج بی اپنے وہی ٹھنگر کے بھی چونا لگائیں | پہلے ہمسائی کے کھودیں پھر محل بھڑوے بنائیں
نیو کی جا ہے ہر اک دل میں خصومت آجکل

ریختی ہوں تن پیٹ میں بھی او بہی کیونکر ہو نباہ دوسرے فاقے کہا بندی نے خالق بے گواہ
یاالہی ایسے زرداروں کے ہوں بیڑے تباہ کرتے ہیں کنجوس مکھی چوس خالی واہ واہ
کیا کروں اوڑھوں بچھاؤں ہے یہ حالت آجکل

لاکھ رنڈی واسطے دولت کے اب ہو بیسوا مرد مرواۓ کوئی بھڑوا بنے یا مسخرا
ایک خرمہرہ نہ حاصل اس گدھے کو ہو ذرا شعر میرا ہے کسوٹی چاہے کس دیکھے بوا
ہے کسی شے کی نہیں یہ تو حقیقت آجکل

سیکڑوں میرے خصم ہیں کیوں نہ ہوں میں بے حجاب بڑھ کے بولوں گی فرشتہ خاں کو بھی دوں گی جواب
جان جائے پشم سے باندی کی اے بھیا تراب اُڑ رہی ہے خاک ہے ہر علم کی مٹی خراب
ہے بجا بیجا نہیں میری شکایت آجکل

کچھ ہوس مجکو نہیں چولھے میں جائے شاعری کہہ چکی قطعی قصیدی میں رباعی ریختی
ریختی واسوختی تاریخ خمسی مثنوی دل میں ہے تعریف کے بدلے ہر اک اب سوم کی
خوب مرزا[ل] کی طرح کیجئے مذمت آجکل

بھیا انشا کی طرح میں جانتی ہوں ہر زبان کیسا کیسا حق میں ان سوموں کے کرتی ہوں بیان
یہ مرے بے قدر ہیں پر میں ہوں ان کی قدر دان پھاڑ ڈالوں گی موؤں کی موٹی جیتی کی فلان
بن گئی ہتھیار ہے میری طبیعت آجکل

ماں بہن بیٹی بہو خالا پھوپھی نانی چچی جورو سالی ساس سلہج اور بھتیجی بھانجی
امی ممانی دادی پوتی اور نواسی تک اجی ہر محل میں ان موے سوموں نے اپنی بھیج دی
ان کے کمینے کی یہ ہے بی بی حقیقت آجکل

ل مرزا رفیع سودا۔

رنگ یہ بدلا زمانے نے ہر اک حیران ہے — مفلسی کے ہاتھ سے انسان بھی حیوان ہے
جو موا حیوان تھا پیسے سے وہ انسان ہے — اے دوگانا جان دیکھو کیا خدا کی شان ہے
ہوش میں ہیں باجی اور ہم کو ہے وحشت آجکل

ملکی کشمیری اجی کنبوہ کایتھ نابکار — چاروں یہ بدذات ہیں شیطان کی ان کو ہو مار
یہ نگوڑے نحس قدمے جب سے آئے ہیں چمار — جوتیاں چٹکاتے بیچارے ہیں پیدل اور سوار
شہر میں دولت قدم ان کے بدولت آجکل

آتے ہیں حاکم کے کُتے اتنی سی تکرار میں — کچھ نہ دو تو باندھ لیں مشکیں موئے بازار میں
گیلی سوکھی دونوں جلتی ہیں بو اسرکار میں — چاندنی خانم عجب اندھیر ہے دربار میں
ہیں وہی میری کہ جن کی ہے حمایت آجکل

کوتوالی والوں نے باندھی کمر انصاف پر — اُلٹا راضی نامہ دے کچھ اور خرچے آن کر
پھر جو ہو چوری تو دہشت سے نہ ہو کوئی خبر — پہلے گھر والے بندھیں اس کے ہو چوری جس کے گھر
تھانہ داروں نے نکالی ہے یہ حکمت آجکل

ہیں بغل میں داب کے ایمان بیٹھے بے حیا — بی دوگانا پاس خالق کا نہ ہے قرآن کا
ڈاڑھی منڈوں سے ہیں لیتے ڈاڑھی والے اب سوا — حق کو ناحق کرتے ہیں ناحق کو حق یہ برملا
نوج دکھلائے خدا ہے ہے عدالت آجکل

لالچی بندے یہ لینا ہی سمجھتے ہیں ثواب — ڈر نہیں مرنے کا ہے کس کھیت کی مولی عذاب
صاف ٹکڑا توڑ کے دیتے ہیں کارندے جواب — جو بہت دے اس کا کہنا ہو جو کم دے ہو خراب
ہر کچہری میں ہے کرتی کام رشوت آجکل

حکم کرتے ہیں یہ خدمتگار کو سُن اے شریر — چھین لو جھولی اگر مانگے کوئی ہم سے فقیر

ہیں مریدوں میں یہ پیسے کے بنے کوڑی کے پیر
فیض خاں بے فیض تو گے نہ مجھے ایسے ایر
کیا پڑی ٹیکی عجب بگڑی ہے نیت آجکل

خوف سے دینے کے آنکھوں میں پڑ جائیں گڑھے
سمجھے شاعر کو جو ہنستا ان منہ پھر کیوں چڑھے
پہلے تو پڑھنے نہ دیں خیر ان پڑھے تو شر بڑھے
کوئی ان کی شان میں شاعر قصیدہ گر پڑھے
اعتراض اس پر کریں دیں اس کو ذلت آجکل

منہ سور کی طرح سُن سُن کے بنائیں شعر پر
شعر کی شاعر سند دے کے کرے جھوٹا اگر
بحر میں پھر گفتگو کرنے لگیں بھڑوے وہ خر
قافیہ ہو تنگ اس میں بھی تو قصہ مختصر
گالیاں بدلے صلہ کے ہوں عنایت آجکل

مفلسی میں کام آتا ہے نہ کوئی رشتہ دار
باپ ہے ماں ہے جو کچھ ہے ہے بوا پروردگار
غیر کیسے حال اپنوں کا یہ ہے اب آشکار
ایک بھائی کو ہے فاقہ ایک کرتا زہر مار
اُٹھ گئی دنیا کے پردے سے محبت آجکل

بیچ لے اوپر سے اوپر گر کسی کی کوئی شے
لڑنے والے دونوں مر جائیں نہ جھگڑا ہووے
دیکھ کر یہ حال کوئی چپ رہے بی تابہ کے
اندھی نگری راج چوپٹ شہر میں ہر بونگ ہے
لے مرے جو چاہے جس کو او ہی تہمت آجکل

ہو نہ دولت کو ضرر ایمان پر آئے زوال
گھر کی کھیتی جانتے ہیں مفت کا پایا ہے مال
خرچ ہو باہر نہ پیسا ہے انھیں ہر دم خیال
ماں بہن بیٹی بہو کو سوم سمجھے ہیں حلال
تیز ہے گھر والیوں پر اُن کی شہوت آجکل

چارپائی سے بھی اب طاقت نہ اُٹھنے کی رہی
ہو گیا ہے حشر کا میدان انگنائی اجی
جیتے جی ایسی ہے شدت بھوک کی اور پیاس کی
حال ہے بدتر ہر ایک کا گور کے مردے سے بھی

کونسا گھر ہے نہیں جس میں قیامت آجکل

سوم نو چندی کو جو روسے کہے جب دو روپے — کیوں نہ پھر وہ یہ کہے باہر دو جانے لو روپے
یوں بھی لے مہتاب ہیں ملتے نہیں اب روپے — چاند خاں دیں کب تلک ایسی چھناؤں کو روپے
کرنے اس لالچ سے جائیں گو زیارت آجکل

چار دن کی چاندنی کی سیر لازم ہے اجی — لے گیا قارون کب ساتھ اپنے دولت مدعی
اے غنی خاں سوم کے بھی باپ ہیں اب کی دنی — ماریں جھوٹے ہاتھ بھولے سے نہ ٹکٹے کو کبھی
نام سے مجکو نہ کیوں ہو ان کے نفرت آجکل

ہو گئی راحت ہے دشمن رنج ہے نو حبیب — دور دولت ہو گئی کس طرح سے آئے قریب
پاؤں جو پھیلا کے سوئے پھر نہیں جاگے نصیب — جو سخی تھے پیسے والے اب وہ ایسے ہیں غریب
ان کے گھر مہمان رہتی ہے قناعت آجکل

ڈر ہے سڑ جانے کے شاید خاک میں ڈھک جائے تن — لاش کا یہ حال ہو پائے نہ پر دو گز کفن
مار کے چھریاں سلادیں گور میں یہ ہے چلن — نوکری کر کے اگر تنخواہ مانگے اے بہن
جائے جند ڑی آئے اس کے گھر یہ آفت آجکل

منہ نہ کھلواؤ کہوں کیا ایک کا باوا ہے ایک — کوئی فرقہ اس میں ہو سب کا تو انقشا ہے ایک
دوسرے کو دیکھ سکتا ہی نہیں اصلا ہے ایک — جس کے نوکر دو ہیں اس سے ایک کی جڑتا ہے ایک
رہ گئی بدلے سفارش کے ہے غیبت آجکل

جب گنواروں کو ہو عامل کے نہ رہنے کا یقیں — کس طرح پیسا چلے دستور ہے یہ بھی کہیں
سال میں بارہ بدلتے ہیں بوا عامل یہیں — بی اماں سال بھر کا کچھ اجارہ ہے نہیں
جو اضافہ دے وہی بس پہنے خلعت آجکل

جیتے جی ہے پست رتبہ ہو گا مرنے سے بلند   یا جی کھل جائے گا جس دم آنکھ ہو گی میری بند
بیوقوفی اپنی ظاہر پر کریں گے عقلمند   خاک میں مل جائے یہ دنیا بھی ہے مردہ پسند
جو مرے کرتی ہے ان کو یاد خلقت آجکل

اب سنو جو حال ہے کلجگ میں بارہ راس کا   کھولتی ہوں ہر سنیچر کی جنم کا پترا
بید کاشی میں پڑھی یاں ہٹ دھرم اگر ہوا   پوتھیاں دل سے بنا کے جھوٹ کہتا ہے کتھا
اپنے مطلب کی ہر اک گاتا ہے پنڈت آجکل

چھتری رجپوت رستوگی برہمن جوہری   کھوسلی مُرگی چھری کبنوہ جڈی کھتری
پاس اب ایمان کا ان کو نہیں اپنے ذری   بے ایمانی ہے اجی ہر قوم کے دل میں پڑی
کس کی ہے خالی دغابازی سے طینت آجکل

بے ایمانی کے یہ ساہوکار ہیں بھڑوے چھنال   جانتے ایمان کی دولت کو ہیں چوری کا مال
ذبح سید کو کریں اور برہمن کو یہ حلال   بے ایمانی کی چھری ہے تیز دونوں کی کمال
کچھ نہیں ہندو مسلمانوں کو دہشت آجکل

گدھ ہیں گویا اے بوا اس شہر کے دوکاندار   نوچیں مردہ جان کر گاہک جو دیکھیں جاندار
ایک ڈھونڈے سو میں تو نکلے نہیں ایماندار   بھاری بھرکم دیکھنے کو ہیں یہ بھڑوے شاندار
کھوکھلے تربوز سی دے ان کو نسبت آجکل

نائی دھوبی کنجڑے بھٹیارے قصائی نابکار   ایک کوڑی کے لئے ہوتے ہیں گردن پر سوار
لوٹ کر ہم کو ہوئے تیلی تنبولی مالدار   ہم فقیروں سے ہیں بدتر دیکھ لو ہے آشکار
پاجیوں کے گھر میں ہو کیونکر نہ دولت آجکل

چاہیئے جیٹھ دے کے سقہ سے کوئی پانی پیے   اک کٹورا دے نہ وہ پانی کا بے کوڑی لئے

اس کو کچھ پروا نہیں پیاسا مرے چاہے جئے ایسے ہی لوگوں نے مولا پر ستم ہیرے کئے
کربلا کی یاد آتی ہے مصیبت آجکل

روز جھک جھک کے کروگران کو مجرا صبح و شام دیں اڑا لکھّی سے پر منہ سے نہ نکلے کچھ کلام
بھائی یوسف ایسے بھڑوؤں کا ہے کیا کوئی غلام چاہتے ہیں جو کریں پہلے ہمیں جھک کر سلام
کیا کسی سے کیجئے صاحب سلامت آجکل

اے زناخی کام کیا ہے باپ دادے کی زمیں ننگی ہے حمّام کی یہ عقلمندوں کے قریں
ہیں وہ ایسے ہی ہے ان کی ذات سے مجکو یقیں آشنا کیا کام اپنے باپ کے آئیں نہیں
کام ہونے پر یہ ہے یاروں کی حالت آجکل

پادشاہ میرا نمازی متقی پرہیزگار اے دوگار رحمدل عادل سخی اور دیندار
سچ خبر پہنچی نہ جب حضرت کو لوگو زینہار کیا کریں وہ یہ خطا اخبار کی ہے آشکار
کم ہے ہم پر جتنی ہو ہر شئے کی شدت آجکل

سچ کے کہنے پر ہے گِلہ کار کی کٹتی زباں منہ نہ کھلوا جان صاحب کیا کروں تجھ سے بیاں
لکھنؤ میں کون ہے اشراف کا اب قدرداں شیخ سے سید بنے چاہے مغل چاہے پٹھان
پیسا جامہ زیب ہے دیتا ہے حرمت آجکل

دیگر

ہر بڑوں کے پھول پھولوں کے دیکھے سنگار رنگ دولھا سا باغ کو ہیں یہ دیتے سنوار رنگ
لاکھوں ہیں نام کیا لوں کروں کیا شمار رنگ ایک ایک رنگ میں ہیں اجی دو دو ہزار رنگ
دکھلاتی ہے بہار میں اپنی بہار رنگ

اٹکی ہے ہیرا لال سے پنّا کی جو بھو سر منڈتا جاتی جوہری بازار میں کبھو

اس میں ذلیل ہوئیں گے دو چار جان لو
موتی کی طرح رکھے خدا سب کی آبرو
بیرنگ ہے محل کا جواہر نگار رنگ

گر آپ آسمان سے پتال جائیے
مانوں گی اب نہ ایک نہ یہ راگ لائیے
سُر کھینچو ڈگی چھیڑوں میں پردے ملائیے
جنگلا ہے پیلی بھیت کا پیلو بجائیے
ویرانی جائے دل کی اجی دے ستار رنگ

موسم گیا بسنت کے لینے کو ہے اری
آئے محل میں جھاڑے گا مستی تری ابھی
بھولے گا گل جو ڈھیند ھا تو بھولے بھلا ڈری
گلزار خاں کے باغ میں رنگریز سے رہی
کیا کیا نہ لائے گی ابھی تو نو بہار رنگ

سوسی سے گلبدن ملا اترا نہ چل پچھنے
جنت میں لات مارنہ تو اس غرور سے
یہ دل میں چٹکیاں نہ گل اندام لے مرے
پھولوں نہیں سماتی ہے پھولام بن کے
نیفے کا جو دکھاتی ہے تو بار بار رنگ

ٹکسال میں ہے بارہ برس ایک جار ہیں
ان کی قدیمی پوچھ تو ہمسائی ہوں مَیں[1]
چمپا کے پھول لادے ملیں تجکو گر کہیں
کیا جانتی ہے اشرفی خانم مجھے نہیں
کندن سنہرا جاتا ہے بے اختیار رنگ

ایسی نو سا ہو کار یہ لونڈی ہے آپ کی
سنتی ہی منہ یہ رنڈی کے زردی سی چھا گئی
ہوتا ہے خار میرے نہ گھر آئے اب کبھی
چمپا چرا کے لے گئی چمپا کلی مری
چھپتا نہیں ہے چور کا بی زنہار رنگ

چمپا کے پھول لو گو چھپائے کوئی ہزار
عاشق تنوں سے بو نہیں چھپتی ہے زنہار

---

[1] یعنی میں بھی۔

کیا جانے کوئی مردوا اس رنگ کی بہار — بھونرے کی طرح رنڈیاں کیونکر نہ ہوں نثار

مستی کا گھر ہے چنپئی یہ نابکار رنگ

ثرمائے دھو یا کپڑا سفید ایسا ہو گیا — ہوتا ہے سبز توتی کے پر سے کبھی سوا

تھا پہلے کالا زرد سے اب لال ہے بنا — گرگٹ کے خون میں اجی بیشک ہے یہ بجھا

چنپئی موا بدلتا ہے جو بار بار رنگ

پارے کا رہنے والا ہے کچھ کھوٹی کی ہے بات — گر ہے کھرا تو گھٹتا نہیں کیوں یہ واردات

ٹکسال جب چڑھا تو نہ حرمت لگے گی ہات — کھا کھا کے تاؤ گھٹتی ہے کیا تجکو ساری رات

فق ہو گیا ہے مُنہ کا جو تیرے سنار رنگ

ہمت دوگانا عشق کے بندھوائے دل کو جو — مرتی ہوں میں تو اس پہ بوا بھائے دل کو جو

دُنیا کی کیفیت اجی دکھلائے دل کو جو — کالا ہو یا کہ گورا پسند آئے دل کو جو

اس پر نثار کیجیے ستّر ہزار رنگ

جوڑا کسی کے دیکھا گلی میں تھا صندلی — ہے چوٹ میرے دل پہ لگی اس کے عشق کی

اس سر کی ہے قسم کہ جاؤں گی میں یہی — ہووے کفن میں کفنی بھی ویسے ہی رنگ کی

اب تو ہوا ہے ایسا گلے کا یہ ہار رنگ

دن رات گھیرے رہتا ہے اس شخص کو ہراس — غم کے سوا خوشی نہیں آتی ہے اس پاس

دل بے قرار ہوتا ہے اُڑ جاتے ہیں حواس — منہ زرد آنکھیں لال پھٹے کپڑے جی اُداس

عاشق کے بوجھنے کے ہوا ہیں یہ چار رنگ

بڑھیا تو دھوپ ہو گئی چلتی نہیں ہوا — سوکھے گا کیا یہ شام کو استر رضائی کا

سُن او جوان بیٹی مری ماں نے یہ کہا — چوٹھے یہ ہے پتنگ اری صبح سے چڑھا

مہرن یہ جل نہ جائے تو جلدی اتار رنگ

لو آؤ پیر گھر سے لو کیونکر نہ دل کڑھے | چوب تھے چھپے ہوئے چلے رہ گئے دوبے
اے جان اس مثل میں گرفتار ہم ہوئے | رنگریز آج دے تو ہے کل عید اوڑھے
چوری گیا دوپٹا رہا در کنار رنگ

قطعہ تاریخ طبع زاد جانصاحب

میں صدقے گئی آکے یہ قطعہ دیکھو | مرے جانصاحب نے لکھا ہے باجی
چھٹی نبض بیمار کی مل گئی ہے | اگر دور سے شعر دیکھا ہے باجی
کہا سچ یہ نرگس نے ہر شعر اس کا | مسیحا کا عالم دکھاتا ہے باجی
بھرے اس کے مضمون میں معجزے ہیں | کیا مجھ سے مردے کو زندا ہے باجی
دوا کی ہے تاثیر ہر لفظ رکھتی | جو ہے حرف وہ قرص گویا ہے باجی
غذا قافیہ بحر ہر ایک پانی | ردیفوں کو پرہیز باندھا ہے باجی

اجی اس کی تاریخ بیت الشفا ہے
یہ دیوان چاہت کا نسخا ہے باجی
۱۲۶۲ھ

قصیدہ در تعریف حسن و جمال و علم موسیقی بی حسین باندی صاحبہ

عالم میں ہو رہا ہے کیا کیا حسین باندی | صوتِ حسن کا تیری شہرا حسین باندی
جادوئے سامری کا ہر تان میں اثر ہے | ہے سحر ساز تیرا گانا حسین باندی

خرمن دل و جگر کے اک دم میں پھونکتا ہے
آواز کا یہ تیری شعلا حسین باندی

یہ پاٹ دار کیا ہی آواز ہے سُریلی
تحریر ہے کہ موج دریا حسین باندی

اترونٹ ۔ ترانہ ۔ دُھرپت ۔ ٹپّا خیال ٹھمری
جو تو نے گایا اچھا گایا حسین باندی

مُرکی گلے میں کھٹکا ہے زمزمہ عجائب
ہے بلبل خوش الحان گویا حسین باندی

دو تین غزلیں ایسی بے مثل تو ہے گاتی
گانے میں وہ ہیں تیرا حصّا حسین باندی

کیا نور کا ہے گانا کیا نور کی ہیں باتیں
ہے نور کا گلے میں جلوا حسین باندی

لَے، تال اور سُر سم لونڈی غلام تیرے
قابو میں تیرے سب کو پایا حسین باندی

کیا خوب دیکھتی ہے کومل بھی اور تیور
جس نے تجھے سنا ہے بولا حسین باندی

کہتا نہ کیوں سراپا تیرا حسین باندی
شیدا کا ہوں میں تیرے شیدا حسین باندی

حُسنِ صبیح کا وہ تیرے ہوا ہے بندہ
اک بار جس نے تجھ کو دیکھا حسین باندی

ہے خنجر جفا کا عالم شہید تیرے
اب کربلا ہے تیرا کوچا حسین باندی

تیرا ہر ایک مجنوں لیلائے زلف کا ہے
ہر دل کو دیکھا اس کا سودا حسین باندی

صد شکر مہر و مہ ہیں رخسار دونوں بیشک
ایک چاند کا ہے ٹکڑا مکھڑا حسین باندی

کعبہ ہے روئے زیبا محراب کعبہ ابرو
واجب ہے عاشقوں پر سجدا حسین باندی

توڑے توے دلوں کے مژگاں کے تیر وہ ہیں
چوکا نہیں نشانہ ان کا حسین باندی

زہرہ جبیں وہ تو ہے ہے مشتری زمانہ
ہر خال عنبریں ہے تارا حسین باندی

دنداں نظیر گوہر لب لعل بے بہا ہیں
درج گہر دہن ہے گویا حسین باندی

نشتے ہرن کریں ہم شیروں کے ایک دم میں
آہوئے چشم کو ہے دعوےٰ حسین باندی

عالم کو ہے دکھایا آنکھوں کی پتلیوں نے
ایک طرفہ تر تماشا کیا کیا حسین باندی

گردن تو ہے صراحی آنکھیں ہیں جام صہبا
ہے اس میں خط ساغر سُرما حسین باندی

ہے یہ صدائے بُلبل صد رشک برگِ گل ہے
کانوں کا تیرے اک اک پتّا حسین باندی

عالم کے دانت کھٹے کرتے ہیں نار پستان / باغنچۂ حُسن کا ہے سینا حسین باندی

بازو ہیں تیرے دونوں بس موج آب کوثر / مضمون یہ ہاتھ کاٹے پایا حسین باندی

شفاف ایسا پایا پائے نگاہ پھسلے / عالم غضب شکم کا دیکھا حسین باندی

یوں ناف ہے وہ ٹیلی بانبی سے نکلی ناگن / ہے کام اس کا ڈسنا دل کا حسین باندی

ہستی میں بھی نہ پائے عاشق عدم سے آئے / اچھا دیا کمر نے دھوکا حسین باندی

بے مثل دونو کولے اس حسن کے سرین ہیں / دو کوہ نور دیکھے اک جا حسین باندی

بلور کی ستون ہیں رانوں سے ساق پا تک / تصویر نقش پا کا نقشا حسین باندی

ہاتھوں سے اپنے تجکو بس صانع ازل نے / سانچے میں نور کے ہے ڈھالا حسین باندی

شمشاد قد وہ تو ہے اے نونہال خوبی / ہر اک ہے قمری دل شیدا حسین باندی

بوٹے سے قد پہ تیرے سو بار ہوں تصدق / سرو رواں صنوبر طوبیٰ حسین باندی

جو ہے ہلال گردوں اے آسمان شوکت / ترشا ہوا ہے ناخن تیرا حسین باندی

بے مثل تو زلیخا لاثانی تیرا یوسف / حُسن و جمال میں تو یکتا حسین باندی

وہ بھی رہیں سلامت جن کے سبب سے تیرا / ہے اوج و شان و شوکت رُتبا حسین باندی

رُتبہ ہو روز اعلیٰ ہر دم ہو بول بالا / بولے ہمیشہ طوطی ان کا حسین باندی

شاعر کی بھی زباں ہے تیری صفت میں قاصر / کیا شان میں ہو تیری انشا حسین باندی

دے نذر یہ سراپا کہ جل کے جانصاحب / قائم رہے یہ تیرا جلوا حسین باندی

قطعہ تاریخ طبع زاد مصنف متخلص بہ جانصاحب ریختی گو

اک ہفتے میں بک جائیں گے ہیں رشنی ہنڈی / مطبع سے تو نکلیں یہ ارے صاحبو دونو

منشی جی ہیں مطبع کے بجا مہتمم اچھے / تجویز یہ نسخے وہ کیے صاحبو دونو

بی جان کہی جان نے تاریخ بھی اچھی / دیوان بہت خوب چھپے صاحبو دونو

۱۲۷۹ھ

ضمیمہ دیوان جانصاحب

ردیف الف

پیٹ پر پیٹ گرا پیٹ نہ میرا ٹھہرا
جان لیوا ہوا جو پیٹ میں بچا ٹھہرا

شاعری کا بھی یہ فن ناچنا گانا ٹھہرا
ریختا ریختی پتلی کا تماشا ٹھہرا

سوت کی میری بھلا او ہی نبھے گی کیونکر
ایک گھر میں اجی جب اپنا پرایا ٹھہرا

وہ بری بات ہے وہ جنس وہ ناکارہ ہوں
کوئی بازار میں گاہک نہیں میرا ٹھہرا

جی مرا چاہے گا جب دوں گی میں چھپی تم کو
منہ تو دھو آؤ ذرا منہ کا نوالا ٹھہرا

میں نے سو بار کہا آپ سے ہاری ہوں زباں
منہ لگانے کی یہ خوبی ہے تقاضا ٹھہرا

جب سے باہر تو نکلنے لگی اے نیک قدم
گھر میں اک دم نہ ترا پاؤں نگوڑا ٹھہرا

چمن افزا جو مرے باغ میں گھو آئی تھی
پاس سوسن کے وہ شبنم کا دوپٹا ٹھہرا

پھول لالے کے جو تسلے میں گرا پانی کے
پھبتی گلشن نے کہی تال کٹورا ٹھہرا

روشنی صاحبو جس شب کو ترے دن کی ہوئی
گھٹنا بڑھنا تو اسی رات کو دن کا ٹھہرا

سارے کہنے کو اجی دیکھنا میں اکٹوں گی
ایسی لپٹوں کہ کہیں جھاڑ کا کانٹا ٹھہرا

جانصاحب سے جہاں ہیجڑے دو تین لڑے
جلسہ کاہے کو الوٹے[1] کا وہ میلا ٹھہرا

---

[1] زنانوں کا ایک میلا مکارم نگر (لکھنؤ) میں ہوا کرتا تھا جواب بھی قائم ہے۔

عجب زمانہ میں اندھیر اب ہے بدرجہاں کسی کمال کا کوئی نہ قدرداں دیکھا
میں پیر زال زمانے کو چھانے بیٹھے ہوں وہ کل سے آئے ہیں دنیا میں اک جہاں دیکھا
بُرا سمجھتی تھی سسرال کو میں میکے سے وہاں سے آئی تو کچھ اور ہی یہاں دیکھا
دھڑی پہ جو مری مستی کے مر گیا سوسن موئے کی قبر سے اُٹھتے موئے دھواں دیکھا
نہائی میں وہ ہوا پانی پانی اے خضرو حیات خضر سا بھی کم او ہی بدگماں دیکھا

یہ وہ زمین ہے مضموں کو نہ بیت ملی
ہزار فکر نے اے جان لامکاں دیکھا

بال کھولے میں جو نکلی جمع میلا ہو گیا حُسن کیا میرا سپیرے کا تماشا ہو گیا
تیرے گھر والے کو اے شمس النسا کیا ہو گیا کرتے ہی رنڈی موا بے مہر کیسا ہو گیا
قید ہی میں مر گیا پہ چھوٹا نہ جیتے جی کبھی اس نگوڑے عشق کا جو کوئی بندھوا ہو گیا
دل کا آنا گورے چٹے پر نہیں موقوف ہے اس کی میں عاشق ہوئی عاشق وہ میرا ہو گیا
کلمو ہی لیلیٰ کی خاطر قیس دیوانہ بنا کون سی ابلہ پری تھی جس پہ سودا ہو گیا
ایک میں باقی نہیں میں نوجوانی کی اُمنگ کیا زمانہ ہے کہ دل لڑکوں کا بڈھا ہو گیا
اے مصور شکل سے مردوں کے نفرت ہو گئی دیکھ کر تصویر عاشق کی یہ نقشا ہو گیا
بیاہی او بچے گھر گئی نیچی پڑی لوگوں کی بات منہ سے نکلا تھا جو میرا بول بالا ہو گیا
سچ تری تعریف کی لوگوں نے اے مریم نسا کیسا ہی بیمار بچہ آیا اچھا ہو گیا

جانصاحب دے کے دل صاحب کو پچھتاتی ہوں میں
ایک جندڑی پر ستم بندی کے کیا کیا ہو گیا

جورو پہ جو چلتا نہیں قابو ترا اچھا کچھ وہ ہے بُری مردوے یا تو نہیں اچھا

کیا دیکھ کے شیریں پہ تو عاشق ہوا فرہاد　　اس بات پہ ہونا تو ترش رو نہیں اچھا
فتنی ہوں قیامت ہوں قیامت میں کروں گی　　کرتی اری حق میں یہ مرے تو نہیں اچھا
ان ہونٹھوں پہ عاشق ہوں میں آنکھوں پہ مرو ں کیوں　　مریم ہوا اعجاز سے جادو نہیں اچھا
مرجان مجھے دیکھ کے لہرائے نہ مونگا　　بازو سے مرے موج کا بازو نہیں اچھا
بے آبرو ہو گی جو خصم اس کا سُنے گا　　گوہر کا بنانا ہوا لولو نہیں اچھا

بے چین ہوئی فکر بہت کروٹیں بدلیں
اے جان ملا شعر کا پہلو نہیں اچھا

گھر چھوڑ کر وہ نکلا کیا کامیاب ہو گا　　در در پھرے گا اجڑا خانہ خراب ہو گا
وہ سور ماں ہوں رنڈی ڈرتی نہیں کسی سے　　ہارے گا مرد لڑکے کیا فتحیاب ہو گا
مجھ زال نے جنے ہیں رُستم سے لاکھ بچے　　بھاگے گا نوک دم گو افراسیاب ہو گا
جو شوم ہے لٹورا کہتی ہوں اس کے حق میں　　چڑیا حلال کر دے تجھ کو ثواب ہو گا

کھلوانہ منہ لگیں گی اے جان نون مرچیں
جل بھُن کے یہ ابھی دل تیرا کباب ہو گا

ہوئی ضعیف میں رنڈیا نہ وہ شباب رہا　　عجب ہے رسم وہ دلھن جان ہی خطاب رہا
جب آیا گھر میں فلک سیر چاند خاں کھا کر　　تمام رات مری جان پر عذاب رہا

یہ کیا سبب ہے اجی آج مہرباں ہیں آپ
ہمارے چونڈے پہ کل تک تو تھا عتاب رہا

اب کی سسرال سے میکے تو ہو جانا میرا　　یاد رکھیو اسے پھر ہو گا نہ آنا میرا
آہ کیا پوستی کی جائے گی اوپر اوپر　　مرنے جوگے یہ نہیں خوب ستانا میرا

دل جلی کو کہ جلی مانگ جلی دُکھیا ہوں
ٹھنڈا رکھے گا تجھے او ہی جلانا میرا

تم اگر دوگے نہ تن پیٹ کو روٹی کپڑا
گیا خدا کے بھی نہیں گھر میں ٹھکانا میرا

لیس ہوں، سوت کے جب چاہوں اُڑا دوں جوتے
بال باندھا ہے یہ چوٹی کا نشانا میرا

مرثیہ خواں جسے سُن سُن کے بوا روتے ہیں
سوز بھیّا کا ہے دیوان فسانا میرا

بن کے جوگن رہوں جنگل میں رماؤں دھونی
اب ہو مجنوں کی طرح گیروا بانا میرا

شوہر کی ماں اجی کہتی ہے بہو سے اپنی
یاد رکھیو کبھی یہ کہنا نہ بھلانا میرا

پیسا اُٹھے گا مجھے تو نہ کفن تک دینا
قبر میں جائیے جو گودڑ ہے پُرانا میرا

پوتوں والی میں ہوئی اور نواسوں والی
آج تک بیاہ کا ہے جوڑا شہانا میرا

جاؤں دوزخ میں بلا سے تری جنت نہ ملے
بعد مرنے کے بھرا گھر نہ لٹانا میرا

بوریا سونا رہے رونے کو تو کافی ہے
کوئی پُرسے کو بھی آنے نہ بُلانا میرا

گنج سے لاتی تھی وہ دال اڑھائی چاول
غیر کی ہانڈی میں پک جاتا تھا کھانا میرا

میں اجی نام خدا روز یونہی پلتی تھی
تھا اسی طرح سے آٹے کا بھی لانا میرا

کوئی مجلس مرے مرنے کی نہ کرنا بیٹی
کھانا پکوا کے کہیں دل نہ دُکھانا میرا

پیسا اُٹھنے سے مری روح کو صدمہ ہوگا
یہ نصیحت ہے مری دل نہ کڑھانا میرا

یہ کسی وقت کی اے جان سنی تھیں باتیں
صدقے خالق کے وہ ہے آج زمانا میرا

ٹیسوں کا بال بال پہ اب تھانہ ہوگیا
کنگھی جو کی تو سوچ کے یہ شانہ ہوگیا

جورو کو مارا جا کے موئے ہیجڑے نے آج
نام دمیرے ترکھے سے مردانہ ہوگیا

بجے ہوا زمانے کی بھی تجھ کو لگ گئی — مستانیوں میں بیٹھ کے مستانہ ہو گیا
لیلیٰ سی تو نے پائی ہے گیا کوئی کلموہی — مجنوں کی طرح مردوے دیوانہ ہو گیا
بچی کے واسطے جو کھلونے منگائے ہیں — گھر والا گھر کو کہتا ہے بت خانہ ہو گیا
باجی بُرا نہ مانو اس اولاد کے لیئے — پوجی ہے سیتلا جو کبھی دانہ ہو گیا
صالح بنا ہے اوہی یہ دیکھو خدا کی شان — بڑھ بھس لگا ہے بکنے وہ دیوانہ ہو گیا
روشن ہے جب سے شمع کا گل لینے آئی وہ — دل جیت لگن پہ آپ کا پروانہ ہو گیا

اے جان جانی دوست سمجھتی تھی دل کو میں
الفت میں یہ یگانہ بھی بیگانہ ہو گیا

کیا عجب منہ پہ دُگانا کے اگر تل آیا — ایک نقطہ نہیں قرآن میں باطل آیا
طے کیا عشق کا جھگڑا نہ کسی قاضی نے — اس عدالت میں لوا کوئی نہ عادل آیا
سوت جھیامری انگاروں پہ ہے لوٹ رہی — کیا مرے ہاتھ سوا لاکھ کا ہے بل آیا
میں نے حاتم کی طرح دی ہے اسے بے مانگے — جو مرے حُسن کی دولت کا ہے سائل آیا
آبرو آئینہ کی ہو گئی پانی پانی — لوگو اس چاند سے منہ کے جو مقابل آیا

کیوں چھپاتا ہے ارے کہہ گئی دلبر مجھ سے
جانصاحب تری بی جان پہ ہے دل آیا

سخت جنا ہے اوہی پائل کا — کیا بُرا وقت ہے یہ مشکل کا
جس کو روشن چراغ کہتے ہیں — داغ چند وہ ہے مرے دل کا
قدر سب کی فقط بناؤ سے ہے — خوش ہے لگتا مکان کہگل کا
آئے گی پھیر میں وہ ریوڑی کے — لوں گی جس دم حساب تل تل کا

گڑیا لیلیٰ ہے گڈا مجنوں ہے — تم کرو کام بھائی نوفل کا
ان کے دق کرنے میں پڑیں پتھر — سن کے خانم مرض ہوا اسل کا
اے سلیماں خاں وہ ہوں بلقیس — میٹ دوں صاف نقش کامل کا
تم سے جن کو اتاروں شیشہ میں — ہوں پری یا دفن ہے کامل کا
ایک ہی ہے یہ کھوجڑے پٹیا
جانصاحب برا ہو اس دل کا

ردیف ب

کہ مجھ سے صاف او موئے بے پیر آفتاب — قمرن کو میری چاہتے ہیں نیر آفتاب
چکرا کے آسمان سے آتا زمین پر — میری سی تیری ہوتی جو تقدیر آفتاب
چاندی کا طوق تارا کا مہتاب نے لیا — سونے کی میری لے گیا زنجیر آفتاب
واری میں اس کے معجزے کے نام کے نثار — کرتا تھا جس کے حکم سے تقریر آفتاب
ناحق جو تیری طرح جلاتے ہیں وہ مجھے — میری خطا نہ ہے تری تقصیر آفتاب
نعمت نہ نکلے دھوپ تو پکے نہ اک اناج — ہے حق میں دانیاں کے اکسیر آفتاب
مہتاب کا ہے سامنے جس کے سفید رنگ — وہ میرے گنجفہ میں ہے تصویر آفتاب
یہ ریختی نہیں ہے طرح کی ہے ہیروی
اے جان اوہی کیا کہوں خوگیر آفتاب

ردیف ز

چلتی شراب باغ میں ہے صبح و شام روز — پھول آفتاب پیتا ہے اے بی مدام روز
حکمے پہ حکمے دیتا ہے وہ پوچھتے نہیں — آغا ٹی کو وزیر بہو کا غلام روز

محشر میں کیا خدا کو موا منہ دکھائے گا — بھنوئی کے حرم سے ہے کرتا حرام روز
میکے میں جا کے ماما اجی کہہ دیا کرے — تسلیم بندگی مرا مجرا اسلام روز

اے جان کس طرح نہ مرا ناک میں ہو دم
آ کے جب ستائے نگوڑا زکام روز

اک دل پہ غم کے لگتے ہیں پتھر ہزار روز — شیشہ ہمارا ہوتا ہے بی سنگسار روز
کیا کیا نہیں کھلاتا ہے پروردگار روز — خورشید کیوں نہ شکر کروں بار بار روز
دل کا کنول کھلا نہ۔ ہوا ایک خار روز — وہ آئے چار باغ ہیں بھٹی میں چار روز
دولت قدم تو گھر میں پیادے کے پڑ گئی — کوڑا کرے گا کس پہ یہ چابک سوار روز
جاڑوں میں ایسی گرمی نکالی اہیر سے — نرگس پہ بھینسوں چڑھتا ہے گلشن بخار روز
جورو کا اس پیادے کی چھڑوا کے طوق دو — گردن پہ میری ہوتی ہے آ کے سوار روز
تسبیح ان کی دانہ ہے ڈورے کو جانو جال — عمامہ ان کی پھٹکی ہے کھیلیں شکار روز
سجدوں میں سر رگڑ کے یہ کہتا بڑھاپے میں — جگ میں گھٹے نہ شان بڑھے اعتبار روز
دنیا میں رام کرتے ہیں دولت کے جانور — لچھمی پھنسا ہی لیتے ہیں یہ بیشمار روز
تکلے کی طرح سیدھی ہو جل لگڑی میری سوت — چرخے کے بل کی لیتے ہیں اب رشتہ دار روز

بی جان۔ جان کیا گئیں کب تک وہ آئیں گی
ہفتے کے پیر خاں ہیں ابھی تین چار روز

ردیف ل

کسی کے میں نہ کوئی میرے پیار کے قابل — چچنے ہو مردوے اب میں ہو یار کے قابل
تم اس چمن میں مجھے پھول جانو اجرک کا — اجی خزاں کے نہ میں ہوں بہار کے قابل

ہزار بڑھیوں کی بڑھیا مری جوانی ہے — بہار میں بھی نہیں ہے بہار کے قابل
خدا کے سامنے محشر میں بھی نہ جاؤں گی — یہ منہ نہیں مرا پروردگار کے قابل
اُٹھائے سر پہ ہے ایک ایک روگ کا گٹھڑی — مرے گناہ نہیں ہیں شمار کے قابل
کمال آتا ہے افسوس اوہی نرگس پر — یہ ہڈیاں تھیں نگوڑی بخار کے قابل
بجا ہے اس پہ ہوں بندی کی آنکھ کے پردے — نظر کے تار اگر ہیں ستار کے قابل
جوانی پیٹے موئے عارضی ہیں بس دونو — یہ حُسن و عشق نہیں اعتبار کے قابل
بڑھاپا خوب ہے آتو جی مجھ سی خیلا کو — گدھی کو تم نے کیا مار مار کے قابل
غضب کی آنکھیں جوانی میں ہونگی نرگس کی — ابھی تو یہ نہیں شکرے شکار کے قابل

سند ہے جان بھلا کب گواہی رنڈی کی
تمھاری بات ہے کب اعتبار کے قابل

کھائے ہیں ان کی بھانجی نے بالے پن میں گل — پھولے نہ کیوں بہار کا بھائی بہن میں گل
میں اس چمن سے لے کے چلی لوگو چار داغ — سہرے کے بدلے لا کے رکھنا کفن میں گل

اے جان رُخ کو چاند بھی کہتے ہو اور چمن
ہیٹوں میں ان کے کانوں کو سمجھو گہن میں گل

مردوں کا میرا چولی ہی دامن کا ساتھ ہے — میں ہوں اگر بہار تو یہ اپنے فن میں گل
سر کھہ نہ گرم کرنی تھی حاکم سے گفتگو — کھا آئی منہ پہ آگ لگے بانکپن میں گل
باندی کے سر پہ توڑوں گی چھڑیاں گلاب کی — پھینک آئی زیر پائی کا گلشن چمن میں گل
پھولا م دھوپ چھاؤں مشجر میں دیکھئے — یہ نام بھی غلط ہے کہاں گلبدن میں گل
میں بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گئی — اے جان کہ تو لائی نگوڑی رسن میں گل

ہم بالوں میں بیلے کے پہنتے ہیں بوا پھول　　پہناوا دسیل ہا بیوں کلہ ہے یہ کرن پھول
کیا اوہی کہوں رات سے اک پالی ہے بُلبُل　　پھولا یہ لگا اس کو گیا سارا بدن پھول
پھولے نہ پھلے باغ سے دُنیا کے سدھارے　　جیتی رہی اے بھائی اٹھانے کو بہن پھول
کیوں خار نہ ہو فرش کی محتاج وہ اب ہے　　جس سیج پہ چھنتے تھے سدا سیکڑوں من پھول
پھولوں نہ سمائے گی وہ مہتاب کو دینا　　اے صبح کنور لائے اگر شام برن پھول
کر چاندنی کی سیر بی مہتاب تو اس دم　　جب کھیت کرے چاندنی جب جاے چمن پھول

کیا خوب کہی بات ہے گلشن نے زناخی
بُلبُل کا وطن باغ ہے خوشبو کا وطن پھول

ردیف ن

مری ہی جائی ہو تم مجھ سے عقلمند نہیں　　میں بات چیت میں لقمان سے بھی بند نہیں
نہ شوق گانے سے مجکو نہ ہے بجانے سے　　اسی سے حسن مرا مردوے پسند نہیں
ہر اک کے کان میں شیطان نے یہ پھونک دیا　　زیادہ تجھ سے زمانہ میں عقلمند نہیں
مرے جو نکلا ہے تل بھاگوان جلتی ہے　　میں دل کو سوت کے کیونکر کہوں پسند نہیں

رموزیں چھانٹ کے اے جان دل جلاتا ہے
چچے ہو بات یہ تیری مجھے پسند نہیں

لونڈی ہوں بچپنے کی بہی میرے پیر ہیں　　دو ہاتھ ہیں تو پانچ مرے دستگیر ہیں
تم کیا ہو اس لکیر یہ عاشق امیر ہیں　　بندی کی مانگ پر ہوئے لاکھوں فقیر ہیں
کبڑن پہ ڈالی آنکھ مرے دل سے گر گئے　　اپنے چلن سے آپ ہوئے وہ حقیر ہیں
لڑنے پہ لیس کیوں نہ ہوں جلتی ہیں بیگما　　تشنے نہیں ہیں ساس کے ناوک کے تیر ہیں

فرہاد خاں بلائیں گے شیریں کو آج کیا
پکوا رہے ہے جو میرے سلونے سے کھیر ہیں

ہیں ایک دونوں حُسن میں بدرِ منیر ہیں
فرزند چاند خاں کے بھی وہ بے نظیر ہیں

آتے ہیں بوڑھے چونڈے پہ میری ودا کے وہ
پریوں کے بھائی ننھے میاں کوئی بیر ہیں

بڑھیا کے بوڑھے چونچلوں پر مرد کیا کریں
اُتری ہوئی کمان میں بے پر کے تیر ہیں

چوٹی ہے کالکا مری سفلی عمل ہے حُسن
آنکھیں ہیں موہنی مری تل چاروں بیر ہیں

اے جان خوب کہتا ہے تو ہر زمین میں
تیرے ہی شعر سب کے ہوئے دل پذیر ہیں

عقل نے بھی ادھی دیکھا خوض کر ملتی نہیں
واہمہ بھی ڈھونڈھتا ہے پر کمر ملتی نہیں

اے بوا عنقا کی صورت عمر بھر ملتی نہیں
واہمہ بھی ڈھونڈھتا ہے پر کمر ملتی نہیں

سیکڑوں خیلا ملیں چر بانک پر ملتی نہیں
صاف دیدہ انکھ سندی مجھ سی مذر ملتی نہیں

مردوے رستم ہوں میں تو قدر کر مجھ زال کی
دل ہو جس رنڈی کا ایسا اور جگر ملتی نہیں

کیا ارادہ اور ہے چھندرا کے بولے جو میاں
منہ ملا مچھی کے لینے سے کمر ملتی نہیں

ہو گیا اظہر یہ ہر ذرے کو اے شمس النسا
چاند خاں سے خود میں گر آتی ہوں حذر ملتی نہیں

اے بوا مصری جسے کہتے ہیں ثعلب وہ کہاں
بے اثر لایا ہے **یوسف** با اثر ملتی نہیں

بر نہ ہو قسمت میں جب تک آئے کیا بانو کی بات
روز مشاطہ ہے جاتی بات پر ملتی نہیں

ایک ہمسائی بہت ہے آگ پانی کے لئے
یں محلے میں ہر اک سے گھر یہ گھر ملتی نہیں

خیر جب تک جان کی ہے جانصاحب جان لو
جب تلک بے دید رنڈی سے نظر ملتی نہیں

پہنچی ان تک بیقراری کی خبر برسات میں
میں نے بجلی کو بنایا نامہ بر برسات میں

تھی میں رونے والیوں میں روتے روتے مر گئی　　کرنا مجلس نام کی میرے مگر برسات میں
ابر سے کیا کم بھریں کھڑونے نالے ندیاں　　وہ بھی روئی ایکساں آٹھوں پہر برسات میں
گھر ہے ٹوٹا سا کہیں دب کے نہ مر جاؤں اجی　　ہے یہی اے بی حیاتن مجکو ڈر برسات میں
کیا عجب رونے میں بیتابی سے چلاتی ہوں میں　　کوکتی کوئل ہے بنو بیشتر برسات میں
آنسوؤں کی جب جھڑی لگتی ہے دم بھرتا ہے یہ　　دل نگوڑا بن گیا جھینگر مگر برسات میں
سات رونے کے اُمنڈتا غم ہے دل پر اس طرح　　جیسے آتی ہیں گھٹائیں جھوم کر برسات میں

ڈھونڈھتی پھرتی ہے ہمسائی کرائے کا مکاں
چھاونی کا گھر نہ بجتی بیچ کر برسات میں

جانور تک گھونسلے کو لائے پر برسات میں　　اس موئے الو نے بنوایا نہ گھر برسات میں
خوب کڑکے خوب تڑپے خوب چمکے آئیں جب　　بجلیاں کانوں کی میرے چھوٹ کر برسات میں
لے لیں ہمسائی کرایہ کوڑی کوڑی کیوں اُٹھوں　　خیر ہے ان کو کرین مجھ سے نہ شر برسات میں
ان کی آنکھیں یاد آئیں روتے روتے مر گئی　　میں نے دنیا سے کیا لو گو سفر برسات میں
جو ہیں گرجے کب ہیں برسے یہ مثل مشہور ہے　　بدلی بادل خاں کریں اور آئیں گھر برسات میں
بند ہوتی ہی نہیں ہے ڈاک خطر کتا نہیں　　یہ مسافر روز کرتے ہیں سفر برسات میں

اپنی آنکھوں کے جو سوتے جان دیکھے غور سے
گر گئے نظروں سے دریا بیشتر برسات میں

ردیف و

غرض نہ پاس کی الفت نہ چاہ سے ہم کو　　فقط ہے کام خصم کے نباہ سے ہم کو
وہ ہوں فقیرنی تکیہ خدا کی ذات پہ ہے　　وزیر سے نہ غرض بادشاہ سے ہم کو

خصم چھڑا کے موئے دل نے یار کروایا — کیا اسی نے ہے بے راہ راہ سے ہم کو
یہ سچ ہے رات کو بیہودہ پہلے بول اُٹھی — زنانخی جان ترے اشتباہ سے ہم کو
یہ سچ مثل ہے اجی جس کا باپ اس کا باپ — نہ راندے گا وہ تمہارے گناہ سے ہم کو
موئے وکیل عدالت کے بن کے بیٹھے ہیں — کیا تباہ ہے جھوٹے گواہ سے ہم کو
سمجھ کے سوت جھنکائے کنویں زلیخا نے — کیا عزیزنہ یوسف کی چاہ سے ہم کو
الٰہی سوت ہو محتاج دو دو دانوں کو — یہ پھل ملے تری اب بارگاہ سے ہم کو
موئے کی آنکھوں کو تلوے تلے ملے نرگس — جو کوئی گھورے اری بد نگاہ سے ہم کو

ہماری بھابی کی بگڑی کو چوتھی شادی ہے
نہیں بلاتی ہیں بنّو کے بیاہ سے ہم کو

قید کرتے اوہی بے معمول ہو — مجھ سے لو جو صدر کا محصول ہو
دوسری مجھ سی نہیں سیتا ستی — جو دعا مانگو وہی مقبول ہو
دے دے اے خضر و کھاری بار کی — پوچھ کے مہرا سے جو معمول ہو
گھر کی کیا گت ہے نہیں کچھ بھی خیال — ناچ گانے میں یہ تم مشغول ہو
شیخ جی میٹھا لو بکرے کے عوض — پھول کی جا پہ سنگھاڑی مقبول ہو
سو دتک تو مر دوا دیتا نہیں — اشرفی خانم ادا کیا مول ہو
لال خاں لائے وہ مونگا کے لئے — جو شفق سے سرخ بستر ٹول ہو
کان میں ہے درد خاگی شاہ کے — ڈال دے خانم جو کنگن ڈھول ہو
ہل کے پانی تک اجی پیتے نہیں — تم تو عہدی سے سوا مجھول ہو
مار کر بیٹھے ہو گھی والے کا مال — اب گئے کپے کی صورت بھول ہو

چکنی باتوں سے نکل جائے گا تیل　　چپ رہو جھگڑے کو دیتے طول ہو
روغنی صورت نہ حاکم دیکھ لے　　اوہی سمجھو دل میں کچھ معقول ہو
وہ جو بجرے کے دھوئیں پر ہوں سوا　　دل جلے کی آہ کا مستول ہو
یاد رکھیئے کے فراموشیں ہوئیں
ہو نہ ایسا جانصاحب بھول ہو

ردیف ھ

خوب گُن سیکھے کواری کھیل کر جبشن کے ساتھ　　رات کو مستی ملی اندھیرے ہے سوسن کے ساتھ
ایک غمخواری نے لوگو نیک بختی دی تجھے　　خوش مزاجی سے بناہی اس موئے بدظن کے ساتھ
رنگ لائی گل کھلایا لڑکی نے اے نو بہار　　باغ میں جھولا گئی کیا جھولنے مالن کے ساتھ
نام کیا لنکا میں کرتی سامری سے میں سوا　　مجھ سی جادوگرنیاں ہوتیں اگر راون کے ساتھ
نام سے نفرت مسلمانوں سے اس کافر کو ہے　　نُوج ہوں دیندارخاں میرے موئے درشن کے ساتھ
منہ بنایا کس لئے بگڑی ہیں کیوں کھولی زباں　　کون سی میں نے بُرائی کی بھلا سمدھن کے ساتھ
پھر نہیں پھولوں سماتے آج کل گلزار خاں
دیکھئے کیا گل کھلے اُلجھے ہیں پھر گلشن کے ساتھ
باجی جائے گی نہ جوتی موے ناشاد کے ساتھ　　ذبح کروانا ہے تو بھیج دو جلاد کے ساتھ
سنگدل کیا ہی تھی کتنی پڑیں پتھر اس پر　　باجی شیریں پہ ستم کیا کیا فرہاد کے ساتھ
باجی سمدھن نے کیا ظلم مرے بچے پر　　ساس کرتی ہے سلوک ایسا بھی داماد کے ساتھ
آئے اس کے بھی اجی ننھے بڑے کے آگے　　جیسا سوکن نے کیا ہے مری اولاد کے ساتھ
باغ کو سوت چلی موت نہیں قابو میں　　میں وہ کرتی جو خدا نے کیا شداد کے ساتھ

دے وہ تصویر جو ہو زیر و زبر کا نقشہ — پیش اب آؤں اسی شکل سے بہزاد کے ساتھ

نیکنامی اسی اے جان نہیں ملتی ہے
جو کہ شاگرد بدی کرتا ہے اُستاد کے ساتھ

ردیف ی

مردوے کیوں ہوں میں تیری آشنا کے سامنے — میرے بیری جائیں ایسی بے سوا کے سامنے

باجی اماں کب گئی میں منجھلی دیورانی کے پاس — جس نے دیکھا ہو وہ کہہ دے میرے آ کے سامنے

اے وگانا بس یہی باتیں مری سر چوٹ ہیں — مجھ کو پیٹے تو اگر جھگڑے دوا کے سامنے

تو وہاں میٹھی ہوئی کیا بڑبڑاتی ہے دوا — جو کہ کہنا ہو تجھے کہہ میرے آ کے سامنے

جیتے جی مرزا کو اپنا منہ نہ دکھلاتی کبھی — باجی اماں لے گئیں قسمیں دلا کے سامنے

مان کہنا دل نہ دے اپنا پری خانم کو تو — ہوں گے اس سر کی قسم گوئیاں بلا کے سامنے

آتے ہی دھگڑے کے بیگم جان کو دیکھے کوئی — کیسی آ بیٹھی ہے جلدی بن بنا کے سامنے

جٹ جاتی تھی تو اب جاؤں گی میں یا روئے پاس — تو تو ہے کیا چیز کہہ دوں بادشا کے سامنے

جو بُری باتیں خصم والی سے کرتے ہیں بوا — کیا جواب اس کا بھلا دیں گے خدا کے سامنے

اب کی میں جہلم کے دن خیمے کھڑے کرواؤں گی — جا کے امروین کے نیچے کربلا کے سامنے

جانصاحب کی وگانا بے حیائی کیا کہوں
کر دیا ہلکا مجھے منجھلی بوا کے سامنے

ہر طرح آپ کی منظور مجھے خاطر ہے — دل ابھی مال ہے کیا جان تلک حاضر ہے

مجھ سے اور اس سے ابھی کون نہیں ماہر ہے — میں بھی تا جو ہوں وہ بھائی مرا ناصر ہے

دل نہ بھاری کرو کیا کرتے ہیں والی وارث — بیکسوں کا تو مری جان خدا ناصر ہے

آپ کے نام کا اس بندی نے چلاّ باندھا
حاضری لائی ہوں درگاہ سے یہ حاضر ہے
آج مرزانی مجھے بھیج دیں صحنک باجی
میلے سر سے نہیں جامہ بھی مرا طاہر ہے
کون سی بات سکندر سے چھپائی خضرو
کیا نہیں آئینہ گیا اس کو نہیں ظاہر ہے
کھل گیا باتوں سے باطن میں ہے تو دشمن
دوستی دوست کے دشمن کی اجی ظاہر ہے
وہ تو انسان ہے دن گھوڑے کے پھر جاتے ہیں
قدر ہو گی مرے قدرو کی خدا قادر ہے
مہری زہرا کی سواری نہ اترنے پائے
کہ دے ڈیوڑھی پہ اگر مہر نسا حاضر ہے
ظلم کرتا ہے مری جان پہ ہر وقت موا
یہ ہلاکو ہے یہ فرعون ہے یہ نادر ہے
کھیل کی راہ سے مہتاب اجی ہار چکی
چال سے جیت لی بازی تو مری نادر ہے
لے چکا منہ میں ہے للّو مری سو بار زباں
ہو گیا کب کا مسلماں یہ کیا کافر ہے
اے میاں صدقے میں معشوق محل کے پرسوں
چھوٹی محبوب کا بچکانا ہوا ناظر ہے
جس کا جی چاہے وہ بہتان کرے بندی پہ
میرا اللہ تو حاضر ہے اجی ناظر ہے
مول لے لیتی میں گھر بیچ کے بی ہمسائی
حسن کی جنس کا ہاں کوئی اجی تاجر ہے
شکر ہر حال میں اللہ کا لازم ہے بوا
وہ ہے شیطان کہ جو اس کا نہیں شاکر ہے

اعتراضوں سے اری اوہی تجھے کیا مطلب
جانصاحب ہو چنچے تو بھی کوئی شاعر ہے

آبرو تالاب پر لی وہ دیا چھینٹا مجھے
مفت پانی پانی بنو گر گیا سقّا مجھے
ایسی ہمسائی کو کیا کوسوں گدھے کا ہل پھرے
جس کے گھر سے اے پری خانم ہوا سودا مجھے
راہ کی خضرو نے گھوٹی یہ گئی لہری کہاں
چھوڑنے جانا ہے پریوں کا طبق دریا پہ مجھے
بی صنوبر کب بڑھی تو ہاتھ کی میری زباں
بانس منڈی والیوں سے اوہی کیا لگا مجھے

سوت مانی کی ملاؤں خاک میں تصویر کو — کیوں دکھانے لائی یہ بھاتا نہیں نقشا مجھے
میں بنی خیلا ہوں اے یوسف زلیخا سے سوا — یاد تھا جو کچھ وہ تیری چاہ میں بھولا سب مجھے
حق میں جو مشکل پڑی آسان کی اللہ نے — بن گئی سولی بھی اے منصور خاں کانٹا مجھے
بچار پیسے والا جس کو جان کے میں پڑ گئی — کوڑیا خانم دیا اس نے نہ اک حبّا مجھے
کیسا کپڑا جس سے روٹی تک بوا ملتی نہیں — وہ نکھٹو بے حیا جھڈو ملا بھڑوا مجھے

دن تو یہ کڑوے کسیلے آپ کے گھر آؤں میں
جانصاحب ایسا میٹھا ہے تمھارا کیا مجھے

کیا ناتا چھوڑے گاؤں کا در گور ہو چمار — پاپوش سے مری وہ نگوڑا کہیں رہے
بابا ہوا کے کاندھے پہ تھا جن کے تخت کا — وہ تاج چتر والے نہ مسند نشیں رہے
دنیا سرا ہے لوگ مسافر عدم کے ہیں — کوئی نہیں رہے گا زنا خی یقیں رہے
کرلو گے ہم کو چھوڑ کے تم اور اک اجی — اچھے رہے تمھیں نہ کہیں کے ہمیں رہے
اب کیا ہنسیں خصم سے بڑھاپے میں اے بوا — اکھڑپنے کے دن وہ ہمارے نہیں رہے

اے جان تم تو مجھ سے لڑائی کے واسطے
باندھے کمر چڑھائے سدا آستیں رہے

لگا کے آگ اک دن تیرے شر سے — نکل جاؤنگی آتشباز گھر سے
مرا بچہ پھرا خالق کے گھر سے — جیا مر مر کے نرگس کی نظر سے
مری کندن پہ جو فولاد پگھلا — ہوا لوگو یہ لوہا موم زر سے
لگائی آنکھ بادامی سمجھ کر — بڑی نرگس نے چھوٹی خوش نظر سے
جو دیتا ہو زمانہ تو کھا رو — مجھے تم لائے ہو عالم نگر سے

سگھڑ ہے سوت تو اپنے لئے ہے　　مجھے کیا کام اجی اس کے ہنر سے
نہ جائے سوت کے گھر جانصاحب
گھٹا چھائے الٰہی مینہ وہ برسے

مہتاب دری کل جو گئی بارہ دری سے　　دس گز تھی بڑی چاندنی خانم کی دری سے
بُرا چھا ہے محتاج ملا گر تجھے بنو　　ایسی ہی برات آئے گی ثابت ہے بری سے
ٹکسال چڑھے کیوں نہ چلن جس کے ہوں کھوٹے　　کی تو نے بدی اشرفی خانم سی کھری سے
خوش مجھ سے ہوں اک پیسا نہ دیں گوڑیا خانم　　کیونکر نہ جلوں سوموں کی ہیں مفت بری سے
گو شکل مری اچھی ہے میں کیا کروں لچھمی　　تقدیر تو بد تر ہے مری بھاگ بھری سے
چاہت سے سلیمان کی پر لگ گئے بنّو　　بلقیس کچھ اچھی نہ تھی صورت میں پری سے
تقدیر بھی پلے پہ نہیں کیا کروں لوگو　　کچھ فائدہ مجھکو نہ ہوا ناموری سے

اے جان میں دل کھو کے ہوں درگاہ میں آئی
شیشہ مرا چور ی گیا مینا نگری سے

ڈھونڈھنے آپ کو بندی نہیں بیجا نکلی　　ہے اجی چاہ میں یوسف کے زلیخا نکلی
پیچھے مجنوں کے سٹرن بن کے جو لیلیٰ نکلی　　دل کا کہنا گیا گھر چھوڑ کے دُکھیا نکلی
پنجہ کرنے کو جو رستم سے میں تیار ہوئی　　پیٹ پکڑے ہوئے بس زال کی بڑھیا نکلی
بی ڈُگانا میں ادا فرض کسے بنو کے ہوئی　　بیاہ اچھا نہ ہوا کچھ نہ تمنا نکلی

جل کے اک دوزخی لونڈے نے کہا محفل میں
جانصاحب کی طرح ایک کے پھڑیا نکلی

میں اس چمن میں بند نہیں اب ہزار سے　　تو تی ہوں ایک ہند کی بختوں ہزار سے

قسمت کا کیوں گلا کروں پروردگار سے
سو سے اگر بُری ہوں تو اچھی ہوں چار سے

الفت کی او ہی دل کو کدورت نصیب ہو
شیشہ گھڑی کا پاتا ہے رونق غبار سے

لالی لبوں کی چوس لی لے لے کے مچھیاں
باز آئی ایسے آپ کے اخلاص پیار سے

ایسے نہیں ہیں شیخ اسد تیس مار خاں
جیتے جو بچے شیر کے بھیجیں شکار سے

نُوج گھر میرے وہ نامرد نگوڑا آئے
خود نکل جاؤں جواب کھوجڑے پیا آئے

سوت کے گھر سے مرے گھر نہ وہ آئے مردار
یا خدا آئے تو ایسے کا جنازا آئے

بے حیا چکنا گھڑا انگٹ انگوڑا جو ہو
اس موے کو مرے ترکھے سے حیا کیا آئے

بے سبب مجھ سے نہ کیوں نیک قدم ہوں وہ خفا
چابک اسوار ہیں کرتے ہوئے کوڑا آئے

باجی اولاد میں مجنوں کے پری خانم ہے
ایک دیوانہ نہ کیوں کنبے میں ہوتا آئے

لاکھ بیگانوں کا بیگانہ ہے وہ اچھی بی
جو بُرے وقت میں بھی کام نہ اپنا آئے

مجھ زلیخا کی اگر چاہ ہے اس یوسف کو ق
نُوج میں جاؤں وہی گھر مرے دوڑا آئے

پاس پیاسے کے کنواں دوڑ کے جاتا ہے کہیں
کیا غرض ہم کو غرض رکھتا ہے پیاسا آئے

دونوں بچے بھی ہیں دیوانے پری خانم کے
بن کے باہر سے عجوبہ ہیں تماشا آئے

مرتے مرتے بوا جنگل میں کہا مجنوں نے
ڈھٹی دینے کو مری قبر پہ لیلا آئے

جانصاحب مرا دل جانتا ہے کیا میں کہوں
دل کسی پر نہ مری جان کسی کا آئے

تمہارا مال ہے ہر وقت اختیار میں ہے
خبر نہ ہو نا دلہن سے ابھی بخار میں ہے

بڑھاپا اونٹ سا ہے ڈیل عقل خاک نہیں
یہ سار بانی باندی کسی قطار میں ہے

وہ اپنے منہ سے ملے پانچویں سواروں میں
وہ کس حساب میں کس گنتی کس شمار میں ہے

گلے میں کھٹکا ہے گلشن کے ہیر گل کیا ہی
ستم کی ہولیاں گاتی اجی بہار میں ہے

پلوٹھی کا جننا مصیبت نئی ہے
نئے رنج کے ساتھ راحت نئی ہے

نہیں او ہی اولاد سے پیٹ بھرتا
خدا جب یہ دولت دے دولت نئی ہے

پرانی حویلی کا ہے نام باقی
بگڑ کر بنی سب عمارت نئی ہے

سکندر نے آئینہ خسرو کو بھیجا
نکالی یہ ملنے کی صورت نئی ہے

بلال اور قنبر قدیمی ہیں چیلے
دئیے مجھ کو۔ان کی عنایت نئی ہے

پڑھے کیوں نہ ہر وقت یوسف زلیخا
نیا دل لگایا ہے چاہت نئی ہے

ایڑیوں پر ہے صنوبر کی لٹکتی چوٹی
چوٹی والی کی بھی چوٹی سے ہے لمبی چوٹی

دُم ہے کُتّے کی کہ ہوتی نہیں سیدھی چوٹی
کس گنواری نے یہ گوندھی ہے تمھاری چوٹی

اُلجھی تھی بھائی کے ہم زلف سے کنگھی والی
کاٹنا کیوں نہ وہ کر مونڈی کی موری چوٹی

بے نکاحی ہوں ابھی سر میں اُٹھاؤں کیونکر
ہے دبی پاؤں تلے سوت کے میری چوٹی

دن نہ ڈھل جائے نہا دھو لو بوا مہرن
مسّی کاجل کرو گی رات کو کنگھی چوٹی

ہوش کس کو ہے کھُلا ہے کہ بندھا ہے جوڑا
ناک چوٹی میں گرفتار ہوں کیسی چوٹی

کالا ماموں ہے ہر اک بال مرے پٹّی کا
مرد موذی کا ڈسے دل وہ ہے افعی چوٹی

بندی درگاہ جو نوچندی کو درگاہ گئی
ایک سے ایک نظر آئی نرالی چوٹی

وصف میں چوٹی کے اک شعرِ چوٹی کا کہا
جان صاحب نے بکی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی

قطعہ تاریخ طبع دیوان چرکین

گل آدم نے ہر اک صفحے کو گلشن بنایا ہے
ہوا ہے شہد سے شیریں نئے آئین کا نسخہ
عجیب تاریخ یہ گہیل کہی ہے جانصاحب نے
سنا بی جان باجی کل چھپا چرکین کا نسخہ

۱۲۷۳ھ

خمسی (تضمین)

لونڈی سو جان سے قربان گئی تجھ پہ نبی
اچھے محشر میں بجھا دیجو مری تشنہ لبی
تو ہے بندی کا سہارا دم حاجت طلبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل من باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کھایا آدم نے جو گیہوں ہوا اللہ خفا
بخشوائی ترے صدقے میں گئی اُن کی خطا
اماحوا نے جو دیکھا تو یہ خوش ہو کے کہا
نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

عورتیں جمع تھیں اک جا پہ بہت شاہ اُمم
ذکر میں حضرت یوسف کے تھیں مصروف بہم
دیکھ کر تجھ کو یہ بول اُٹھیں جناب مریم
من بیدل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

مرد دو چار کریں جوروئیں اے نیک صفات
حکم ہے شرع کا باری سے رہیں اک اک رات
ایک تو پاس رہے تین کی پوچھیں وہ بات
ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آب حیات
رحم فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی

ضمیمہ دوم

صفحہ ۵۴ میں منشی عبدالغفور خاں نساخ کے اعتراضوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ نساخ تھے تو کلکتہ کے مگر اساتذہ لکھنؤ کے کلام پر اعتراض کیا کرتے تھے لہذا میر انیس و مرزا دبیر کی حمایت میں منشی سید اسمعیل حسین منیر شکوہ آبادی نے سنانِ دلخراش لکھی جو چھپ نہ سکی اور مرزا محمد رضا معجز نے تطہیر الاوساخ لکھ کے چھپوا دی۔ سنا گیا ہے کہ ان دونوں کتابوں کے لکھنے میں میر نفیس اور مرزا اوج سے بھی مشورہ لیا گیا تھا۔ دیگر شعرائے لکھنؤ کی طرف سے تردید الایرادات گستاخی معاف جلوۂ عجیب و غریب سخن فہمی شائع کی گئیں اور نساخ کے کلام کے عیوب دکھانے کے واسطے فدا علی عیش مرحوم نے رسالہ تفضیح چھپوایا۔ یہ سب کتابیں سنہ ۱۲۹۸ھ و ۱۳۰۴ھ کے درمیان چھپی ہیں۔ ان سے چند اعتراضات یہاں لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ ناسخ) دل ملک انگریز میں جینے سے تنگ ہے   رہنا بدن میں روح کا قید فرنگ ہے

(اعتراض) انگریز بروزن فاعلات محض غلط ہے۔ جواب (وصال)

ازیں گفتہا آتشم گشت تیز   کہ میل دلم بود با انگریز

۲۔ آتش) کنج تنہائی میں بھی چلا کے رو سکتا نہیں   لوگ کہتے ہیں در و دیوار کے بھی گوش ہے

(اعتراض) لوگ کہتے ہیں کہ دیوار کے بھی گوش ہے یہ نہیں کہتے کہ در و دیوار کے بھی گوش ہے۔ (جواب) در و دیوار نہ پڑھئے ڈرو دیوار پڑھئے۔ یعنی ڈرو میں ڈال ہے دال نہیں

۳۔ (وزیر) زصحت تو جہاں اعتدال راست مدار   نمی شوند کنوں چشم دلبراں بیمار

(اعتراض) چشم واحد ہے اس کا فعل نمی شوند جمع نہ ہونا چاہئے۔

جواب (نظامی) ہنوزم ہندواں آتش پرستند   ہنوزم چشم چوں ترکان مستند

۴۔ (صبا) قرار اک دم نہیں ہے دیدۂ غم بیں میں آنسو کو
نہیں آرام گہوارے میں بھی اس طفل بدخو کو

(اعتراض) دیدۂ غم بیں کی ترکیب بھی دیدنی ہے۔ جواب (میر)
کیا میں بھی پریشانی خاطر سے قریں تھا   آنکھیں تو کہیں تھیں دل غم بیں کہیں تھا

۵۔ (دبیر) عاشورۂ حسین کا ہے واقعہ شدید   سچ تو یہ ہے کہ پنجتن اس میں ہوئے شہید

(اعتراض) عاشورا الف سے ہے۔ ۂ سے نہ ہونا چاہئے۔ (جواب) (فقیراللہ آفریں) عاشورۂ ما باشی و عید دگراں چند۔

۶۔ (انیس) آمادہ نبرد تھی دونوں طرف سے فوج   نرغے میں بیقرار تھا شاہ زنان کا زوج

(اعتراض) شاہ زنان کا لفظ فارسی میں نہیں آیا۔ (جواب) ملا آقائے دربندی نے عربی میں لکھا ہے کہ حضرت شہربانو کا ایرانی نام شاہ زناں تھا۔

۷۔ (نساخ) نقش کیا کیسا فتیلہ۔ و کہاں کا تعویذ (نساخ) لاکھ مردوں نے زرہ پہنی و باندھا تعویذ دونوں مصرعوں میں واؤ جو حرف عطف فارسی و عربی ہے ہندی الفاظ کے پہلے غلط استعمال ہوا ہے۔ افسوس ہے کہ فریقین نے ذاتی اور مذہبی حملے بھی کئے تھے جن کی وجہ سے معاملہ عدالت تک گیا اور کتابیں دوبارہ نہ چھپ سکیں۔